اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ حنین

نفیس اکیڈمی
اردو بازار - کراچی

غزوۂ حُنینْ

محمد احمد باشمیل

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوہ حنین

تالیف

محمد احمد باشمیل

ترجمہ

مولانا اختر فتحپوری

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

جملہ حقوق اردو ترجمہ کتاب
غــزوۂ حنین
قانونی دائمی بحق
چوہدری محمد طارق اقبال گاہندری
مالک نفیس اکیڈمی کراچی محفوظ ہیں

نام کتاب: ــــــ غزوۂ حنین
تالیف ــــــ محمد احمد باشمیل
ترجمہ ــــــ مولانا اختر فتح پوری
ناشر: ــــــ نفیس اکیڈمی کراچی
طبع اول ــــــ اپریل [illegible]
ایڈیشن: ــ آفسٹ
ضخامت: ــــــ ۴۰۰ صفحات

ٹیلیفون: ۲۱۳۳۰۳

مطبع: احمد برادرز پرنٹرز، کراچی

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	مقدمہ	
۲	کلماتُ المؤلف	
۳	فتح مکہ اور غزوۂ حنین کے درمیان ہونے والے مختصر واقعات	
۴	ہوازن سے قبل، مکہ کے اردگرد مقامات کی پاکیزگی	
۵	سریۃ المشلّل	
۶	عزیٰ کو تباہ کرنے والا دستہ	
۷	عزیٰ کی تاریخ	
۸	عربوں میں عزیٰ نام اختیار کرنے والا پہلا شخص	
۹	دستۂ یلملم	
۱۰	دستہ عرنہ	
۱۱	غزوۂ بنی جذیمہ	
۱۲	بنی جذیمہ کے قتل کے بارے میں حضرت خالد کے موقف کی حقیقت	
۱۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ناراضگی کے بعد حضرت خالد سے راضی ہونا۔	
۱۴	ہوازن کون ہیں	
۱۵	ہوازن اور حرب فجار	

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۶	جنگِ فجار اول	
۱۷	جنگِ فجار دوم	
۱۸	جنگِ فجار سوم	
۱۹	جنگِ فجار چہارم	
۲۰	عکاظ کی منڈی ہی اصل سبب تھی	
۲۱	چوتھی جنگِ فجار کا پہلا معرکہ	
۲۲	چوتھی جنگِ فجار کا دوسرا معرکہ	
۲۳	چوتھی جنگِ فجار کا تیسرا معرکہ	
۲۴	چوتھی جنگِ فجار کا چوتھا معرکہ	
۲۵	قریش کی ایک عورت کا ہوازن کو پناہ دینا	
۲۶	چوتھی جنگِ فجار کا پانچواں معرکہ	
۲۷	عربوں کا قریش کی طرف دیکھنا	
۲۸	غیر مکتوب دستور	
۲۹	پہلی عرب پارلیمنٹ	
۳۰	ہوازن کا خطرہ کو محسوس کرنا اور جنگ کے لئے فوج جمع کرنا	
۳۱	ہوازن کی عداوتِ اسلام	
۳۲	ہوازن کا مکہ پر چڑھائی کے لئے تیار رہنا	
۳۳	مالک بن عوف کو ہوازن کا سالار مقرر کرنا	
۳۴	روایت میں واقدی کا اسلوب	
۳۵	ظہورِ اسلام کے بعد ہوازن اور قریش کے تعلقات	

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۳۶	ہوازن کے مشہور سالار کا تیاری کا طریق	
۳۷	ہوازن کی فوج میں پہلی پھوٹ	
۳۸	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاسوس، دیار ہوازن میں	
۳۹	ہوازن کی جنگی حالت کے متعلق بیان	
۴۰	ہوازن کا مکہ کی طرف مارچ	
۴۱	ہوازن کے لشکر کا پڑاؤ مرکز —— وادی اوطاس	
۴۲	درید بن الصمہ —— ہوازن کی فوج میں	
۴۳	مطلق العنان سالار عام نے، درید بن الصمہ کے تجربے سے فائدہ نہ اٹھایا۔	
۴۴	درید بن الصمہ کا فوج کو واپس جانے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہ کرنے کی دعوت دینا۔	
۴۵	ہوازن کے سالار کا خودکشی کی دھمکی دینا۔	
۴۶	مکہ سے نبوی جیش کا مارچ کرنا	
۴۷	رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مشرکین سے عاریۃً ہتھیار لینا	
۴۸	رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اہل مکہ سے مال قرض لینا	
۴۹	مکہ سے حنین کی طرف جیش نبوی کے مارچ کرنے کی تاریخ	
۵۰	مکہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نائب	
۵۱	حنین کی طرف مارچ کرنے والی نبوی فوج کی تعداد	
۵۲	خود پسندی کے عواقب کا ضرر	
۵۳	فوج کی کثرت پر ناز کرنے کی بات	

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۵۴	جاہلیت کا بقیہ اثر —— ذات انواط کا مطالبہ	
۵۵	حنین کی طرف جاتے ہوئے راستے میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کرنے کی سازش	
۵۶	جیشِ نبوی کے متعلق، ہوازنی جاسوسوں کے بیانات	
۵۷	نبوی انٹیلی جنس، ہوازنی فوج میں	
۵۸	معرکہ کی شب۔ حفاظتی کاروائیاں	
۵۹	رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو کیسے تیار کیا	
۶۰	حنین کے سالاروں کے اسرار کا نقشہ	
۶۱	جیشِ نبوی کے ہراول سوار	
۶۲	ہوازن کے سالار نے، حنین میں اپنی فوج کو کیسے مرتب کیا	
۶۳	اپنے سپاہیوں کا مورال بلند کرنا	
۶۴	فوج کے پیچھے ہوازن کی عورتوں، بچوں اور اموال کو اکٹھا کرنا	
۶۵	تلواروں کا سونتنا اور نیاموں کا توڑنا	
۶۶	گھات لگا کر حملہ کرنے والی فوج کو مقرر کرنا	
۶۷	حملہ میں پہل کرنا اور اچانک حملہ کرنے کے منصوبے پر عمل کرنا	
۶۸	دھوکہ دے کر خوفزدہ کرنا	
۶۹	ایک صحابی، ہوازنی فوج کی ضخامت بیان کرتا ہے۔	
۷۰	گھسان کا معرکہ اور مسلمانوں کی شکست	
۷۱	مشرکین کے گھاتیوں کا، مسلمانوں کو شکست دینا۔	
۷۲	ہوازنی گھاتیوں کی کامیابی کے اسباب	

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۷۳	تیر اندازوں کی کارروائی سے مسلمانوں کو کیسے شکست ہوئی۔	
۷۴	جیشِ اسلامی میں افواہیں اڑانے والے	
۷۵	شکست کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فریب سے قتل کرنے کی کوشش	
۷۶	شکست کے متعلق مؤرخین کا بیان	
۷۷	گھات لگانے والے درید بن الصمہ کے مشورے سے مقرر کیے گئے تھے	
۷۸	شکست کے وقت سالارِ رسولؐ کا ثبات	
۷۹	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شکست خوردوں کو روکنے کی کوشش کرنا	
۸۰	عظیم آزمائش	
۸۱	حضرت عباسؓ کی آواز اور شکست خوردوں کی واپسی	
۸۲	از سرِ نو شدید جنگ	
۸۳	معرکہ کے متعلق واقدی کا بیان	
۸۴	شکست کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے اصحاب	
۸۵	رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے ایک سو آدمیوں کے حالات	
۸۶	حنین کے روز حضورؐ کی دعا	
۸۷	فریقین کے درمیان شدید جنگ	
۸۸	قبیلہ ہوازن کے سالار کی جانبازی	

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۸۹	حنین کے روز آسمانی معجزہ	
۹۰	معجزہ پر سہیلی کا تبصرہ	
۹۱	معرکہ حنین میں مسلمان عورت کا کردار	
۹۲	ایک عورت کا شکست خوردہ مسلمانوں کے قتل کا مطالبہ کرنا	
۹۳	فوج سے بھاگنے والوں کے متعلق حکم	
۹۴	ان مسلمانوں کی گفتگو جن کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا تھا	
۹۵	ہوازن کو کیسے شکست ہوئی	
۹۶	گھڑ سواروں کے سالار حضرت خالد بن ولید کا زخمی ہونا	
۹۷	ثقیف اور ان کے سالار کا قتل	
۹۸	ہوازن کے شکست خوردہ لوگوں کا تعاقب	
۹۹	معمر شہسوار درید بن الصمہ کا قتل	
۱۰۰	ہوازن کے سالار عام کا انجام	
۱۰۱	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں اور بچوں کے قتل سے روکنا	
۱۰۲	ہوازن کی مقاومتی پاکٹوں کا صفایا	
۱۰۳	جیش اسلام میں خودکشی کرنے والا شخص	
۱۰۴	عظیم غنائم	
۱۰۵	طائف سے واپسی تک غنائم کا محفوظ کرنا	
۱۰۶	محاصرہ طائف	
۱۰۷	قبائل ہوازن کا انجام	
۱۰۸	ثقیف کی تاریخ	

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۰۹	ظہورِ اسلام کے وقت ثقیف کی حالت	
۱۱۰	ثقیف کے دفاع کے لئے منجنیقیں لانا	
۱۱۱	محاصرہ طائف سے قبل حربی کارروائیاں	
۱۱۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف کی طرف مارچ	
۱۱۳	طائف کی طرف جانے والی فوج کے ہراول کے سالار ـــــ حضرت خالد	
۱۱۴	محاصرۂ طائف کا آغاز	
۱۱۵	یزید بن زمعہ کے تازی کا قتل	
۱۱۶	قلعہ طائف میں مسلمانوں کے داخل ہونے کی کوشش	
۱۱۷	طائف کے قلعوں کے اردگرد گوکھرو بکھیرنا	
۱۱۸	قلعہ ثقیف پر فدائیوں کے حملہ کی ناکامی	
۱۱۹	ثقیف کے بعض جوانوں کا قلعہ سے باہر نکلنا اور اسلام قبول کرنا	
۱۲۰	طائف میں غطفان کے سردار کی بڑی کارروائیاں	
۱۲۱	حضرت خالد بن ولید کا مبارزت طلب کرنا	
۱۲۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثقیف کے باغات کو تلف کرنے کا حکم دینا اور پھر اس سے رکنا۔	
۱۲۳	طائف سے محاصرہ اٹھانا	
۱۲۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ کے جاری رکھنے یا توڑنے کے بارے میں ماہرین سے مشورہ	
۱۲۵	حضرت عمر بن الخطاب اور ابوبکر کے درمیان نوک جھونک	
۱۲۶	طائف کا محاصرہ توڑنے پر جیشِ نبوی کی برافروختگی	

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۲۷	عیینہ بن حصین کا ثقیف پر فخر کرنا اور حضرت عمرو بن العاص کا اسے ڈانٹنا۔	
۱۲۸	ثقیف کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا	
۱۲۹	محاصرۂ طائف کے شہداء	
۱۳۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ واپسی کے لئے کونسا راستہ اختیار کیا	
۱۳۱	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمرہ	
۱۳۲	سراقہ بن جعشم کا اثر انگیز واقعہ	
۱۳۳	کیا ثقیف نے جیش رسول کی واپسی کے بعد اس کی بخوشی اطاعت کی۔	
۱۳۳	غنائم اور قیدی، الجعرانہ میں	
۱۳۵	الجعرانہ میں قیدیوں کی رہائش گاہوں کی تعمیر	
۱۳۶	اعراب کا قیدیوں اور غنائم کی تقسیم کے متعلق اصرار	
۱۳۷	امانت ـــــ اور مسلمان سپاہی کا بلند کردار	
۱۳۸	فوج میں حنین کی غنائم کی تقسیم	
۱۳۹	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤلفۃ القلوب کو بے شمار عطیات دینا	
۱۴۰	ان مؤلفۃ القلوب کے نام جنہیں غنائم سے حصہ دیا گیا۔	
۱۴۰	غنیمت کا پہلا سوالی ـــــ ابوسفیان	
۱۴۲	درویش حکیم بن حزام	
۱۴۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عباس بن مرداس کی ناراضگی۔	

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۴۴	تقسیم غنائم کے دوران بعض منافقین کی باتیں	
۱۴۵	غنائم کے بارے میں انصار کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراضگی	
۱۴۶	خزرج کے سردار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم انصار کی ناراضگی کی اطلاع دینا	
۱۴۷	انصار کا غنائم کے بارے میں حضور علیہ السلام سے غصّہ ہونا اور آپ کا ان سے مناقشہ کرنا	
۱۴۸	خواہرِ رسول ——— قیدیوں میں	
۱۴۹	آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہوازن کے قیدیوں کو آزاد کرنا	
۱۵۰	ہوازنی وفد ——— دربارِ رسول میں	
۱۵۱	ہوازن کے بادشاہ، مالک بن عوف کا قبولِ اسلام	
۱۵۲	مالک بن عوف کی معافی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان	
۱۵۳	سالارِ مشرکین کا سالارِ مسلمین بننا	
۱۵۴	اسلام کیسے قلبِ ماہیت کرتا ہے	
۱۵۵	صفوان بن اُمیہ کا قبولِ اسلام	
۱۵۶	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ واپسی	
۱۵۷	مکہ کا نوجوان، طاقتور اور صالح امیر	
۱۵۸	آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے کی تاریخ	
۱۵۹	ثقیف کا اسلام لانا	

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۶۰	ثقیف کا اپنے سردار کو اس کے مسلمان ہونے کے بعد قتل کرنا	
۱۶۱	تمام ثقیف کا اسلام میں داخل ہونا	
۱۶۲	ثقیف نے اسلام لانے کیلئے جو کڑی شرائط پیش کیں	
۱۶۳	امیر ثقیف	
۱۶۴	مشکلات کی تباہی اور کچھ پریشانیاں	
۱۶۵	لات کی تاریخ اور وہ کون تھا۔	
۱۶۶	حضرت مغیرہ نے ثقیف کے لوگوں کو کیسے ہنسایا	
۱۶۷	ثقیف اور انکے بت لات کے متعلق واقدی کا طویل بیان	
۱۶۸	معرکۂ حنین میں فریقین کے مقتولین	
۱۶۹	مسلمان مقتولین کی تعداد پر تبصرہ	
۱۷۰	بدر، اُحد، اور حنین کے درمیان	
۱۷۱	حنین سے حاصل ہونے والے اسباق	
۱۷۲	آغاز میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب	
۱۷۳	شکست کے بعد، مسلمانوں کی فتح کے اسباب	
۱۷۴	فتح کے بعد ہوازن کی تباہ کن شکست کے اسباب	
۱۷۵	ہوازن کے درمیان پھوٹ	
۱۷۶	طائف کے محاصرہ میں مسلمانوں کی ناکامی کے اسباب	
۱۷۷	جزیرۂ عرب میں بت پرستی کا خاتمہ	

مقدمہ

از قلم محترم جناب شیخ [illegible] وزیر معارف مملکت سعودی عرب

یہ کتاب (اسلام کے فیصلہ کن معرکوں) کے سلسلہ کی نویں کتاب ہے جسے استاد محمد احمد باشمیل کئی سالوں سے پیہم جاری رکھے ہوئے ہیں ، اور یہ کتاب (مؤلف کے معروف اسلوب کے مطابق) شاندار تعلیقات اور دقیق قیمتی تحلیلات پر مشتمل ہے اور ہر وہ شخص جو اپنی تاریخ اسلامی کے ذخائر کے انکشافات کا خواہاں ہے اُسے ان کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور مؤلف کے اس قیمتی تاریخی سلسلہ کی بقیہ کتابوں کی تعلیقات و تحلیلات کا بھی مطالعہ کرنا چاہیئے ۔ ۔ ۔ ۔ اور غزوہ حنین میں جو دروس و عبر اور نصائح پائی جاتی ہیں اُنھیں مؤلف نے اپنی اس کتاب میں اپنے تحلیل و تجزیہ کے ذریعہ نہایت شاندار طریق سے پیش کیا ہے ۔

معرکہ حنین ـــــ عسکری نقطۂ نگاہ سے ـــــ سب سے بڑا اہم معرکہ ہے جس میں مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر قیادت شمولیت اختیار کی ، اس میں بت پرست دشمن کی جانب سے بیس ۲۰ ہزار اور مسلمانوں کی جانب سے بارہ ۱۲ ہزار جانبازوں نے شرکت کی ، اگرچہ فریقین تمام عہد نبوی میں خونریز معرکہ آرائی کرتے رہے مگر اتنی تعداد میں جانباز جنگ میں شامل نہیں ہوئے ، اسی طرح معرکہ حنین آخری معرکہ ہے جس میں مسلمانوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر قیادت شمولیت اختیار کی ، نیز اس معرکہ میں مسلمانوں کی فیصلہ کن فتح جزیرۂ عرب میں بت پرستی

غزوۂ حنین

کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی، کیونکہ ہوازن کی زبردست قوت کے خاتمہ کے بعد کوئی طاقت مسلمانوں کے مقابلہ کی قدرت نہ رکھتی تھی یہی وجہ ہے کہ غزوہ حنین کے بعد مسلمانوں کو جزیرہ میں اسلام کے ستونوں کو مضبوط کرنے کے لئے زیادہ افواج بھیجنے کی ضرورت نہیں پڑی اور حنین کے بعد بت پرستوں کے لئے صرف چھوٹی چھوٹی پاکٹیں باقی رہ گئی تھیں جن میں سے ہر ایک پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کا ایک چھوٹا سا دستہ بھیجا جس نے ان کی مقاومت کا خاتمہ کر دیا اور تبوک کے مشہور معرکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس ہزار مجاہدوں کی بنفس نفیس قیادت کی اس کا مقصد صرف ان رومیوں کو خوفزدہ کرنا تھا جن کے متعلق آپ کو اطلاع ملی تھی کہ وہ جزیرہ عرب پر حملہ کرنے کے لئے اکٹھے ہو رہے ہیں

برادرم استاد محمد احمد باشمیل نے تحقیقی تاریخی سلسلہ (اسلام کے فیصلہ کن معرکے) کے جاری رکھنے کے لئے جو کوشش برتنے کا ارادہ کیا ہے وہ یقیناً قابل قدر و تحسین ہے جس کی قدر دانی اور حوصلہ افزائی کا حق اسے ملنا چاہیے۔ بلاشبہ جو شخص اس کتاب اور اس سلسلہ کی بقیہ کتب کی ورق گردانی کرے گا وہ مؤلف کی کوشش کی انتہا کو پا سکے گا جو وہ تاریخ کے خزانوں سے موتی چن کر ادا کر رہا ہے جسے سب سے نوجوانوں کو خصوصاً دقت نگاہی سے پڑھنا چاہیے تاکہ وہ عزت و مجد اور شرف کے مقامات کے راستوں میں ان کی راہنما ہو۔

پس تاریخ اسلام اور خصوصاً عہد نبوی کی تاریخ، حیرت زا بہادرانہ کارناموں، شرافت اور دلیری کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ یہ وہ مثالیں ہیں جن کے راستوں سے مسلمان تاریخ کے وسیع ترین دروازے میں داخل ہوئے ہیں۔ اور ہم مسلمان اور خصوصاً عرب (بالخصوص ہماری تاریخ کے اس نازک وقت میں) ان مثالوں اور اپنے بزرگ اسلاف کے حیرت زا کارناموں کو اپنانے کے کس قدر

محاذ جنگ میں آ کر وہ جان ہار بیٹھے! جیسے اپنے سود مند نمونے ہیں اور جیسے ان سب نے کس درآمدی نسخوں کی علامت کی کھلنوں سے دور لیا گیا جنہوں نے ہمیں دشمن کے فوجی اسلحہ سے بھی زیادہ نقصان دیا ہے۔

برادرم استاد محمد احمد باشمیل نے اس کتاب میں سلسلہ کی باقی کتب کی طرح اپنی تاریخی تحلیل و تجزیہ میں جو طریق اختیار کیا ہے آج بہت کم لوگ ہی اختیار کرتے ہیں۔

پہلی قابل رشک بات یہ ہے کہ اس نے اس سلسلہ میں بڑی باریک بینی سے تحلیل و تجزیہ کیا ہے اور قاری کو بڑی فکر مندی کے ساتھ ان عظیم تاریخی مصادر کی طرف لے گیا ہے جن کو مؤلف حاشیہ ذکر کرتا رہتا ہے اور ہر مناسب موقع پر قاری کی ان کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور قاری کے دل میں یہ اعتماد پیدا کر دیتا ہے کہ جب وہ استاد باشمیل کی ان مذکورہ کتابوں میں سے کسی ایک کتاب کو پڑھتا ہے تو وہ عظیم اسلامی تاریخ کے ماخذ کا مطالعہ کرتا ہے۔ مگر ان سطحی قصوں کا جن کا اثر مطالعہ کے ختم ہونے پر ہی ختم ہو جاتا ہے۔

پس اور یہ ایک حق بات ہے کہ اسلام کے فیصلہ کن تاریخی معرکوں کا سلسلہ جسے جاری رکھنے میں مؤلف نے بڑی کوشش کی ہے۔ جب غزوہ حنین کے بارے میں ایک اہم تحقیقی تاریخی ماخذ ہے اور خصوصاً جب ہم اس کوشش کا بغور مطالعہ کرتے ہیں جو مؤلف تاریخی واقعات کے ترتیب دینے میں صرف کرتا ہے اور مسلسل تحقیق کے انداز میں ان کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا اور دقیق تعلق بیان کرتا ہے جس سے تاریخ پڑھنے والے آدمی کے لئے کسی سریہ کسی فوجی دستہ یا غزوہ کی کسی سیاسی واقعہ یا اہم قانونی واقعہ کی معرفت آسان ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ سب اس سلسلہ میں موجود پاتا ہے اور یہ وہ سبب ہے جس میں یونیورسٹیوں اور مدارس میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والوں کی بڑی خدمت پائی جاتی ہے۔

پھر یہ کتاب اور اس سلسلہ کی مؤلف کی تمام کتب یہ بتاتی ہیں کہ مؤلف اپنے تحلیل و تجزیہ میں معرکہ یا غزوہ کے مقام پر ہی اکتفا نہیں کرتا جیسے اکثر نے

کتاب کا بڑا عنوان بنایا ہوا ہے (جیسے کہ یہ غزوہ حنین ہے) بلکہ وہ اس دوران میں بڑے استقلال اور باریک بینی کے ساتھ قاری کیلئے فوجی، سیاسی اور اہم ثقافتی واقعات کا دلچسپ جائزہ پیش کرتا ہے جو بڑے معرکہ سے قبل رونما ہوتے ہیں۔

پس اس سلسلہ کی نو کتابوں میں تمام سرایا اور دوسرے جنگی دستوں اور مسیر کی واقعات اور دیگر اہم واقعات کا جو بڑے معرکہ کے درمیان اور اس معرکہ کے درمیان جو اگلی کتاب کا عنوان ہوتا ہے رونما ہوتے رہتے ہیں تفصیلی ذکر پایا جاتا ہے۔ جیسے غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے درمیان ہونے والے واقعات، سرایا اور دستوں کا تذکرہ اور مؤلف نے اس سلسلہ کی نو کتابوں میں یہی طریق اختیار کیا ہے۔

اس صورت میں یہ تحقیقی سلسلہ اس لائق ہے کہ اسے عہد نبوی کی تاریخ کی عظیم کتاب قرار دیا جائے خصوصاً جب سوئیں کتاب غزوۂ تبوک مکمل ہو جائے جس کی تالیف میں مؤلف مشغول ہے۔ اس کے بعد میں استاد محمد احمد باشمیل کی اس عظیم کوشش کا تہ دل سے شکر گزار ہوں جو وہ اس سلسلہ کے شائع کرنے اور تاریخ اسلام کی خدمت کیلئے بڑے استقلال و صبر کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ میں اپنے مسلم نوجوانوں ——— اور خاص طور پر ان میں سے طالب علموں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنی درخشندہ اسلامی تاریخ کے خزانوں کا اہتمام کریں جن میں وہ بہت بیش قیمت سامان پائیں گے اور وہ اس سلسلہ میں یا اس عظیم آسان اور مفصل کتاب میں ان کے لئے راستے کو روشن کرنے کا جس کی تکمیل میں مؤلف نے بڑی مشقت اٹھائی ہے اور میں صمیم قلب سے بزرگ مؤلف کے لئے حتی المقدور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم محنت پر اسے بڑا ثواب عطا فرمائے۔

وزیر اطلاعات

ابراہیم العنقری

ریاض مملکت سعودی عرب ——— ۳۰-۴-۱۳۹۳ھ

کلمۃ المؤلف

(۱)

نحمدہ اللّٰہ ونستعینہ ونستھدیہ ونعوذ بہ من شرور انفسنا

ومن سیئات اعمالنا، وصلی اللّٰہ علی نبیک ورسولک محمد وآلہ وصحبہ وسلم

قارئین کرام! غزوۂ حنین، اسلام کے فیصلہ کن معرکوں کے سلسلہ ں نویں کتاب ہے جس کی اشاعت کے لئے اللہ تعالیٰ ہم سے کام لے رہا ہے ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنی مدد اور توفیق سے ہمیں سرفراز فرمائے اور ہمیں ان وگوں میں شامل کرے جو قول و فعل میں اس سے مخلص ہوتے ہیں اور دنیا اور آخرت یں ہمیں قول ثابت سے ثابت قدم رکھے اور ہمارا خاتمہ بالخیر کرے اور اپنی ملاقات کے روز کو ہمارا بہترین دن بنائے بلاشبہ وہ سمیع و مجیب ہے۔

ہم اس کتاب اور اس سلسلہ کی دیگر کتب کے قارئین سے امید رکھتے ہیں کہ وہ س سلسلہ کی کتب کی کسی فروگذاشت سے ہمیں مطلع کریں تاکہ ہم جلد اس کی اصلاح ریں کیونکہ تمام آدم زاد خطاکار ہیں اور ہمارا مقصد صرف تاریخ اسلام کی خدمت کرنا ہے۔

(۲)

بلاشبہ معرکۂ حنین میں درس و عبر اور مواعظ پائے جاتے ہیں جن میں اہم سبق یہ ہے ہ فتح حاصل کرنے کے لئے صرف عسکری قوت کافی نہیں ہوتی اور عسکری مادی قوت پر غرور کی حد تک اعتماد کرنا ہی ہمیشہ مصائب کا منبع رہا ہے عسکری قوت پر غرور کرنا دشمن کو حقیر سمجھنے تک پہنچا دیتا ہے اور دشمن کو حقیر سمجھنے سے فریب خوردہ فوج کے عناصر کے

درمیان لاپرواہی پھیل جاتی ہے۔ یہ بات ایسے دشمن کے لئے، اسکی عزت اور اچھے اسلحہ کے برعکس، اس کی تباہی کا زیادہ موقع فراہم کرتی ہے۔

(٣)

اور معرکہ حنین میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تو سبق نازل کرنے کے باعث ادب سکھایا اور معرکہ کے پہلے مرحلہ میں ان پر خوفناک شکست وارد ہوئی اس سے [illegible] ہو کر اس درجے میں آئی فتح کا خفیہ ہتھیار اللہ پر ایمان ہی تو ہے، نہ کہ عسکری قوت اور اسی کی حقیقت کی طرف قرآن کریم نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا
وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ

اور حنین کے روز جب تمہاری کثرت نے تمہیں مبتلائے غرور کر دیا تھا تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کے بھاگ نکلے۔

اور مسلمانوں کی تاریخ —— اپنے درخشندہ ادوار میں —— اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے کہ مسلمانوں نے اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کے باوجود جو شاندار کارنامے سرانجام دیئے اس کا اصل سبب اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اعتقاد، قولاً و عملاً اسلام کی اتباع کرنا تھا۔

پس ہماری وہ اقوام جو عزت و سیادت کی خواہاں ہیں ان پر واجب ہے کہ وہ اسلام کے ساتھ قولی اور فعلی تمسک میں ہمارے اسلاف کے کردار کے نقش قدم پر چلیں ورنہ جو شخص مسلمانوں میں سے اسلام کے بغیر عزت کا خواہاں ہوگا اللہ تعالیٰ اسے ذلیل و رسوا کر دیگا۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع [illegible] صحیح راستہ پر لے آئے تاکہ وہ اپنی ضائع شدہ عزت و مجد کو دوبارہ حاصل کر سکیں۔

مؤلف

مملکت سعودی عرب جدہ [illegible] ١٣٩٣ھ

[illegible] - ٢٦

فصل اوّل

فتح مکّہ اور غزوۂ حنین کے درمیان ہونے والے مختصر واقعات

مکہ پر مسلمانوں کے مکمل تسلط کے بعد (جو بت پرستی کا سب سے اہم ور بڑا گڑھ تھا) یہ بات نمایاں ہوگئی کہ بت پرستی کا ستارہ (نہ صرف حجاز بلکہ تمام جزیرۃ عرب میں) جلدی سے ڈوب رہا ہے اور تمام جزیرہ میں بت پرستی کے خاتمہ کا معاملہ بھی فقط وقت کا مسئلہ ہے -

کیونکہ مکہ (عسکری، سیاسی، معنوی اور ذہنی لحاظ سے) خیالات و ہشات کے اختلاف کے باوجود بت پرستوں کی نگاہوں کی آماجگاہ تھا اور دینہ کے مشرق میں بت پرستی کے خاتمہ کے بعد، اور خیبر میں یہودی وجود کے اتمہ کے بعد جو (عسکری، سیاسی اور مالی نقطۂ نگاہ سے) وجود اسلامی کو خوفزدہ رنے والا سب سے بڑا خطرہ تھا . . . . اس واقعہ کے اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں ہونے کے بعد کوئی ایسی قوت باقی نہ رہی جس سے مسلمان خوفزدہ ہوں اور اس کا دقیق جائزہ لیں اور دو عظیم قوتوں (قریش مکہ اور ہوازن جو حجاز میں حدود حرم سے لیکر مشرق اور شمال میں نجد کی اطراف تک کے دور دراز علاقے تک پھیلے ہوئے تھے) کے سوا، ان کی نظر میں اسلام کا بڑا وزن تھا -

قریش بڑے دشمن تھے جو بڑے منظم اور اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ خطرناک عداوت رکھتے تھے، ہجرت کے آٹھویں سال ماہ رمضان میں

توحیدی فوجوں کے قبضہ میں ان کے دار الخلافہ مکہ کے آجانے کے باعث ان کی قوت ٹوٹ گئی تھی اور ان کا خطرہ دور ہو چکا تھا اور قبائل ہوازن کے سوا جو زبردست جنگی قوت اور خوفناک تعداد کے حامل تھے مسلمانوں کے لئے اور کوئی خطرہ باقی نہ رہا تھا اور ان قبائل کو بیس ہزار جانبازوں سے زیادہ جمع اکٹھے کر لینے کی استطاعت حاصل تھی اور مکہ کی طرف روانگی کے وقت عملاً انھوں نے یہی کچھ کیا۔ پس مسلمانوں نے اوطاس (وادی حنین) میں ان سے مڈبھیڑ کی اور فریقین کے درمیان یہ فیصلہ کن تاریخی معرکہ ہوا جو اس کتاب میں ہماری عظیم تحقیق کا موضوع ہے۔

ہوازن سے قبل مکہ کے ارد گرد مقاومت کی پاکٹیں

قریش کے اقتدار کے زوال کے باوجود جو بت پرستی کی بڑی جڑ تھی، مکہ کے ارد گرد (ہوازن کے سوا) عرب بت پرستوں کی مقاومت کی کچھ پاکٹیں باقی رہ گئی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل ہوازن کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ کرنے سے قبل ان کی مقاومت کو ختم کرنے اور انھیں توحید کے اقتدار کے آگے سرنگوں کرنے کے لئے غور و فکر کیا پس مسلمانوں کے لئے معاملہ کے دو بارہ ہو جانے اور مکہ پر مکمل تسلط ہو جانے کے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے اپنی فوج کی کئی ٹکڑیوں کو علاقہ میں بت پرستی کے ہر قسم کے آثار کو مٹانے کے لئے روانہ فرمایا۔ پس ان ٹکڑیوں نے مکہ مکرمہ کے جنوب اور جنوب شرقی میں واقع علاقوں میں باقی ماندہ صنموں کو تباہ کرنے کی ذمہ داری لے لی۔

اور اسلامی فوج کی ٹکڑیوں نے مناۃ اور عزیٰ بت کو تباہ کر دیا اور یہ دونوں تاریخی بتوں میں سب سے بڑے بت تھے جن کی عرب کے اہل بڑی

عظمت تھی اور ان دونوں کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے، تیرانداز مومنوں نے ان دونوں کے علاوہ دیگر بتوں کو بھی تباہ کردیا جو بت پرستی کے عظیم مظہر تھے۔

معرکہ حنین سے قبل، اسلامی فوج نے مکہ سے جو جنگی کارروائیاں کیں وہ پانچ عسکری کارروائیاں ہیں جو یہ ہیں۔

(۱)

سریۃ المشلل[1] ۸ھ

یہ ایک گشتی جنگی پارٹی تھی، جسے مکہ سے سعد بن زید اشہلی المشلل میں مناۃ بت کے تباہ کرنے کے لئے لے گیا، پس اس نے بت کو تباہ کرنے کی ذمہ داری لی، واقدی نے اپنے مغازی میں اس کا ذکر کیا ہے مگر بت کے تباہ کرنے کی تفاصیل کی کیفیت کو بیان نہیں کیا اور نہ اس کے پرستاروں کے موقف کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے کوئی مقاومت کی بات نہ کی، واقدی نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ یہ ہے:

> "اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن زید اشہلی کو المشلل میں مناۃ کی طرف بھیجا تو اس نے اسے تباہ کردیا اور مناۃ ان قدیم ترین بتوں میں سے تھا جن کی عرب پرستش کرتے تھے اور یہ عزیٰ اور دیگر تمام اصنام سے قدیم ترین تھا" ——

اور کلبی اپنی کتاب الاصنام میں بیان کرتا ہے کہ

> "مناۃ عربوں کا قدیم ترین بت ہے اور عرب عبد مناۃ اور

---

[1] المشلل (پہلے حرف کے ضمہ اور دوسرے کی فتح مع کسرہ کے ساتھ) کلبی اپنی کتاب الاصنام میں بیان کرتا ہے کہ المشلل مکہ اور مدینہ کے درمیان قدید میں ساحل سمندر پر ایک جگہ ہے

نیز مناۃ نام رکھتے تھے اور یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان قدید مقام پر المشلل کی جانب ساحل سمندر پر نصب تھا اور تمام عرب اس کی تعظیم کرتے اور اس کے ارد گرد قربانیاں کرتے تھے اور اوس اور خزرج اور مدینہ اور مکہ میں آنے والے اور قرب و جوار کے لوگ اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے لئے قربانیاں دیتے تھے اور اسے تعظیم کی خاطر تحفے بھیجتے تھے۔

اور معد کی اولاد: حضرت اسماعیل علیہ السلام کے باقیماندہ دین پر قائم تھی اور ربیعہ اور مضر بھی آپ کے بقیہ دین پر قائم تھے اور اوس اور خزرج سے بڑھ کر مناۃ کی تعظیم کرنے والا کوئی نہ تھا۔

کلبی بیان کرتا ہے کہ:

> "اوس اور خزرج اور اہلِ یثرب اور دیگر عربوں میں سے جو اُن کے طریق کے پیروکار تھے وہ حج کرتے اور لوگوں کے ساتھ تمام مواقف میں ٹھہرتے اور اپنے سروں کو نہ منڈاتے پس جب وہ چلتے تو مناۃ کے پاس آتے اور اُس کے پاس اپنا سر منڈاتے اور قیام کرتے اور وہ اس کے بغیر اپنے حج کو مکمل نہ سمجھتے۔"

جیسے اوس اور خزرج کے مناۃ کو عظمت دینے کی وجہ سے عبدالعزیٰ بن ودیعہ مزنی یا اس کے سوا کوئی اور عرب کہتا ہے میں نے آلِ خزرج کے اُترنے کی جگہ کے نزدیک مناۃ کی سچی قسم کھائی ہے۔

اور جاہلیت میں عرب، اوس اور خزرج سب کو خزرج ہی کہتے تھے اسی وجہ سے وہ کہتا ہے کہ (آلِ خزرج کے اُترنے کی جگہ کے نزدیک)

اور اس مناۃ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے۔ فرماتا ہے:

ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ   اور یہ ہذیل اور خزاعہ کا بھی بت تھا[1]

اور کلبی امام واقدی کی مخالفت کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ مناۃ بت کے توڑنے کی ذمہ داری لینے والے حضرت علی بن ابی طالب تھے وہ کہتا ہے کہ

"تمام عرب اور قریش مناۃ کی تعظیم کرتے تھے اور ابھی وہ اسی ڈگر پر قائم تھے کہ ہجرت کے آٹھویں سال رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینے سے نکلے اور یہ وہ سال ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمائی تھی پس جب آپ مدینہ سے چار یا پانچ راتیں چلے تو آپ نے حضرت علی کو اس کی طرف روانہ کیا اور آپ نے اسے تباہ کر دیا اور جو کچھ اس کے پاس تھا لے لیا اور لے کے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور آپ نے جو چیزیں لیں ان میں دو تلواریں بھی تھیں جنہیں شاہ غسان حارث بن ابی شمر نے اسے تحفۃً دیا تھا ان میں سے ایک کا نام مخذم اور دوسری کا رسوب تھا اور یہ حارث کی وہ تلواریں تھیں جن کا ذکر علقمہ نے اپنے شعر میں کیا ہے ؎

مظاهر سربالی حدید علیهما   عقیلا سیوف مخذم و رسوب

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دونوں تلواریں حضرت علی کو عنایت فرما دیں کہتے ہیں کہ حضرت علی کی ذوالفقار ان میں سے ایک تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت علی نے ہی دونوں تلواروں کو فلس میں پایا تھا جو طی کا بت تھا، حضرت نبی کریم نے آپ کو بھیجا تو آپ نے اسے تباہ کر دیا[2]

---

[1] کتاب الاصنام ص ۱۳ - ۱۴   [2] کتاب الاصنام ص ۱۵

یہ گشتی جنگی پارٹی تیس ۳۰ سواروں پر مشتمل تھی

عزیٰ کو تباہ کرنے والا دستہ ۲۵ رمضان ۸ھ:

جس کی قیادت حضرت خالد بن ولید کی تھی جنہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزیٰ کے تباہ کرنے پر مامور کیا تھا اور یہ قریش کے نزدیک سب سے بڑا بت تھا۔

اور اصحاب مغازی وسیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید اپنے سواروں کے ساتھ عزیٰ کی طرف گئے (جو وادی نخلہ کے بل کی جہت کی ایک ٹکری پر نصب تھا جسے آجکل وادی یمانیہ کہتے ہیں) اور اسے تباہ کر دیا۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ:

> "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز، جبکہ رمضان کی آٹھ راتیں باقی تھیں مکہ تشریف لائے اور آپ نے ہر جانب سرایا بھیجے اور انہیں حکم دیا کہ جو شخص اسلام پر قائم نہیں اس پر حملہ کریں پس ہشام بن العاص یلملم کی طرف چلا گیا اور آپ نے خالد بن سعید بن العاص کو عرنہ[1] سے قبل تین سو آدمیوں کے ساتھ بھیجا"۔

اور آپ نے خالد بن ولید کو عزیٰ کے تباہ کرنے کے لئے بھیجا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عزیٰ، نخلہ میں تھا اور یہ ایک گھر تھا اور قریش میں سے یہ قبیلہ اور کنانہ اور مضر سب اسی کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے دربان اور حاجب بنی شیبان[2] سے ہوئے تھے جو بنی سلیم[3] میں سے تھے۔

---

[1] "عرنہ" کی عین پیش اور "ر" کی زبر کے ساتھ، عرفات کے سامنے ایک وادی ہے جو عرفہ اور مزدلفہ کے درمیان ہے۔ [2] شیبان "ش" کی زبر کے ساتھ قوم کا نام متعدد عرب قبائل پر بولا جاتا ہے اور یہاں پر بنی شیبان کا ذکر ہے جو سلیم کا ایک بطن ہے اور وہ بنی ہاشم کے حلیف ہیں۔ [3] سلیم کے حالات ہماری کتاب "فتح مکہ" میں دیکھئے۔

پس جب اس کے سلمی دربان نے سنا کہ خالد اس کی طرف آ رہا ہے تو وہ اُس پہاڑ پر چڑھ گیا جس کے بارے میں وہ کہتا ہے:

"اے عزیٰ! خالد پر ایسا زبردست حملہ کر جس سے اس کے ایسا زخم
لگے جس سے موت واقع نہ ہو اور اوڑھنی کو پھینک کر آستینیں چڑھا لے
اے عزیٰ اگر تو نے خالد کو قتل نہ کیا تو تو عاجل گناہ کے ساتھ واپس
آئے گا یا تیری مدد کی جائے گی:

پس جب خالد اس کے پاس پہنچے تو آپ نے اسے توڑ پھوڑ دیا اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آ گئے۔[1]

اور ایک مؤرخ کا بیان ہے کہ

حضرت خالد نے جب عزیٰ کو توڑا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے تو آپ نے ان سے دریافت کیا، آپ نے اُسے توڑا ہے؟ آپ نے جواب دیا، ہاں یا رسول اللہ! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم نے کوئی چیز دیکھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا، نہیں، آپ نے فرمایا، واپس جاؤ تم نے اُسے نہیں توڑا، اس کی طرف جا کر اُسے توڑو۔ حضرت خالد غصہ کی حالت میں واپس گئے اور جب اس کے پاس پہنچے تو آپ نے اپنی تلوار سونت لی اور ایک برہنہ سیاہ فام عورت کھلے سر آپ کے پاس آئی اور وہاں آ کے آوازیں دینے لگا، حضرت خالد کا بیان ہے کہ میری کمر میں لرزہ پیدا ہو گیا اور وہ چلانے لگا،

اے عزیٰ! شدت سے حملہ کر اور خالد کے متعلق جھوٹ نہ بول، اور

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ ص۸۷

اوڑھنی پھینک دے اور آستینیں چڑھا لے اور اے عزیٰ اگر تو نے خالد کو قتل نہیں کیا تو تو عاجل گناہ کے ساتھ واپس لوٹے گا یا مدد دیا جائے گا۔

پس حضرت خالد تلوار لے کر اس کے پاس گئے اور آپ کہہ رہے تھے

اے عزیٰ! میں تیرا انکار کرتا ہوں اور تیری پاکیزگی بیان نہیں کرتا،
میں نے اللہ کو تیری اہانت کرتے پایا ہے۔

پس آپ نے تلوار مار کر اُسے دو ٹکڑے کر دیا۔ پھر آپ نے واپس آکر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا، ہاں! یہ عزیٰ تھا اور وہ تیرے علاقے میں ہمیشہ کے لئے عبادت سے مایوس ہو چکا ہے۔ پھر خالد نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں عزت دی اور ہمیں ہلاکت سے بچایا، میں اپنے باپ کو دیکھا کرتا تھا کہ وہ عزیٰ کے پاس معمولی عطیہ لایا کرتا تھا یعنی سو اونٹ اور بکریاں اور وہ انہیں عزیٰ کی خاطر ذبح کیا کرتا تھا اور تین دن اس کے پاس ٹھہرا کرتا تھا، پھر شاداں و فرحاں ہمارے پاس آجاتا تھا، پس میں نے اپنے باپ کی موت کی کیفیت کو دیکھا اور یہ وہ رائے ہے جس کے کنارے پر وہ زندگی بسر کرتا تھا اس نے کیسے فریب کھایا حتیٰ کہ وہ ایک پتھر کے لئے قربانی کرنے لگا جو سننے دیکھنے اور نفع و ضرر پہنچانے سے عاری تھا، تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے وہ جس کے لئے ہدایت کو آسان کر دیتا ہے وہ اس کے لئے آسان ہو جاتی ہے اور جس کے لئے وہ ضلالت کو آسان کر دیتا ہے وہ اس میں زندگی بسر کرتا ہے اور عزیٰ کی تباہی ۲۵ رمضان سنہ ۸ ہجری کو ہوئی۔

اور اس کا دربان بنی سلیم کا افلح بن نضر شیبانی تھا، پس جب اس کی

وفات کا وقت قریب آیا تو وہ غمگین ہو کر اس کے پاس گیا تو ابولہب نے اس سے کہا کیا وجہ ہے کہ میں تجھے غمگین دیکھ رہا ہوں۔ اس نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ میرے بعد عزیٰ ضائع ہو جائے گا۔ ابولہب نے کہا، غم نہ کر میں تیرے بعد اس کی نگرانی کروں گا اور وہ پھر ملنے والے سے کہنے لگا کہ اگر عزیٰ غالب آ گیا تو میں نے اس کی نگرانی کر کے اس پر احسان کیا ہے اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزیٰ پر غالب آ گئے ـــ اور مجھے وہ غالب ہوتا نظر نہیں آتا تو وہ میرے بھتیجے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، تبت یدا ابی لہب، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے یہ بات لات کے بارے میں کہی تھی۔[1]

عزیٰ کی تاریخ

جزیرہ عرب میں بت پرستی کی ابتدا اور اصنام کی تاریخ کے ماہرین کا اسلوب کلام اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مناۃ بت، عزیٰ سے بھی قدیم ترین ہے اور عزیٰ کو قریش اور دیگر عربوں نے لات اور مناۃ کے بعد، اللہ کے سوا معبود بنایا تھا اور کلبی نے اپنی کتاب الاصنام میں بیان کیا ہے کہ عزیٰ، لات اور مناۃ سے جدید تر ہے اور اس نے اپنے اس قول سے تعلیل کی ہے کہ میں نے عربوں کو سنا ہے کہ وہ عزیٰ سے قبل ان دونوں کا نام لیتے تھے اور عرب نے تمیم بن مر کو دیکھا کہ اس نے اپنے بیٹے کا نام (زید مناۃ) بن تمیم بن مر بن اُد بن طابخہ اور عبد مناۃ بن اُد رکھا اور لات کے نام پر ثعلبہ بن عکابہ نے اپنے بیٹے کا نام تیم اللات رکھا۔۔ اور تیم اللات بن رفیدہ بن ثور۔۔۔۔ اور زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن وبرہ بن مر بن اد بن طابخہ۔۔۔ اور تیم اللات بن نمر بن قاسط اور عبد العزیٰ بن

---

[1] واقدی جلد ۲ ص ۸۷۰

کعب بن سعد بن زید بن مناۃ بن تمیم رکھا۔ پس عزیٰ پہلے دونوں بتوں سے جدید تر ہے

عربوں میں عزیٰ نام اختیار کرنے والا پہلا شخص

اور عبد العزیٰ بن کعب، عربوں میں قدیم ترین نام رکھنے والا آدمی تھا اور عزیٰ بنانے والے کا نام ظالم بن سعد تھا، جو نخلہ شامیہ کی وادی حراض میں غمیر کے بالمقابل، مکہ سے عراق کی جانب مصعد کی دائیں طرف واقع ہے اور یہ ذات عرق سے اوپر بستان کی جانب نو میل پر ہے۔ پس اس نے اس پر ایک مکان بنا دیا اور وہ اس میں آواز سنا کرتے تھے اور عرب اور قریش، عبد العزیٰ کی طرف منسوب ہوتے تھے اور یہ قریش کے نزدیک سب سے بڑا بت تھا اور وہ اس کی زیارت کرتے، ہدیے دیتے، اور اس کے پاس قربانیاں کرتے تھے[1] اور قریش کعبہ کا طواف کرتے اور کہتے تھے

واللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ
فانہن الغرانیق العلیٰ وان شفاعتہن لترتجیٰ

اور وہ کہا کرتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں (اللہ ان باتوں سے پاک ہے) اور یہ اس کے پاس سفارش کرتی ہیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مبعوث فرمایا تو اس پر یہ آیات نازل فرمائیں۔

افرأیتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ الکم الذکر وله الانثیٰ تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ ان ھی الا اسماء سمیتموھا

---

[1] کتاب الاصنام ص ۲۰ الدار قومیہ القاہرہ

انتم وآباؤکم ما انزل اللہ بہا من سلطان[۱]

اور قریش نے وادی حراض میں عزیٰ کے لئے ایک گھاٹی مخصوص کی تھی جسے سقام کہتے تھے اور وہ اسے حرم کعبہ کے مشابہ قرار دیتے تھے۔ اور یہ ابو جندب ہذلی ثم القردی کا ایک محبوبہ عورت کے بارے میں قول ہے اس نے بیان کیا ہے کہ اس عورت نے اس کے لئے عزیٰ کی قسم کھائی تھی۔

اور اس نے اس شاعر کی مغلظ قسم کھائی جس نے سقام کی شاخوں کو گرم کر دیا اور اگر تو نے میرے کپڑے نہ بیچے تو پہنے دوسرے احسانات کو روا کر، ہماری زندگی کلام کے ساتھ ہے۔ اس پر ام حویرث کی جدائی شاق گزرتی ہے پس وہ بات کا مکمل ارادہ کرتا ہے۔

اور درہم بن زید اوسی اس کے بارے میں کہتا ہے:

مجھے مبارک عزیٰ کے گھر کی قسم جو سرف سے ورے رہتا ہے۔

اور اس کے لئے ایک قربان گاہ تھی جس میں وہ اس کی قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے تھے؛ اسے غبغب کہا جاتا تھا۔ اور ہذلی ایک آدمی کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے جس نے اسمار نامی ایک خوبصورت عورت سے شادی کر لی تھی کہ اسمار کا چمڑے کے رنگنے کے قبیلے سے نکاح ہوا ہے جسے بنی غنم کے ایک آدمی نے اسے تحفہ دیا تھا اور جب وہ اسے العزیٰ کے غبغب کی طرف لئے جاتا تھا تو اس نے اس کی آنکھ میں میل دیکھی تو تقسیم میں نقصان اٹھایا۔

اور وہ اپنی قربانیوں کا گوشت ان لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے جو اس کے پاس حاضر ہوتے تھے اور اس کے پاس رہتے تھے۔ نمیکہ قرزی، عامر

---

[۱] النجم ۱۹، ۲۰ ـ ۲۱ ۲۲

بن طفیل سے کہتا ہے،

اے سال اگر ہمارے نیزے اور منیٰ سے غبغب تک رقص کرنے
والی عورتیں تجھ پر قدرت پاتیں تو تجھے جوار مقام پر ٹھونس
ٹیلہ ار نیزے کی چوٹ لگتی یا تو بغیر جا پہنچ کے ٹھہرا رہتا۔

اور قیس بن منقذ بن عبید بن ضاطر بن حبشیہ بن سلول خزاعی (جسے سنانہ میں سے بنی عداوت ایک عورت نے جنم دیا تھا) جسے قیس بن حدادیہ خزاعی کہتے ہیں اس کے متعلق کہتا ہے۔

"ہم نے بیت اللہ میں پہلی قسم کھائی وگرنہ غبغب میں پتھر چل پڑتے۔"

اور قریش اسے خاص عظمت دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل کہتا ہے، اور وہ جاہلیت میں خدا پرست ہو گیا تھا اور اس نے عزیٰ اور دیگر اصنام کی پرستش کو چھوڑ دیا تھا۔

میں نے لات اور عزیٰ سب کو چھوڑ دیا ہے اور بہادر اور صابر آدمی
ایسے ہی کیا کرتا ہے پس میں عزیٰ اور اس کی دونوں بیٹیوں کی تابعداری نہیں کرتا
اور نہ ہی بنی غنم کے بتوں کی زیارت کرتا ہوں اور نہ ہبل کی زیارت کرتا ہوں،
اور جب میری عقل چھوٹی تھی تو وہ زمانے میں ہمارا رب تھا۔

اور بنو شیبان بن جابر بن مرہ بن عبس ابن رفاعہ بن الحارث بن عتبہ بن سلیم بن منصور جو بنی سلیم ہی سے تھے عزیٰ کے دربان تھے اور ان میں سے اس کا آخری دربان دبیہ بن حرمی السلمی تھا اور ابو خراش ہذلی اسکے متعلق کہتا ہے اور وہ اسکے پاس آیا تھا اور اس نے اسے دو شاندار جوتے پہنائے تھے۔

دبیہ نے میرے جوتوں کے پھٹ جانے کے بعد مجھے جوتے پہنائے اور وہ
بہت اچھا دوست ہے۔ وہ دونوں بوڑھے بیلوں کی پیٹھ کے مقابل کی جگہ سے

بنائے گئے ہیں اور ان دونوں کا ملاپ بہت خوبصورت ہے۔ یہیں وہ مسافروں کا کیا ہی اچھا شبستان ہے جن کے کجاووں کو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا لگتی ہے اور وہاں کی بھوک کے ساتھ موٹی روٹیوں کے تابع سے جنگ کرتا ہے جنھیں گھی خوب تر کرتی ہے۔

پس عزیٰ کی مسلسل یہی حالت رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو آپ نے اسکے اور دیگر اصنام کے نقائص بیان کئے اور لوگوں کو ان کی عبادت سے منع کیا اور اس بارے میں قرآن بھی نازل ہوا۔ پس قریش کو یہ بات گراں گزری اور ابو احیحہ بیمار ہو گیا (یعنی سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف) اور اسی بیماری سے مر گیا۔ جب ابو لہب اس کی عیادت کے لئے اس کے پاس آیا تو اس نے اسے روتے پایا تو کہنے لگا اے ابو احیحہ تجھے کس چیز نے رلا دیا۔ کیا تو موت کے خوف سے روتا ہے حالانکہ اس سے تو کوئی چارہ نہیں۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ بلکہ میں اس بات سے خائف ہوں کہ میرے بعد عزیٰ کی پرستش نہیں ہوگی۔ ابو لہب نے کہا، خدا کی قسم تیری زندگی میں اس کی پرستش تیری وجہ سے نہیں ہوتی اور نہ تیری موت کے بعد اس کی پرستش ترک ہوگی تو ابو احیحہ کہنے لگا اب مجھے معلوم ہوا کہ میرا بھی کوئی جانشین ہے اور میں اس کی عبادت میں اس کے مضبوطی سے کھڑا رہنے کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ جب فتح کا سال آیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بلایا اور فرمایا کہ نخلہ کے نشیب میں ایک درخت کے پاس جا کر اسے کاٹ دیجئے۔ آپ گئے تو آپ نے دبیہ کو پکڑ کر قتل کر دیا اور یہ اس کا دربان تھا۔ اور ابو خراش ہذلی دبیہ کا مرثیہ کہتے ہوئے بیان کرتا ہے۔

"آخر دبیہ کو کیا ہوا ہے کہ میں اسے شرابیوں کے درمیان نہیں دیکھتا

وہ نہ آیا ہے اور نہ اس نے چکر لگایا ہے اگر وہ زندہ ہوتا تو
صبح صبح انہیں شیریں بنی المصطلق میں لبالب پیالے پلاتا۔
وہ بہت مہمان نواز ہے جس کا پیالہ عظیم القدر ہے اور سردی
کے وقت وہ شوربے ہوئے گوشت کے حوض کی طرح ہوتا ہے۔
مقام خالی ہوگیا ہے اور درندوں اور گدھوں میں ہوا کے
گزرنے کے سوا اس کا کوئی انیس نہیں رہا۔[1]

مورخین کا بیان ہے کہ سعید بن العاص ابو احیحہ مکہ میں عمامہ باندھا کرتا تھا اور جب وہ عمامہ باندھتا تو کوئی شخص اس کے عمامے کے رنگ کا عمامہ نہ باندھتا تھا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ عزیٰ ایک شیطانہ تھی جو وادی نخلہ میں تین بار آتی تھی۔ اور قریش مکہ اور مکہ میں مقیم عرب، بتوں میں سے عزیٰ کی طرح کسی بت کی تعظیم نہ کرتے تھے اور قریش نے اسے دیگر بتوں کے سوا زیارت اور ہدیہ کے لیے مخصوص کیا ہوا تھا، نیز ثقیف نے لات کو اسی طرح مخصوص کر لیا تھا جیسے قریش نے عزیٰ کو مخصوص کیا تھا اور اوس اور خزرج نے مناۃ کو مخصوص کر لیا تھا جیسے دیگر لوگوں نے دوسرے بتوں کو مخصوص کیا ہوا تھا مگر سب کے سب عزیٰ کی تعظیم کرتے تھے۔

اور وہ ان پانچ بتوں کے بارے میں جنہیں عمرو بن لحی لایا تھا اور جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے

ولا تذرن ودًا ولا سواعا ولا یغوث و یعوق و نسرًا

وہ ایسے نہیں رکھتے تھے جو اس کے بارے میں کرتے تھے اور نہ ہی اس کے قریب کوئی نذر رکھتے تھے۔

---

[1] کتاب الاصنام از کلبی صفحہ ۱۳ تا ۱۴

(۳)

ـسریہ یلیلم آخر ماہِ رمضان ۸ھ

یہ ایک گشتی جنگی پارٹی تھی جو دوسو جانبازوں پر مشتمل تھی جنہیں حضرت
ی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہشام بن العاص کی قیادت میں ان لوگوں سے جنگ
نے کے لئے روانہ فرمایا جو مکہ مکرمہ کے جنوب مشرق میں واقع یلملم کے علاقہ میں رہتے تھے.
وادی طائف کے درمیان اور طائف سے پیدل آدمی کیلئے دو راتوں کے فاصلے
واقع ہے۔

ادریلیلم حج کے لئے اہل یمن کا میقات ہے اور اس میں حضرت معاذ بن جبل
مسجد ہے اور مرزوقی کہتا ہے کہ یہ طائف کا ایک پہاڑ ہے جو دو راتوں کے فاصلے پر
اقع ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ ایک وادی ہے جس کے متعلق ابو دہبل شاعر
تا ہے،

> "پس کوئی نگران نہ سویا اور قصہ تہجیلے سے کوئی داستان گو ہٹا یہاں تک
> کہ وہ بچے یلیلم سے آگے نکل گئے۔ لہ"

اور میرے سامنے جو مصادر موجود ہیں ان میں مجھے یلیلم سے کوئی ایسا قبیلہ نظر
نہیں آیا جس نے اس فوجی دستہ کا قصد کیا ہو جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ہشام بن عاص کی قیادت میں روانہ فرمایا تھا ..... اس طرح ہمیں یہ بھی نہیں ہو سکا
کہ کیا اس غزوہ میں جنگ ہوئی یا نہیں۔

ہمیں جو کچھ معلوم ہو سکا ہے وہ واقدی کا قول ہے کہ
"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر جانب سرایا بھیجے اور انہیں حکم دیا کہ

لہ معجم البلدان از یاقوت جلد ۸ ص ۴۴۱

وہ ہر اُس شخص پر حملہ کریں جو اسلام نہیں لایا۔ پس ہشام بن العاص دو سو جوانوں کے ساتھ یلملم کی جانب گیا۔[1]

لیکن مرجح بات یہ ہے کہ ہشام بن العاص کا یہ دستہ ہوازن کے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا گیا تھا کیونکہ طائف کے اردگرد واقع علاقہ میں تمام قبائل ہوازن سے تعلق رکھتے ہیں یا ثقیف کے حلیف ہیں اور وہ بھی ہوازن کا ایک بطن ہیں۔

(۳)

دستہ عرنہ، آخر ماہِ رمضان سـ۸ھ

عرنہ وہ مشہور وادی ہے جو آجکل عرفات کے سامنے ہے اور اس میں شامل نہیں ہے اور اسی وادی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ——— عرفات کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ——— اپنا وہ مشہور خطبہ دیا جو حجۃ الوداع کے خطبہ کے نام سے مشہور ہے اور ظہور اسلام کے وقت عرنہ کے باشندے ہذیل کا ایک بطن تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید عداوت رکھتے تھے اور انہوں نے ہجرت کے چوتھے سال عرنہ میں ایک فوج کشی کی جس سے وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں جنگ کرنا چاہتے تھے۔

مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے ایک فدائی عبداللہ بن انیس الجہنی کو بھیجا جس نے عرنہ میں فوج کے سالار خالد بن سفیان ہذلی کو قتل کر دیا اور جب اُن کے سالار کے قتل کے بعد جنگ کا منصوبہ بیکار ہو گیا تو ہذیل کی جنگ ناکام ہو گئی

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۵۳

اور جس فوج نے ہجرت کے آٹھویں سال فتح کے بعد مکہ سے عرنہ کی طرف
ارج کیا وہ تین سو جانبازوں پر مشتمل تھی جن کی قیادت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ے خالد بن سعید بن العاص کو عرنہ سے بتوں کے وجود کے خاتمہ کے لیے عطا
رمائی مگر ہمارے علم کے مطابق کسی مؤرخ نے اس فوجی دستے کی کاروائیوں کی تفصیل
ا ذکر نہیں کیا جس کی قیادت خالد بن سعید بن الاعاص نے عرنہ تک کی تھی . . .
اں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ اُسے ہذیل قبیلہ کی طرف بھجوایا
یا تھا جس کے بہت سے آدمی فتح مکہ کے بعد بت پرستی پر قائم رہ گئے تھے جن کا
طن عرنہ تھا جس کی طرف دستہ کو بھجوایا گیا تھا۔

(۵)

فتح مکہ کے بعد اور غزوۂ حنین
سے قبل ہوا اہم فوجی واقعہ

زوۂ بنی جذیمہ آخر ماہ رمضان سنہ ۸ھ

رونما ہوا۔ وہ وہ جنگ ہے جس میں حضرت خالد بن ولید نے بنی جذیمہ پر حملہ کیا
ور اس میں ایک غلطی کے باعث جو بدنیتی پر مبنی نہ تھی انھیں حضرت رسول کریم
ی جانب سے ملامت سے دوچار ہونا پڑا کیونکہ آپ نے بنی جذیمہ کے کچھ آدمیوں
و جو مسلمان تھے اس ظن کی بنا پر قتل کر دیا تھا کہ وہ ابھی تک مشرک ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھے گروپ
ے سالار حضرت خالد بن ولید کو جس نے مکہ پر جنوب سے چڑھائی کی تھی دیار بنی
جذیمہ کی طرف جانے کا مکلف کیا۔ آپ نے انھیں داعی الی الاسلام بنا کر بھیجا

ہ جذیمہ، کنانہ کا بطن ہیں اور وہ بنو جذیمہ بن عامر بن عبد مناۃ بن کنانہ ہیں جو الغمیصا
یں سکونت پذیر تھے (معجم قبائل العرب جلد ۱ ص ۱۸۱)

جانباز بناکر نہیں بھیجا تھا۔ [1]

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کے لیے ساڑھے تین سو مجاہدین انصار اور بنی سلیم کے آدمیوں پر لائے تیار دستہ باندھا اور انھیں مکہ سے بنی جذیمہ کی طرف ملک کی ترقی میں بھیجا، اور حضرت خالد (دانا عسکری سالار کی طرح) جلد فیصلے کرنے اور انھیں جلد نافذ کرنے میں مشہور تھے۔ ۔ ۔ ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے اجتہاد کرتے ہوئے بعض امور میں جلدبازی سے کام لیا اور ایسے اعمال کے مرتکب ہوئے جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار بیزاری کیا اور ان کی وجہ سے حضرت خالد سے ناراض ہوئے۔ اور یہ واقعہ یوں ہے کہ انھوں نے اپنے اجتہاد سے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ وہ بنی جذیمہ کے کچھ قیدیوں کو جن کے متعلق واضح ہوچکا تھا کہ وہ مشرک نہیں بلکہ مسلمان ہیں قتل کردیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے تحقیق کرنے کے بعد ان کے لیے استغفار کیا۔ پھر بنی جذیمہ کے مقتولین کی دیات دیں کیونکہ وہ مسلمان تھے اس لئے کہ ان کا قتل، ذمہ دار مسلمان حضرت خالد بن ولید کی اجتہادی غلطی کے باعث ہوا تھا۔ واقدی بیان کرتا ہے کہ

> "جب حضرت خالد بن ولید عزیٰ کو تباہ کرنے کے بعد مکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے تو آپ نے انھیں بنی جذیمہ کی طرف داعی الی الاسلام بناکر بھیجا تھا، جانباز بناکر نہیں بھیجا تھا پس وہ نکلے ہمراہ انصار اور بنی سلیم کے مسلمانوں

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۸۸۲

کے ساتھ روانہ ہوئے جن کی تعداد ساڑھے تین سو تھی پس آپ
سحر کی ترائی میں اُن کے پاس پہنچ گئے اور بنی جذیمہ سے کہا
گیا کہ یہ خالد بن ولید ہیں اور ان کے ساتھ مسلمان بھی ہیں
انھوں نے کہا اور ہم بھی مسلمان لوگ ہیں ہم نمازیں پڑھتے اور
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہیں اور ہم نے مساجد بنائی
ہیں اور ان میں اذانیں دیتے ہیں۔ پس حضرت خالدؓ انکے پاس
گئے اور کہا: اسلام قبول کرو، انھوں نے کہا ہم مسلمان ہیں
آپ نے کہا، تم ہتھیار بند کیوں ہو؟ انھوں نے جواب دیا ہمارے
اور ایک عرب قوم کے درمیان عداوت پائی جاتی ہے۔ ہم
ڈر گئے کہ کہیں تم وہی نہ ہو۔ پس ہم نے ہتھیار لے لیے تاکہ ہم
دین اسلام کے مخالفین کو اپنے آپ سے دُور ہٹا دیں۔ آپ نے
کہا، پھر ہتھیار اُتار دو، اور ان میں سے جحدم نام ایک آدمی
نے اُنھیں کہا، اے بنی جذیمہ! قسم بخدا یہ خالد ہے اور محمد
صلے اللہ علیہ وسلم کسی آدمی سے اقرار اسلام سے بڑھ کر اور کچھ
نہیں چاہتے اور ہم اسلام کے اقراری ہیں اور خالد ہم سے
وہ نہیں چاہتا جو مسلمانوں سے چاہا جاتا ہے اور وہ ہمیں ہتھیار رکھوا
کے ساتھ قید کرنا چاہتا ہے اور قید کے بعد تلوار استعمال کرنا
چاہتا ہے۔ اُنھوں نے کہا ہم تجھے اللہ کو یاد دلاتے ہیں تو ہمیں
تکلیف دینا چاہتا ہے مگر آپ نے اپنی تلوار پھینکنے سے انکار
کر دیا یہاں تک کہ سب نے آپ سے گفتگو کی تو آپ نے اپنی
تلوار پھینک دی اور انھوں نے کہا ہم مسلمان ہیں اور لوگ اسلام

قبول کر چکے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کر لیا ہے اور ہم خالد سے نہیں ڈرتے۔ اس نے کہا قسم بخدا کہ وہ تم کو ان قدیم کینوں کی وجہ سے جنہیں تم جانتے ہو پکڑ لیں گے تو لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے پھر خالد نے انہیں کہا، اپنے آپ کو بطور قیدی کے حوالے کر دو، تو جحدم نے کہا اے لوگو! وہ مسلمانوں کو قیدی بنا کر جب چاہتا ہے وہ جو چاہتا ہے وہ چاہتا ہے۔ تم نے میری مخالفت کی ہے اور میرا حکم نہیں مانا اور خدا کی قسم وہ تلوار ہے پس لوگ قیدی بن گئے تو آپ نے بعض لوگوں کو کچھ لوگوں کی مشکیں کسنے کا حکم دیا، اور جب ان کی مشکیں کس دی گئیں تو آپ نے مسلمانوں کے ہر آدمی کو ایک یا دو آدمی دے دیئے اور انہوں نے بند صفوں میں رات گزاری اور جب نماز کا وقت آتا تو وہ مسلمانوں سے بات کرتے اور نماز پڑھتے پھر باندھ دیئے جاتے پس جب صبح ہوئی اور مسلمان ان کے درمیان خلط ملط ہو گئے تو ایک آدمی نے کہا ہم ان کو قید کر کے کیا کریں گے ہم انکو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جائیں گے اور ایک آدمی نے کہا، ہم دیکھیں گے کہ کیا یہ سنتے یا اطاعت کرتے ہیں اور ہم ان کا جائزہ لیں گے اور لوگ انہی دو باتوں پہ قائم تھے سحری کے وقت حضرت خالد بن ولید نے آواز دی کہ جس کے پاس کوئی قیدی ہے وہ تلوار سے اس کا کام تمام کر دے پس بنو سلیم نے ان تمام آدمیوں کو قتل کر دیا جو ان کے قبضے میں تھے اور مہاجرین اور انصار نے اپنے قیدیوں کو رہا کر دیا۔

اور یہاں خالد بن ولید اور انصار کے ایک سردار ابو اسید الساعدی کے درمیان اس وقت مقابلہ بازی شروع ہو گئی جب انصار اور مہاجرین نے اپنے قیدیوں کو قتل کرنے کی بجائے رہا کر دیا اور حضرت خالد ناراض ہو گئے تو ابو اسید نے کہا، اے خالد! خدا سے ڈر، خدا کی قسم ہم مسلمانوں کو قتل کرنے والے نہیں، خالد نے کہا، تمہیں کس نے بتایا ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔ ابو اسید نے کہا، ہم اُن کے اقرار اسلام کو سُن رہے ہیں اور یہ مساجد ان کے میدان میں ہیں۔

خالد جب اپنے اس فعل کے بعد دیار جذیمہ سے واپس لوٹے تو کبار صحابہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عثمان بن عفان نے انھیں ملامت کی اور انھوں نے جو کچھ کیا تھا اُس کے جواز سے وہ اپنا دفاع کرتے رہے مگر حضرت عمرؓ نے انھیں بتایا کہ انھوں نے اپنی کارروائی میں غلطی کی ہے تو خالد نے غلطی کا اعتراف کیا اور حضرت عمر سے استدعا کی وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر آپ سے میرے لئے استغفار کی درخواست کریں۔

حضرت عمرؓ نے حضرت خالد سے اس معاملے میں مناقشہ کرتے ہوئے کہا خالد تیرا بُرا ہو تو نے بنی جذیمہ سے اس بات پر گرفت کی ہے جو جاہلیت میں تھی، کیا اسلام نے اپنے سے پہلے کی جاہلانہ باتوں کو مٹا نہیں دیا؟ حضرت خالد نے کہا اے ابو حفص! میں نے ان پر حق کے ساتھ گرفت کی ہے۔ میں نے مشرک قوم پر حملہ کیا اور وہ قوت پکڑ گئے اور جب وہ قوت پکڑ گئے تو مجھے ان کے ساتھ جنگ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا پس میں نے انھیں قید کر لیا پھر انھیں تلوار پر دھر لیا حضرت عمرؓ نے کہا، عبد اللہ بن عمر سے کس آدمی نے سیکھا ہے؟ اُس نے کہا خدا کی قسم میں اُسے نیک آدمی سمجھتا ہوں۔ آپ نے کہا مجھے اس نے وہ بات بتائی ہے جو تمہاری بات سے مختلف ہے اور وہ اس فوج میں تمہارے ساتھ تھا۔ حضرت

خالد نے کہا میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اور اس کے حضور توبہ کرتا ہوں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت عمر خاموش ہو گئے اور فرمایا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ تمہارے لئے استغفار کریں گے[1]

مورخین بیان کرتے ہیں کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت خالد کے فعل کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی آپ فرمار ہے تھے۔

"میرے اللہ خالد نے جو فعل کیا ہے میں تیرے حضور اس سے برات کا اظہار کرتا ہوں۔"

اور جب خالد آئے تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ ناراض تھے۔ پھر آپ نے اطلاع ملنے کے بعد اور تحقیقات سے حضرت خالد کے فعل کی غلطی ثابت ہو جانے کے بعد فیصلہ کیا کہ بنی جذیمہ کے ان مقتولین کی دیات دی جائیں جنہیں حضرت خالد نے غلطی سے قتل کر دیا تھا پس آپ نے حضرت علیؓ کو بلا کر انھیں مال دیا اور فرمایا: بنو جذیمہ کے پاس جاؤ اور جاہلیت کے معاملے کو اپنے دونوں پاؤں کے نیچے رکھو اور خالد نے جو کیا ہے اس کی دیت انھیں دو۔

پس حضرت علی اس مال کو لے کر ان کے پاس پہنچے اور ان کے مقتولین کی دیات دینے لگے مگر آپ جو مال لے کر گئے تھے وہ کافی نہ ہوا تو آپ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بنی جذیمہ کے حقوق کو پورا کرنے کے لئے مزید مال منگوایا۔ اور آپ نے ابو رافع کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مال کے مطالبے کے لئے بھیجا تو آپ نے اس کے مطالبے کو قبول کیا اور مطلوبہ

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۸۸۱ ، ۸۸۲

مال رافع کے سپرد کردیا جسے وہ لے کر حضرت علی کے پاس دیا۔ بنی جذیمہ میں واپس آ گئے، پس حضرت خالد نے جو کچھ کیا تھا آپ نے اس کی دیت دی حتیٰ کہ آپ نے کتے کے پانی پینے والے برتن کی بھی دیت دی، یہاں تک کہ ان کا کوئی مطالبہ باقی نہ رہا۔ اور حضرت علی کے پاس کچھ مال بچ گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بقیہ مال رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تمہارے لئے اس چیز کے بدلہ میں ہے جسے نہ وہ جانتے ہیں اور نہ تم جانتے ہو۔ پس آپ نے انھیں وہ مال دیدیا اور پھر واپس آکر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی۔[1]

اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ مال جس سے آپ نے بنی جذیمہ کی دیات اور معاوضات دیئے تھے قرض لیا تھا کیونکہ فتح مکہ کے وقت مسلمانوں کے پاس کوئی مال نہ تھا۔ مورخین کا بیان ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ مال مکہ کے تین بڑے تاجروں، حویطب بن عبدالعزیٰ، صفوان بن اُمیہ اور عبداللہ بن ابی ربیعہ سے قرض لیا تھا۔[2]

بنی جذیمہ کے قتل کے بارے میں حضرت خالد کے موقف کی حقیقت

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ حضرت خالد نے بنی جذیمہ کے جن لوگوں کو قتل کیا ان کے قتل کرنے میں آپ سے غلطی سرزد ہوئی اور اگر ان کا قتل کرنا اور ان کے اموال چھیننا خطاءً نہ ہوتا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان کو دیات اور معاوضات ادا نہ کرتے۔ اسی طرح اس امر میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ حضرت خالد

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۷۲-۷۳، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۸۲، ۸۸۴ ـ ۸۸۵

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۸۲

کی کارروائی جو بنی جذیمہ کے کچھ لوگوں کے قتل پر منتج ہوئی وہ اجتہادی غلطی سے ہوئی تھی آپ نے انھیں عمداً مسلمان سمجھتے ہوئے قتل نہیں کیا تھا بلکہ معاملے میں اشتباہ پیدا ہو گیا تھا پس ان کا قتل اس لحاظ سے ہوا کہ آپ نے ان پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ نیز ان کے متعلق یہ گمان کیا گیا کہ وہ غیر مسلم ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے جس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی جذیمہ کے مقتولین کی دیات ادا کیں۔ اور اگر یہ بات ثابت ہو جاتی کہ حضرت خالد نے انھیں مسلمان یقین کرتے ہوئے قتل کیا ہے تو رسول کریم صلے علیہ وسلم ان کے بارے میں قصاص کا حکم نافذ کرتے، لیکن غلطی جہاد میں ہوئی۔ جو تقصیر میں موجود تھی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی دیت دینے پر اکتفا کیا جنھیں بنی جذیمہ میں سے حضرت خالد نے قتل کیا تھا بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت خالد سے ناراض ہوئے اور کچھ عرصہ ان سے اعراض کرنے کے بعد ان سے راضی ہو گئے، بلکہ بعض روایات میں صریحاً بیان ہے کہ حضرت خالد نے بنی جذیمہ کے لوگوں کے طاقت پکڑنے اور آپ سے جنگ کرنے کے لیے مستعد ہو جانے کے بعد قتل کیا تھا حالانکہ آپ نے انھیں کافی مہلت عطا کی تھی جس کی انتہا نماز عشاء تک تھی۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ:

مجھے سیف بن یعقوب بن عتبہ نے، عثمان بن محمد اخنسی سے اور اس نے عبد الملک بن عبد الرحمن بن الحارث سے بتایا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بنی کنانہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ہاں اگر وہ اذان سنے یا اسلام کو معلوم کرے تو ان پر حملہ نہ کرے پس وہ نکلے اور بنی جذیمہ تک پہنچ گئے تو انھوں نے فوری حفاظتی انتظام

کرنے اور جنگ کی اور ہتھیار پہن لئے، پس آپ نے انہیں نماز عصر، مغرب اور عشاء تک مہلت دی اور اذان کی آواز سنی، پھر آپ نے ان پر حملہ کر دیا، پس جو قتل ہونے تھے وہ قتل ہو گئے اور جو قید ہونے تھے وہ قید ہو گئے اس کے بعد انہوں نے دعویٰ اسلام کیا، بلکہ میں کہتا ہوں کہ جو بات بنی جذیمہ کے قضیہ میں انہیں کی تاکید کرتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت خالد نے بدنیتی کے بغیر ان کے قتل کرنے میں غلطی کی ہے جیسا کہ صحیح بخاری جلد ۵ ص۲۰۳ میں زہری کی روایت سے بیان ہوا ہے جو سالم نے اپنے باپ سے کی ہے وہ بیان کرتا ہے کہ

> "حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا تو آپ نے انہیں دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے اچھی طرح اپنے اسلام کی بات نہ کی بلکہ وہ صبانا، صبانا، کہنے لگے یعنی ہم صابی ہو گئے۔ پس حضرت خالد ان میں سے لوگوں کو قتل کرنے اور قیدی بنانے لگے اور آپ نے ہم میں سے ہر آدمی کو اس کا قیدی دیا اور ایک روز آپ نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر آدمی، اپنے قیدی کو قتل کر دے میں نے کہا، قسم بخدا میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ ہی میرے ساتھیوں میں سے کوئی آدمی اپنے قیدی کو قتل کرے گا، یہاں تک کہ ہم حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اپنا ہاتھ اٹھا کر دو بار فرمایا۔ اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں تیرے حضور اس سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔"

اور حضرت خالد کو معذور قرار دینے والا ایک آدمی بیان کرتا ہے کہ جب حضرت خالد کو ملامت کی گئی تو آپ نے کہا کہ میں نے اس وقت تک جنگ نہیں کی جب تک مجھے عبداللہ بن حذافہ نے اس کا حکم نہیں دیا اس نے کہا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے ان کے اسلام سے رُکنے کی وجہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے[1]

اور سیرت کی کتب میں بیان ہوا ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی اطلاع ملی جو حضرت خالد کے ہاتھوں بنی جذیمہ میں ہوا تھا تو آپ نے اس آدمی سے جو وہاں سے خبر لے کر آیا تھا دریافت فرمایا:

کیا خالد پر کسی آدمی نے عیب لگایا تھا؟ اس نے جواب دیا: ہاں! ایک سفید رُو میانہ قد آدمی نے آپ پر عیب لگایا تھا، تو خالد نے اُسے سختی سے جھڑکا تو وہ خاموش ہوگیا اور ایک اور طویل مضطرب آدمی نے آپ پہ عیب لگایا تو آپ نے اُسے بھی جواب دیا اور ان دونوں میں سخت کلامی ہوگئی تو حضرت عمر بن الخطاب نے کہا:

یا رسول اللہ! پہلا شخص تو میرا بیٹا عبداللہ تھا اور دوسرا سالم مولیٰ ابی حذیفہ تھا[2]

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ناراضگی کے بعد حضرت خالد سے راضی ہونا

اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حضرت خالد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عمار بن یاسر جیسے سابق الاسلام

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ ص۷۳ [2] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ ص۷۳

لوگوں کے درمیان . . . . بنی جذیمہ کے ساتھ حضرت خالد کے سلوک کے بارے میں نوک جھونک شروع ہوگئی اور گفتگو میں حضرت خالد نے حضرت عبدالرحمٰن سے سخت کلامی کی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے وہ حدیث بیان فرمائی جو مشہور و معروف ہے کہ

> "اے خالد! میرے صحابہ کو میرے لئے چھوڑ دو، جب انسان کی ٹانگ زخمی ہو جائے تو وہ مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور اگر اُحد سونے کا ہوتا اور تو اُسے ایک ایک قیراط کر کے راہ خدا میں خرچ کرتا تو تو عبدالرحمٰن کی ایک صبح یا شام کو بھی حاصل نہ کر سکتا" . . . اور حضرت عمار بن یاسر کے متعلق فرمایا،
>
> "اے خالد! خاموش رہو، ابوالیقظان سے مقابلہ نہ کرو، جو اس سے دشمنی کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے دشمنی کرے گا اور جو اس سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا اور جو اسے بے وقوف قرار دے گا اللہ تعالیٰ اُسے بے وقوف قرار دے گا"[1]

اور مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے اپنی گزشتہ غلطی پر معذرت کی اور ان سے درگزر کرنے کا مطالبہ کیا اور حضرت عثمان، حضرت خالد کو لے کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس گئے اور ان سے معذرت کی یہاں تک کہ وہ ان سے راضی ہو گئے اور کہا اے ابو محمد میرے لئے بخشش طلب کرتے[2]

اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس جنگ کے بعد حضرت

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ [illegible]

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ [illegible]

خالد سے راضی ہو گئے اور بارہا آپ کی تعریف کی اور ابو الاحوص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ

"خالد بن ولید عرب کا کیا ہی اچھا بندہ اور بھائی ہے اور شمشیران خدا میں سے ایک شمشیر ہے جسے اللہ تعالے نے کفار اور منافقین پر سونتا ہے۔"

اسی طرح جب حضرت علی بنی جذیمہ کے مقتولین کی دیات کی ادائیگی کے بعد واپس تشریف لائے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت خالد سے راضی ہو گئے اور ان کے پاس تشریف لائے اور حضرت خالد ہمیشہ ہی آپ کے بلند مرتبہ اصحاب میں شامل رہے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی[1]

اور حضرت خالد کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاں جو مقام تھا اس پر اس سے بڑھ کر دلالت کرنے والی اور کوئی بات نہیں کہ آپ نے جب حنین کی طرف رخ کیا تو حضرت خالد کو ہراول دستے کا سالار مقرر کیا اور آپ نے (جب تک وہ آپ کی ہراول فوج کے سالار رہے) ان کے ساتھ ہی فیصلہ کن معرکے میں شرکت فرمائی۔ واقدی بیان کرتا ہے کہ

"حضرت خالد وفات تک مقدمہ رہے اور اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ جبکہ وہ ہراول فوج کے سالار تھے حنین اور تبوک کی طرف گئے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں اکیدر اور دومۃ الجندل کی طرف بھیجا۔ پس آپ نے جن لوگوں کو قید کرنا تھا قید کیا پھر ان سے مصالحت کرلی اور رسول کریم صلے اللہ

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۸۳

> علیہ وسلم نے آپ کو حارث بن کعب کے پاس نجران کی طرف امیر اور داعی الی اللہ بنا کر بھیجا اور آپ حجۃ الوداع میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے اور جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر منڈایا تو آپ کو اپنی پیشانی کے بال عطا فرمائے جو آپ کی ٹوپی کے آگے لگے رہتے تھے اور جس کسی کے ساتھ بھی آپ نے جنگ کی اللہ تعالیٰ نے اُسے شکست دی اور یرموک کے روز آپ نے جنگ کی تو آپ کی ٹوپی گر پڑی تو آپ آواز دینے لگے ٹوپی، ٹوپی۔ اس کے بعد آپ سے کہا گیا۔ اے ابو سلیمان! عجیب بات ہے کہ لڑائی کے گھمسان میں بھی آپ ٹوپی طلب کر رہے تھے تو آپ نے جواب دیا اس میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کے بال تھے اور میں نے اُسے پہن کر جس کے ساتھ بھی جنگ کی وہ بھاگ گیا۔

اور جس روز حضرت خالد کی وفات ہوئی اُس وقت بھی آپ مجاہد فی سبیل اللہ تھے اور آپ کی قبر حمص میں ہے۔ واقدی بیان کرتا ہے کہ مجھے آپ کو غسل دینے والے نے بتایا اور وہ آپ کی موت کے وقت موجود تھا اور اس نے آپ کے پیراہن کے نیچے دیکھا، نیزے، تلوار اور تیر کی چوٹ کے درمیان کوئی صحت مند جگہ نہ تھی، اور حضرت عمر بن الخطاب جن کے اور حضرت خالد کے درمیان کوئی ایسی بات تھی وہ آپ کا تذکرہ کرتے تو آپ کے لئے رحمت طلب کرتے اور آپ نے جو کچھ ان کے بارے میں کہا تھا اس پر پشیمان ہوتے اور فرماتے۔ وہ الٰہی شمشیروں میں سے ایک شمشیر تھے اور جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے حج میں لفت[1] میں اُترے تو

---

[1] معجم البلدان جلد [illegible] میں بیان ہوا ہے کہ لفت، مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گھاٹی ہے۔

آپ کے ساتھ ایک آدمی تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ کون ہے؟ اس آدمی نے کہا، فلاں ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ فلاں اللہ کا بہت بُرا بندہ ہے۔ پھر ایک اور آدمی آیا تو آپ نے فرمایا، کون آدمی ہے؟ اس نے جواب دیا، فلاں، آپ نے فرمایا: فلاں اللہ کا بہت بُرا بندہ ہے۔ پھر خالد بن ولید نمودار ہوئے تو آپ نے فرمایا، یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا خالد بن ولید، تو آپ نے فرمایا، خالد بن ولید اللہ کا بہت اچھا بندہ ہے۔[1]

فصلِ دوم

- ہوازن کون ہیں؟
- مسلمانوں کے مکہ پر غالب آجانے کے بعد، ہوازن کا خطرے کو محسوس کرنا
- ہوازن کا، مسلمانوں کو مکہ سے نکالنے کے متعلق سوچنا
- ہوازن کا، مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے بیس ہزار جانبازوں کو جمع کرنا
- ہوازن کا، مالک بن عوف نصری کو اپنا بادشاہ اور اپنی فوجوں کا سالار اعظم مقرر کرنا
- ہوازن کے سالار کا عورتوں، بچوں اور اموال کو فوج کے ساتھ لینے کا حکم دینا
- درید بن الصمۃ المعمر کا مالک بن عوف کی جنگی حکمت عملی پر تنقید کرنا
- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی انٹیلی جنس، ہوازن کی چھاؤنیوں میں
- ہوازن کی فوج کا مکہ کی طرف مارچ کرنا
- مسلمانوں سے قبل، ہوازن کا وادئ حنین میں پڑاؤ کرنا

ہوازن کون ہیں؟

معرکہ حنین کی تفاصیل میں داخل ہونے سے قبل، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کرام کو ہوازن کے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۹۳ - ۸۹۴

نسب اور تاریخ کی ایک جھلک دکھا دی جائے ۔

مورخین اور اصحاب معاجم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جزیرۂ عرب میں ہوازن سب سے بڑا اور خطرناک قبیلہ تھا ، یہ مضری عدنانی قبیلہ ہے اور قیس عیلان کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اس کے اہم بطون میں سے سمجھا جاتا ہے ۔

اور یہ ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کی طرف منسوب ہوتا ہے اور ہوازن کے بے شمار بازو ہیں اور ان بازوؤں میں سے اہم ترین بازو ثقیف (طائف اور اس کے ارد گرد کے باشندے) کعب ، کلاب ، بنو ہلال ، بنو عامر بن صعصعہ ، بنو جشم (درید بن صمہ کا قبیلہ) اور بنو نصر (مالک بن عوف کی قوم) ہیں ۔ ہوازن میں بڑے قبائل کو جو سب کے سب بکر بن ہوازن کے ہیں ، جمع رکھتا ہے جو یہ ہیں ۔ بنو سعد بن بکر ، بنو معاویہ بن بکر اور بنو منبہ بن بکر ۔

اور ہوازن ، قوت و تعداد کے لحاظ سے نجد کے مشہور قبائل غطفان سے مشابہ ہیں جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعدد مقامات پر نبرد آزمائی کی اور احزاب کے سال ، قریش کے ساتھ مل کر مدینہ کا محاصرہ کیا ۔

ہوازن کے مواطن کے متعلق یہ بات ہے کہ وہ جزیرۂ عرب میں دور دراز سب قوموں سے بڑھ کر قریش ہیں حتی کہ وہ اپنے بطون و عشائر کی کثرت کے باعث نجد و حجاز کی رہائش گاہوں میں اشتراک رکھتے ہیں اور ان کی منازل مکہ کے قریب وادی حنین سے لیکر نجد عربی کے جنوب میں جو یمن کے قریب ہے تک چلی گئی ہیں پس ہوازن ایک نجدی اور حجازی قبیلہ ہے ۔

ہوازن جاہلیت میں بھی ایک جنگجو اور طاقتور قبیلہ تھا اور اس نے اپنے مختلف پڑوسی قبائل سے بہت سی جنگیں کی تھیں اور آپس میں بھی ان کی

بعض جنگیں ہوئیں جیسا کہ اسلام سے قبل جاہلی زندگی کی عام روش یہی تھی، مثلاً ثقیف کو ہوازن کا اہم بازو سمجھا جاتا تھا کیونکہ وہ ہوازن کے تین بڑے قبیلوں میں سے ایک کی نسل سے تھا اور جاہلیت میں اس ثقیف اور ہوازن کے بقیہ قبائل کے درمیان ایک تاریخی معرکہ ہوا تھا جسے معرکہ افتان کہتے ہیں اور اس معرکہ کو یہ نام اس لئے دیا گیا کہ بہت سے مقتولین کے اجسام کو میدان میں چھوڑ دیا گیا یہاں تک کہ وہ بدبودار ہو گئے اور ثقیف اور ہوازن کے درمیان یہ معرکہ طائف کے قریب ہوا تھا۔

اسی طرح جاہلیت میں ہوازن نے کنانہ سے جنگ کی اور اس پر فتح پائی اور کنانہ ایک عظیم قبیلہ ہے جو حجاز میں قریش، سلیم، خزاعہ اور ہوازن کے درمیان گھومنے والے محور پر واقع ہے اور کنانہ، قریش کا حلیف تھا اور ہوازن اور کنانہ کے درمیان جس روز معرکہ آرائی ہوئی اسے یوم شمظہ کہتے ہیں۔

اسی طرح جاہلیت میں ہوازن نے بنو الحارث بن کعب سے جنگ کی جو نجران اور اس کے ارد گرد آباد ہونے والے قحطانی قبائل میں سب سے بڑا قبیلہ ہے۔

ہوازن اور حروب فجار

اور شاید ہوازن کی جاہلی جنگوں میں سب سے مشہور جنگیں حروب فجار[1] ہیں اور یہ سب جنگیں ایک جانب سے ہوازن کے درمیان اور دوسری جانب سے کنانہ اور قریش

---

[1] ان جنگوں کو حروب فجار اس لئے کہتے ہیں کہ لوگوں نے حرمت کے مہینوں میں ایک دوسرے سے محاربہ کیا اور اس میں بدکاری کی اس لئے لوگوں نے ان جنگوں کا نام فجار رکھا۔ فجار یعنی مفاجرت ہے جیسے قتال اور مقاتلہ۔

کے درمیان تھیں اور یہ چار جنگیں تھیں جو سب کی سب حرمت والے مہینوں میں ہوئیں جبکہ عرب عکاظ کی منڈی میں جمع ہوتے ہیں اور ان جنگوں میں سب سے زیادہ سخت اور خطرناک جنگ فجار کی چوتھی جنگ تھی جو کئی سال تک جاری رہی جس میں فریقین کے شیوخ و سادات کی خوفناک تعداد قتل ہوگئی۔ اب ہم اختصار کے ساتھ فجار کی چاروں جنگوں کا حال بیان کرتے ہیں۔

جنگِ فجار اوّل

اس جنگ کا باعث یہ تھا کہ غفار، اور پھر بنی کنانہ کا ایک آدمی جسے بدر بن معشر کہتے تھے، عکاظ کی منڈی میں آیا۔ وہ بڑا متکبر تھا اور وہ لوگوں کو چھیڑنے اور چیلنج کرنے لگا اور اس نے ایک نشست گاہ بنائی اور اس میں ٹانگیں پھیلا کر آواز دینے لگا، کہ میں عرب کا سب سے معزز آدمی ہوں اور جس شخص کو یہ خیال ہو کہ وہ مجھ سے معزز ہے تو وہ میری کھوپڑی پر تلوار مارے، پس ہوازن میں سے بنی نصر کا ایک آدمی احمر بن مازن بن اوس، اس کے پاس سے گزرا تو اس نے اُسے چیلنج کیا اور اُسے تلوار مار کر اس کی ٹانگ کاٹ دی، قریب تھا کہ فریقین کے درمیان ہمہ گیر جنگ برپا ہو جاتی مگر دانشمندوں نے معاملے کو رفع دفع کر دیا اور وہ آپس میں راضی ہو گئے۔

جنگِ فجار دوم

اس جنگ کا باعث یہ تھا کہ قریش اور کنانہ کے کچھ نوجوانوں نے عکاظ کی منڈی میں، ہوازن کے بنی عامر بن صعصعہ کی ایک عورت سے چھیڑ خانی کر کے اس کی توہین کی جس کی وجہ سے ہوازن غضب ناک ہو گئے اور فریقین کے درمیان جنگ ٹھن گئی لیکن قریش کا سردار حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اس جنگ کے روکنے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے قریش کے نام سے اس حرکت پر جو قریشی نوجوانوں سے

عامری عورت کے بارے میں سرزد ہوئی تھی معذرت کی اور پھر اس نے ہوازن کے مقتولین کی دیات دیں اور قریش اور کنانہ کے مقتولین کا خیال نہ کیا۔ پس ہوازن راضی ہو گئے۔

جنگِ فجارِ سوم

اس جنگ کا باعث یہ تھا کہ ہوازن میں سے بنی جشم کے ایک آدمی کا کنانہ کے ایک آدمی کے ذمہ کچھ قرض تھا وہ طویل عرصہ تک اس سے ٹال مٹول کرتا رہا پس جب اس نے اُسے درماندہ کر دیا تو جشمی نے عکاظ کی منڈی میں اس کی تشہیر کرنے کا ارادہ کیا اور وہ اس طرح کہ اس نے ایک بندر پکڑا اور پھر قبائل کے اردگرد گھومتے ہوئے آواز دینے لگا کہ کون شخص مجھے اس بندر کی طرح اس مال کے عوض جو کنانہ کے فلاں آدمی کے ذمہ ہے فروخت کرے گا۔ پس جب کنانہ کے متعلق اس کا اعلان کرنا اور اسے رسوا کرنا لمبا ہو گیا تو کنانہ کا ایک آدمی اس کے پاس سے گزرا جس نے بندر کو تلوار مار کر ہلاک کر دیا پس فریقین نے جنگ کا آوازہ لگایا مگر فریقین کے کچھ دانشمند ان کے درمیان حائل ہو گئے اور کہنے لگے کیا تم ایک بندر کے بارے میں اپنے خون بہاؤ گے۔ پھر قریش کے مشہور شریف سردار عبداللہ بن جدعان نے اس کا فیصلہ کر دیا اور ہوازنی کا جو مال کنانی کے ذمہ تھا اس کا ضامن بن کر اسے ادا کر دیا اور یہ الجھن اپنے انجام کو پہنچ گئی۔

جنگِ فجارِ چہارم

اور یہ فجار کی چاروں جنگوں سے زیادہ خطرناک تھی کیونکہ اس کی وجہ سے ایک جانب ہوازن اور دوسری جانب قریش اور کنانہ کے درمیان پانچ تباہ کن جنگیں ہوئیں جن میں فریقین کی خوفناک تعداد قتل ہو گئی اور جب فریقین کو تباہی کا احساس ہوا تب یہ جنگیں رکیں اور انھوں نے آپس میں مذاکرات کئے جو مصالحت پر منتہی ہوئے۔ نی

جنگوں اور مشہور حرب فجار کے وقوع کا باعث بنی تھی۔ اور ان کے آغاز اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے درمیان چھبیس سال کا عرصہ تھا[1] کہ کنانہ میں سے بنی ضمرہ بن بکر کا ایک آدمی بہت شراب نوش اور بدکار تھا جس کا نام البراض بن قیس بن رافع تھا اس کی قوم نے اسے چھوڑ دیا تھا اور اس کی بدسیرتی کی وجہ سے اس سے علیحدگی اختیار کر لی تھی تو اس نے مکہ میں قریش کی پناہ لے لی اور حرب بن اُمیہ بن عبد شمس کا حلیف بن گیا تو اس نے اس سے حسن سلوک کیا، لیکن البراض عیاش تھا وہ اپنی پہلی روش پر پلٹ آیا اور شراب سے مدہوش ہو گیا اور مکہ میں بد اخلاقی کی، پس حرب بن اُمیہ نے اس سے علیحدگی اختیار کرنے اور اس کے معاہدے سے اظہار براءت کرنے کا ارادہ کیا، لیکن البراض نے اس شرط پر کہ وہ مکہ کو چھوڑ جائے گا حرب بن اُمیہ سے یہ خواہش کی کہ وہ ایسا نہ کرے اور اپنے معاہدے پر قائم رہے اور عملاً وہ مکہ سے باہر چلا گیا اور عراق میں حیرہ کے بادشاہ نعمان بن منذر سے جا ملا اور حرب بن امیہ کے معاہدے پر قائم رہتے ہوئے اس کے ہاں قیام پذیر ہو گیا۔

عکاظ کی منڈی ہی اصل سبب تھی

عکاظ کی منڈی نہ صرف جزیرہ عرب میں عربوں کے درمیان بلکہ تمام مشرق ادنیٰ میں مشہور ترین منڈی تھی اور یہ منڈی ہر سال یکم ذوالقعدہ کو شروع ہوتی تھی۔ اور لوگ اس میں مسلسل خرید و فروخت اور مقابلہ و مفاخرت کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ حج کا موسم آجاتا تھا۔ اور عکاظ نخلہ کے درمیان (زیبا تب اور طائف کی وادی) واقع ہے اور اصل میں دیار ہوازن میں ہے

---

[1] الاغانی جلد ۱۹ صفحہ ۵۷ طبع بولاق

اور نعمان بن منذر عکاظ کی منڈی کے موقع سے فائدہ اُٹھاتا تھا اور وہ ہر سال اس منڈی میں فروخت کے لئے مال و متاع کے قافلے بھیجتا تھا تاکہ ان کی قیمت سے بلادِ عرب کے دیگر سامانوں کو خریدا جائے جو عکاظ کی منڈی میں آتے تھے۔

اور اس سال جس میں حربِ فجار برپا ہوئی، نعمان بادشاہ نے اونٹوں کے ایک بہت بڑے قافلہ پر مختلف قسم کے سامان کے بھاری بوجھ لاد دیے اور فیصلہ کیا کہ وہ انہیں دستور کے مطابق عکاظ کی منڈی میں بھیجے گا اور اس نے تلاش کیا کہ بلادِ عرب میں اسے کون پناہ دے گا تاکہ وہ قافلہ عکاظ سے حیرہ واپس آجائے۔ البراض نے کہا میں اسے پناہ دوں گا! نعمان نے اُسے کہا (اور وہ جانتا تھا کہ یہ عیاش آدمی ہے اور یہ قیس میں سے بھی نہیں ہے) میں ایسے آدمی کو چاہتا ہوں جو اسے اہلِ نجد سے پناہ دے تو عروۃ الرحال بن عتبہ بن جعفر بن کلاب (جو ہوازن میں سے تھا) نے کہا تو برائی سے محفوظ رہے میں اُسے پناہ دوں گا اور البراض نے (جو کنانہ میں سے تھا) اُسے کہا کیا تو اسے کنانہ سے پناہ دے گا؟ اس نے جواب دیا ہاں سب مخلوق سے اُسے پناہ دوں گا اور اس نے البراض بن قیس کو تعریض کرتے ہوئے کہا کیا آزاد کتا اسے پناہ دے گا؟ اور عروۃ الرحال ہوازنی نجدی قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ میں سے تھا۔ پس نعمان بادشاہ نے عروہ کی پناہ کو قبول کر لیا اور عروہ نعمان بادشاہ کے قافلہ کو لے گیا اور اس کے ساتھ جزیرہ عرب کی حدود سے گزر گیا اور البراض بن قیس اس کے پیچھے لگا ہوا تھا اور عروہ کو بھی یہ بات معلوم تھی مگر وہ اس سے خوفزدہ نہ تھا، اور جب عروہ نے قافلے کے ساتھ بلادِ نجد کے اکثر حصّہ کو طے کر لیا اور وہ غطفان کے علاقے

میں تیمن مقام پر جو خیبر کے قریب ہے ایک درخت کے سایہ تلے سو گیا تو البراض نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ماہِ حرام میں عروہ پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا پھر اس نے قافلہ پر قبضہ کر لیا اور نعمان بادشاہ کے جو اموال وہ لیا جا رہے ہوئے تھے اُنھیں ہنکا لے گیا ۔

اور جس وقت البراض بن قیس کنانی نے عروۃ الرحال ہوازنی کو قتل کیا اُس وقت عکاظ کی منڈی لگی ہوئی تھی اور یہ ماہِ حرام کا واقعہ ہے اور ذوالقعدہ وہ مہینہ ہے جس میں تمام عرب ایک دوسرے سے مامون ہوتے ہیں خواہ ان کے درمیان کس قدر قتل عام ہو چکا ہو اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں البراض کنانی تھا اور قریش کا حلیف تھا اور عکاظ کی منڈی میں جو ہوازن کے علاقے میں تھی، قریش اور کنانہ دونوں موجود تھے پس البراض کو اپنے فعل کے ارتکاب کے بعد خوف پیدا ہوا کہ یہ خبر ہوازن کو پہنچ جائے گی اور وہ اپنے جوانوں کے ساتھ جنگ کرے گا اور عروہ، قریش اور کنانہ کا عظیم آدمی تھا، پس البراض نے ایک آدمی کو کرایہ پر لیا اور اُسے بہت سے اونٹ دینے کے بعد اس بات کا مکلف کیا کہ وہ اس کے حلیف حرب بن امیہ بن عبد شمس، عبداللہ بن جدعان اور مغیرہ کے دونوں بیٹوں ہشام اور ولید کو یہ اطلاع پہنچا دے کہ اس نے عروۃ الرحال کو قتل کر دیا ہے اور وہ قیس عیلان کو اطلاع پہنچنے سے قبل بقیہ قریش اور کنانہ کے ساتھ عکاظ سے واپس چلے جائیں تاکہ وہ اس کے بدلے میں قریش کے عظیم آدمی کو قتل نہ کر دیں اور کرایہ پر حاصل کیے ہوئے آدمی نے البراض سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ مقتول تو نہیں ہو۔ اس نے جواب دیا: ہوازن اس بات پر رضامند نہ ہوں گے کہ اپنے سردار کے بدلے میں ایک عیاش اور بنی ضمرہ کے دھتکارے ہوئے آدمی کو قتل کریں ۔

اور قبل اس کے کہ یہ بُری اور تلخ خبر ہوازن تک پہنچے ـــــ اسی وقت یہ خبر قریش اور کنانہ کو پہنچ گئی اور انھوں نے اسے پوشیدہ رکھا تاکہ ہوازن عکاظ میں ہی ان پر حملہ نہ کر دیں، پس انھوں نے چپکے سے وہاں سے واپسی کا فیصلہ کر لیا اور جب ماہ حرام کا وقت آتا اور لوگ ایک دوسرے سے مطمئن ہوتے تو تمام عرب اپنے ہتھیار بطور امانت عبداللہ بن جدعان قرشی کو دے دیتے تاکہ وہ اپنی منڈیوں اور حج سے فارغ ہو جائیں پھر وہ انھیں ہتھیار واپس کر دیتا اور ہر سال ان کا یہی دستور تھا۔

چوتھی جنگ فجار کا پہلا معرکہ

اور عبداللہ بن جدعان، قریش کے بلند مرتبہ بلکہ تمام عرب کے عالی قدر آدمیوں میں سے تھا اور وہ سردار، عقلمند، دانا اور بڑا مالدار تھا، پس حرب بن امیہ جو البراض قاتل کا حلیف تھا اس کے پاس آیا اور اس نے اس سے تقاضا کیا کہ ہوازن کے اس کے پاس بطور امانت جو ہتھیار رکھے ہوئے ہیں وہ انھیں واپس نہ کرے تاکہ جب قریش، کنانہ اور ہوازن کے درمیان جنگ ہو تو وہ آسانی کے ساتھ ہوازن پر غلبہ پا لیں۔ پس عبداللہ بن جدعان نے برافروختہ ہو کر حرب بن امیہ سے کہا، کیا تو مجھے خیانت کرنے کا مشورہ دیتا ہے خدا کی قسم اگر میں جانتا کہ ان ہتھیاروں میں سے ایک ہی تلوار باقی رہ گئی ہے جس سے مجھے مارا جائے گا اور ایک ہی نیزہ باقی رہ گیا ہے جس سے مجھے چوٹ لگائی جائے گی تب بھی میں ان میں سے کسی ہتھیار کو نہ روکتا، پھر ابن جدعان کے منادی نے عکاظ میں اعلان کیا کہ جس کسی کا کوئی ہتھیار میرے پاس ہے وہ آ کر لے لے، تو تمام لوگوں نے اپنے ہتھیار لے لئے اور قریش اور کنانہ چپکے سے عکاظ سے کھسک گئے اور ان کے چلے جانے کے بعد جبکہ وہ ابھی حرم کے باہر

راستے ہی میں تھے عبداللہ بن جدعان اور حرب بن امیہ اور قریش کے بقیہ سردار نے ہوازن کو عکاظ سے ان کے اچانک چلے جانے کی اطلاع دیدی اور وہ مسلح جھڑپ اور منڈی میں مسئلے کے بگڑ جانے سے ڈرتے تھے کیونکہ اس میں عام عرب موجود ہوتے ہیں اور ہوازن کو دن کے آخری حصہ میں اطلاع ہوئی کہ البراض نے عروہ کو قتل کر دیا ہے۔ پس ہوازن کے سردار ابوالبراء نے عکاظ میں کہا۔ مجھے حرب اور ابن جدعان نے دھوکہ دیا ہے اور وہ عکاظ میں آئے تو پھر ہوازن کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر جلدی سے قریش کے تعاقب میں گیا اور انہوں نے وادی نخلہ میں انہیں جا پکڑا۔ پس انہوں نے آپس میں قتال کیا اور قریش رفتہ رفتہ پیچھے ہٹتے گئے اور لڑتے لڑتے حرم میں داخل ہو گئے اور رات چھا گئی اور ہوازن بھی حرم میں جنگ جاری رکھنے کے خوف سے ان کا پیچھا کرنے سے رک گئے لیکن انہوں نے آئندہ سال عکاظ میں جنگ کرنے کا وعدہ کیا۔

چوتھی جنگ فجار کا دوسرا معرکہ

فریقین نے دوسرے معرکے کے لئے تیاری کی اور یہ بھی [illegible] یہ جنگ ماہ حرام میں ہوئی۔ پس قریش اور کنانہ جمع ہو گئے اور اسی طرح قیس اور کلاب کے سوا ہوازن کے سب قبائل اکٹھے ہو گئے اور ہوازن نے عکاظ کی [illegible] طرف سبقت کی اور قریش اور کنانہ بھی آ گئے اور فریقین کے درمیان خوفناک جنگ ہوئی اور جنگ کے پہلے مرحلہ میں قریش اور کنانہ کو فتح ہوئی مگر ہوازن نے بہادری اور استقلال کے ساتھ جنگ کی اور قریش کا زبردست قتل عام ہوا۔ پس بنو کنانہ نے ان کی مدد کی مگر بالآخر شکست ان کی قسمت میں تھی اور وہ رحما پہاڑ کی جانب چلے گئے۔

چوتھی جنگ فجار کا تیسرا معرکہ

ایک سال گزرنے کے بعد فریقین

کی العبلاء مقام پر مڈ بھیڑ ہوئی اور انھوں نے باہم زبردست جنگ کی اور اس معرکہ میں کنانہ اور قریش کے مقابلہ میں فتح ہوازن کی حلیف تھی اور اس بارے میں ہوازن کا ایک شاعر کہتا ہے کہ

> "جب قریش اور بنو کنانہ کے قبیلے کو بھڑکایا گیا تو مجھے اس بات کی اطلاع نہیں ملی جو انھوں نے کہی تھی ہم نے ایک زبردست لشکر کے ساتھ ان کو اچانک جالیا اور ہم ان کے صحن میں شیروں کی طرح دہاڑنے لگے اور ہم خطی نیزوں کی نوکوں کو ان میں سیدھا کرتے تھے اور ہمارے نیزوں سے آواز آتی تھی"

اور قریش اور کنانہ شکست کھانے کے بعد واپس آگئے ۔

چوتھی جنگ فجار کا چوتھا معرکہ

اور قریش العبلاء کی شکست سے بہت متاثر ہوئے اور انھوں نے آئندہ معرکہ کے لئے زبردست تیاری کی یہاں تک کہ صرف عبداللہ بن جدعان نے اپنے خاص مال سے ایک ہزار اونٹوں پر کنانہ کے ایک ہزار جانباز تیار کئے اور قریش کو خدشہ ہوا کہ یوم العبلاء کی طرح ہوازن ان پر غالب آجائیں گے، پس اس نے کنانہ کے آدمیوں کو موت پر آمادہ کیا اور ایک سال گزرنے پر فریقین نے از سر نو ماہ حرام میں عکاظ میں مڈ بھیڑ کی اور اس روز قریش نے بڑی ثابت قدمی دکھائی حتیٰ کہ تین بھائیوں حرب، سفیان اور ابو سفیان نے جو امیہ بن عبد شمس کے بیٹے تھے، اپنے آپ کو بیڑیاں ڈال دیں اور کہا کہ ہم مرے بغیر اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے۔

اور خوفناک تباہ کن جنگ ہوئی اور فریقین نے زبردست استقلال کا مظاہرہ کیا اور بنی کنانہ کا دکھ دہ قتل عام ہوا اور انھوں نے شکست کھانے کی

ٹھان لی لیکن قریش نے زبردست مدافعت کی اور بنو کنانہ بھاگ گئے کے فیصلے کے بعد) شرمندہ ہوئے اور لوٹ گئے اور معرکہ ازسرِنو شدت سے بھڑک اٹھا، اور قریش اور کنانہ نے ہوازن پر زبردست حملہ کیا اور ہوازن کے بعض قبائل شکست کھانے لگے اور سوائے بنی نصر کے سب شکست کھا گئے پس انھوں نے استقامت دکھائی اور ان کے سالار ربیع بن ابی ربیعہ نے اپنے آپ کو باندھ لیا تاکہ ہوازن پشیمان ہوں اور اس نے بار بار پکارا اے آلِ ہوازن! مگر شکست بہت بڑی تھی چہ جائیکہ اس میں کوئی ربیع کی آواز سنتا۔

قریش کی ایک عورت کا ہوازن کو پناہ دینا

اور قریش اور کنانہ ہوازن کو قتل کرنے اور قیدی بنانے لگے اور عروہ بن مسعود کے والد مسعود بن معتب ثقفی نے اپنی قرشی بیوی سبیعہ بنت عبد شمس بن عبد مناف کے لئے عکاظ میں ایک خیمہ لگایا ہوا تھا اور اس نے اسے کہا، تیری قوم قریش کا جو آدمی اس میں داخل ہوگا وہ امن میں ہوگا پس وہ خیمے میں توسیع کرنے لگی تاکہ جس قدر لوگوں کی تعداد اس میں آسکتی ہے آجائے اس کے خاوند مسعود نے اسے کہا، تیرا خیمہ مجھ سے تجاوز نہ کرے میں صرف اس آدمی کی زندگی کا ضامن ہونگا جو خیمے کے اندر ہوگا پس اس کی بات نے اسے ناراض کر دیا اور اس نے اس سے ٹھٹھا کرتے ہوئے کہا،

"قسم بخدا میں خیال کرتی تھی کہ تو پسند کرے گا کہ میں اس کی وسعت میں اضافہ کروں"

پس جب ہوازن کو شکست ہوئی تو ہوازن کے آدمی قتل سے بچنے کے لئے اس کے خیمے میں داخل ہو گئے تو اس نے اپنے بھتیجے حرب بن امیہ کو بلایا،

تو اس نے کہا ، اے پھوپھی ! جو شخص تیرے خیمے کی طناب کو پکڑے گا یا اسکے ارد گرد چکر لگائے گا وہ بھی اس میں ہوگا پس اس نے ہوازن اور قیس میں یہ اعلان کر دیا یہاں تک کہ وہ بہت زیادہ ہو گئے ۔ اور جو شخص کوئی نجات کی راہ نہ پاتا وہ اس کے خیمے کے ارد گرد چکر لگانے لگتا پس اسی مقام پر کہا گیا "معاذ قیسہ" یہ وہ قیس عیلان ہے جس سے ہوازن ہیں اور اس سے ضرب المثل بن گئی جس سے قیس خفتے ہو گیا ، اور جب قیس عیلان شکست کھا گئی تو مسعود بن معتب بھاگتے ہوئے اپنی بیوی ربیعہ بنت عبد شمس کے پاس گیا اور اس نے اپنی ناک اس کے سینے پر رکھ دی اور کہنے لگا ، میں اللہ اور تیری وجہ سے ہوں اس نے کہا ، ہرگز نہیں ، تو نے خیال کیا تھا کہ تو میرے گھر کو میری قوم کے قیدیوں سے بھر دیگا ، بیٹھ جا تو بھی اس میں ہے ۔

چوتھی جنگ فجار کا پانچواں معرکہ

پھر فریقین کے درمیان پانچواں معرکہ ہوا اور یہ بھی عکاظ ہی پے ماہ حرام میں ہوا ، اس معرکہ کو یوم الحریرہ کہتے ہیں اور یہ عکاظ کی جانب سیاہ پتھریلی زمین ہے اور یہ معرکہ بھی اسی طرح شدید تھا اور فریقین کی صفوں میں سخت قتلام ہوا ، مگر کنانہ اور قریش نے شکست کھائی اور اس معرکہ میں قریش اور کنانہ کے بہت زیادہ آدمی قتل ہوئے لیکن فریقین کے عقلمندوں نے اس امر کو محسوس کر لیا کہ جب تک دونوں فریق فنا نہ ہو جائیں یہ جنگیں ہرگز ختم نہیں ہوں گی پس انہوں نے مذاکرات کے لئے صحیح وقت کے لئے مفاہمت کر لی اور عملاً فریقین کے لیڈروں نے مذاکرات کئے اور صلح پر متفق ہو گئے اور یہ ایسے ہوا کہ فریقین کے مقتولین کو شمار کیا جائے پھر جس فریق کے زیادہ آدمی قتل ہوئے ہوں اسے زائد مقتولین کی دیات دی جائیں پس وہ اس امر

پر متفق ہو گئے تاکہ صلح کامیاب ہو جائے اور ہمیشہ کے لئے جنگ کا خاتمہ ہو جائے اور متحارب فریقین میں سے ہر ایک نے زائد مقتولین کی دیت کی ادائیگی کی ضمانتیں پیش کیں۔

پس قریش کی جانب سے حرب بن امیہ نے اپنے بیٹے ابوسفیان کو گروی رکھا اور ہوازن کی طرف سے الحرث بن کلدہ ثقفی نے اپنے بیٹے نصر کو گروی رکھا اور کنانہ کی طرف سے سفیان بن عوف نے اپنے بیٹے حرث کو گروی رکھا یہاں تک کہ فریقین کے مقتولین کا شمار ہو گیا اور زائد مقتولین کی دیات دیدی گئیں جو بیس مقتول تھے، ہوازن کا خیال تھا کہ وہ قریش اور کنانہ میں سے ہیں اور کنانہ کا خیال تھا کہ وہ ہوازن میں سے ہیں اس صلح کے ذریعہ وہ خونخوار جنگیں ختم ہو گئیں جن میں فریقین نے حرمت والے مہینوں میں خونریزی کی جن کے متعلق عرب ہزاروں سالوں سے متفق ہیں کہ خواہ کسقدر بھی جواز موجود ہوں ان میں خونریزی کرنا حرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس جنگ کا نام (حرب فجار) رکھا گیا ہے۔ ان معرکوں میں قریش کی جو نمایاں شخصیات قتل ہوئیں وہ یہ ہیں:

ابوسفیان بن حرب کا چچا ابو سفیان بن امیہ بن عبد شمس، زبیر بن العوام کا باپ العوام بن خویلد اور اس کا بھائی حزام بن خویلد، معمر بن ابی اثیعہ الجشمی اور معمر بن حبیب الجمحی اور ابوسفیان بن حرب کا باپ حرب بن امیہ زخمی ہوا اور ہوازن میں سے (الصمہ) ابو درید بن الصمہ جو مشہور شاعر اور شہسوار تھا قتل ہوا۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی حرب فجار میں شامل ہوئے تھے اس وقت آپ کی عمر بیس سال سے کم تھی اور آپ اپنے چچاؤں کو جنگ میں تیر پکڑاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ابو براء کو نیزہ مارا

کی جگہ پر نیزہ مارا اور اس دن کی حاضری کے متعلق آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا، مجھے وہاں حاضر ہونے سے کوئی خوشی نہیں ہوئی انھوں نے میری قوم پر ظلم کیا، انھوں نے ان کے سامنے یہ بات پیش کی کہ وہ اپنے ساتھی البراض کو ہمارے سپرد کر دیں مگر انھوں نے اسے قبول نہ کیا۔[1] یہ ہوازن اور قریش کے درمیان ہونے والی حرب فجار کا خلاصہ ہے۔

عربوں کا قریش کی طرف دیکھنا

اور بت پرست عرب قریش کی جانب ویسی نظر سے دیکھتے تھے جس میں بڑائی اور عظمت ملی ہوئی تھی کیونکہ دینی نقطۂ نگاہ سے وہ کعبہ کے خادم تھے اور دیگر عربوں کو چھوڑ کر حرم کی نگہبانی اور حاجیوں کو پانی پلانے اور مہمان نوازی کے لیے مخصوص تھے پس وہ دینی نقطۂ نگاہ سے تمام بت پرست عرب قبائل کے روحانی باپ تھے۔

یہ تو تھا ایک پہلو، دوسرے پہلو سے بت پرست عرب قریش کی جانب اس نگاہ سے بھی دیکھ رہے تھے کہ صرف وہی وحدت، اتفاق اور اتحاد کا ایک نمونہ تھے کیونکہ عربوں کے درمیان میں ایک ایسی قوم تھی جو اپنے معاصر قبائل کے برعکس، سیاسی وحدت، مضبوط اجتماعی رابطہ اور منظم عسکری وحدت میں منسلک تھی اور یہ سب کچھ ایک منظم اور محکم منقسم اجتماعی قیادت کے ماتحت ہوا تھا جو اس کی گہری سیاسی بصیرت، دور اندیشی اور معاصر دنیا میں بہرہ وافر رکھنے پر دلالت کرتا ہے جبکہ بقیہ دیگر عرب قبائل سب کے سب ایسی تنظیموں میں زندگی بسر کر رہے تھے جن پر انارکی حکمراں تھی اور انارکی کے

---

[1] دیکھئے سیرۂ ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۹۵، الاغانی جلد ۱۹ ص ۷۵ مطبوعہ بولاق

سوا اور کوئی چیز موجود نہ تھی۔

غیر مکتوب دستور

اور قریش اس یگانہ حالت میں زندگی بسر کرنے میں دیگر عربوں میں ممتاز تھے کیونکہ ان میں قدیم اصولوں کے مطابق اتحاد و اتفاق اور تنظیم پائی جاتی تھی۔ ان اصولوں پر قریشی قبائل قصی بن کلاب کے زمانے سے متفق چلے آ رہے تھے جو ان کو متحد کرنے والا اور ان کی وحدت کی بنیادیں رکھنے والا تھا۔

اور قریشی سوسائٹی پر جو اصول حکومت کر رہے تھے اور وہ صدیوں سے ان کے یہاں مسلسل چلے آ رہے تھے وہ ان کے نزدیک غیر مکتوب مقدس دائمی دستور کے مشابہ تھے۔ اس لحاظ سے قریش غیر مکتوب دستور رکھنے میں برطانیہ سے سبقت لے گئے ہیں جو ابھی تک اس کا احترام کرتے ہیں۔ اور جسے صدیوں سے زیادہ عرصہ ہوا ان اس کی حدود سے تجاوز نہیں کرتے۔

دورِ جاہلیت میں تمام عربوں کے درمیان کسی قبیلے کے خاندانوں میں کوئی ایسا مجموعہ نہیں پایا جاتا جو قریش کی طرح اتحاد و اتفاق اور تنظیم کر سکا ہو جو قبائلی ماحول کے برعکس جو ان کی زندگی کی چھاپ تھی مضبوط اور متحد اور ایک فطرتی حکومت کے مشابہ ہو۔

پہلی عرب پارلیمنٹ

تمام بت پرست عرب قبائل کے درمیان قریش واحد قبیلہ تھے جن کی مجلس شوریٰ تھی جس میں مختلف قبائل کے نمائندے تھے اور اس میں یہ نمائندے اہم امور کے بارے میں جن میں بحث و تمحیص اور مشورے کی ضرورت ہوتی تھی آپس میں ایک دوسرے سے مشورے کرتے تھے اور اس میں ضروری فیصلے کرتے تھے۔ اور وہ دارالندوہ تھا جس کی بنیاد حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چوتھے دادا نے

قصی بن کلاب نے رکھی تھی اسلئے قریشی سوسائٹی کی فطرت قبائلی انارکی نہ تھی جیسا کہ دیگر عربوں کا حال تھا بلکہ قریش اپنی پارلیمینٹ (دارالندوہ) کے واسطے سے اپنے امور کا بت پرست ماحول میں کنٹرول کرتے تھے اور مکی سوسائٹی میں نظام پر پوری طرح حاوی تھے اور جب کبھی بعض قریشی جماعات یا بعض قریشیوں اور دیگر قبائل کے درمیان کوئی الجھن پیدا ہو جاتی تو قریش کے لیڈر داخلی بحرانوں کو حل کرتے ۔ اور وہ اس بات کی اجازت نہ دیتے کہ کوئی جھگڑا (خواہ وہ کتنا ہی شدید ہو) جنگ کی حد تک پہنچ جائے جیسا کہ دیگر بت پرست عرب قبائل کا عمومی حال تھا کہ ان کے درمیان ایک ناقہ اور گھوڑے کی دم سے تحت تباہ کن جنگ چھڑ جاتی تھی جیسا کہ داحس اور الغبراء کی دونوں جنگوں میں ہوا جو عبس اور ذبیان کے درمیان ہوئیں ۔

اور اس تمدنی حقیقت پر (اگر یہ نام درست ہو تو) اس سے بڑھ کر دلالت کرنے والی اور کوئی بات نہیں کہ جب قریشی قبائل کے درمیان کسی قبیلے کے بارے میں شدید اختلاف ہو جاتا تو اسے حق دیا جاتا کہ وہ جاہلیت میں تعمیر کعبہ کے وقت حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھے اور جب اختلاف کی شدت ایک تباہ کن خانہ جنگی کے کنارے پر پہنچ جاتی تو متخاصم لیڈروں میں سے دانشمند لیڈر کسی حکیمانہ حل کے بارے میں گفتگو کرتے جو غالب عقل و تمدن پر دلالت کرتا اور وہ یہ کہ قریش میں سے جو شخص باب بنی شیبہ میں سب سے پہلے داخل ہوگا وہ حجر اسود کے عظیم جھگڑے کے بارے میں حکم ہوگا اور اتفاق وحی کے آنے سے قبل سب سے پہلے داخل ہونے والے محمد بن عبداللہ ہاشمی تھے ۔ پس زعمائے قریش خوش ہوگئے اور ان کے دل مطمئن ہو گئے کیونکہ ان کے درمیان وہ شخص حکم تھا جس کی محبت اور احترام کے بارے میں تمام قریش

متفق تھے اور وہ اسے امین کہتے تھے۔ پس حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس اختلاف کو حل کر دیا اور عظیم نزاع کا ایسی تدبیر سے فیصلہ کر دیا جو بے مثال دور اندیشی اور عقلمندی پر دلالت کرتی ہے اور وہ اس طرح کہ آپ نے ایک کپڑا لانے اور اس میں حجر اسود کو رکھنے کا حکم دیا پھر ہر قبیلہ کے آدمی سے کہا کہ وہ کپڑے کی ایک طرف کو پکڑے پس تمام نے حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھدیا اس طرح تمام قریش حجر اسود کے اٹھانے میں شریک ہو گئے اور اس حکیمانہ تدبیر سے اس خانہ جنگی کا خاتمہ ہو گیا جو قریش کو فنا ہونے سے خوفزدہ کر رہی تھی۔

اور قریش نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کیا۔ جسے وہ دعوت توحید دینے سے قبل امین کہا کرتے تھے اور انھوں نے آپ کے حکیمانہ تصرف کی تعریف کی جس نے انھیں تباہ کن خانہ جنگی کے کنارے سے دور کر دیا قریب تھا کہ وہ اس میں جا پڑتے اور ان کا مقام ان کے درمیان مزید بلند ہو گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ پس انھوں نے آپ سے عداوت کی اور جنگ کی اور آپ کے قتل کا ارادہ کیا جیسا کہ مشہور معلوم ہے۔ اسی طرح قریشی سوسائٹی کے اتحاد اور عصبیت پرست عرب قبائل سے تمدن کے میدان میں متقدم ہونے پر اس سے بڑھ کر دلالت کرنے والی اور کوئی بات نہیں کہ انھوں نے ایک مجلس حلف الفضول قائم کی تھی جس کی دفعات کے مطابق سادات قریش نے عہد کیا تھا کہ مکہ میں جو مظلوم ہوگا وہ اسے ظالم سے اس کا حق لے کر دیں گے خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ اس عہد سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور آپ نے رسول مبعوث ہونے کے بعد فرمایا۔ اگر آج بھی مجھے اس قسم کے عہد کی طرف دعوت دی

جائے تو میں ضرور اسے قبول کر لوں گا۔[1]

اور یہ کوئی بعید از فہم بات نہیں کہ دیگر بت پرست عرب قبائل ثقیف کی طرف دیکھیں اور وہ ایک اہم طاقت تھے جو بت پرستی کے نام سے دعوتِ توحید کے سامنے ڈٹ جائے اور اسے طاقت دینے والی اسلامی فوج کے درپے ہو جانے کی قدرت رکھتے تھے، نیز وہ اپنے اتحاد و اتفاق حسنِ تنظیم اور زبردست فوجی ڈسپلن کے باعث لا محالہ اس جنگ کو روکنے کی طاقت رکھتے تھے جو صلح حدیبیہ کے توڑنے کے بعد انھیں درپیش تھی۔ وہ صلح قریش اور ان مسلمانوں کے درمیان ہوئی تھی جنھیں صلح کے دن سے قریش دیکھ رہے تھے مگر ایک صاحب حق قوم کی طرح نہیں دیکھتے تھے بلکہ وہ انھیں رہزنوں کی ایک پارٹی کی طرح دیکھتے تھے حالانکہ اس کے برعکس وہ اعتقاد و سلوک کے لحاظ سے اس آیت کے مصداق تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا ہے: کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ، اور آج جبکہ ان مسلمانوں کے دین [illegible] نے متعدد دیار و اطراف و اکناف کو ڈھانپ لیا تھا پھر بھی سادات مکہ اسی غلط نظریہ پر قائم رہے ۔۔۔۔۔ اس غلط نظریے کو قریش کے سردار اور ان کی فوج کے سالار ابو سفیان بن حرب نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ کے پڑاؤ میں جو مکہ میں داخل ہونے سے قبل مکہ کے قریب کیا گیا تھا گفتگو کرتے ہوئے بیان کیا:

> "اے محمد! آپ کیسے لوگوں کو جو معروف اور غیر معروف ہیں اپنے خاندان اور اصل کے پاس لائے ہیں۔"[2]

---

[1] تفاصیل ملاحظہ: الفصول سیرۃ ابن ہشام [2] مغازی الواقدی جلد ۲ ص ۸۱۵

یہی وجہ ہے کہ جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسیح تو ان کی اطاعت اختیار کرلی تو بت پرستوں کو سخت خوف لاحق ہو گیا اور اس کے بعد مکہ اسلامی حکومت کے ماتحت آگیا۔

اور عربوں میں سے جو لوگ بت پرستی پر قائم رہے ـــــ اور ان کی اکثریت حجاز اور نجد عرب کے اطراف کے باشندوں کی تھی ـــــ انھوں نے مکہ پر مسلمانوں کے غلبے اور بت پرست قریش کی سیاسی اور عسکری پستی کے خاتمہ پر غور و فکر کیا کیونکہ یہ جزیرہ عرب میں علی الاطلاق اہم اور سب سے بڑا واقعہ تھا۔

ہوازن کا خطرہ کو محسوس کرنا اور جنگ کیلئے فوج جمع کرنا

اور ان بت پرستوں نے (با استثناء) محسوس کیا کہ قریش کے مسلمانوں کی اطاعت کرنے اور مکہ کے مسلح افواج کے قبضہ میں آنے اور بت پرستی کے وجود کے خاتمہ پر مکہ میں اسلامی وجود کے پیدا ہو جانے کا ان کے مستقبل پر خطرناک اثر پڑے گا اور ان کا بت پرست وجود ـــــ اصل قریش کے شکست کھانے کے بعد ـــــ آندھیوں کی زد میں تھا اس لئے وہ بڑی گھبراہٹ اور شدید خوف کے ساتھ اپنے انجام کے متعلق سوچنے لگے اور ان کے لئے دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کئے بغیر کوئی چارہ نہ تھا:

(۱) دین توحید یعنی دین اسلام میں داخل ہو جائیں۔

(۲) یا اپنی بت پرستانہ روش کی حفاظت کے لئے مسلمانوں کے ساتھ مسلح تصادم کریں۔

اور بت پرست قبائل میں سے سب سے پہلے یہ جو اور جو قبائل ہوازن

کو آتی ہی، اور یہ متعدد طاقتور اور ممتاز جنگی قوت کے حامل قبائل کی نمائندگی کرتے تھے اور ان قبائل میں بنو ہلال، ثقیف، جشم، بنو سعد، بنو مالک، بنو کلاب، بنو عامر، بنو نصر اور بنو الرباب اور ان کے تین بڑے قبائل جن میں ہوازن کے سارے تین قبیلے آجاتے ہیں شامل تھے - اور وہ سب کے سب بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کے قبائل ہیں اور وہ تین بڑے قبائل یہ ہیں - بنو سعد بن بکر، بنو معاویہ بن بکر اور بنو منبہ بن بکر۔

اور یہ بیشمار لوگ ہیں اور جزیرہ عرب کے وسط میں دور دراز علاقوں میں فروکش ہیں اور ان کی منازل وادی حنین سے لیکر جو مکہ سے بیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے بلاد نجد تک ممتد ہیں جن میں ان کے قبائل کا بہت بڑا حصہ فروکش ہے، ان میں سے کچھ حجاز اور یمن کے قریب ہیں، پس ہوازن اپنے اصل کے لحاظ سے عدنانی مضری قبائل ہیں اور جغرافیائی لحاظ سے حجازی نجدی ہیں -

قریش کے بعد ہوازن، بت پرست عرب قبائل کی نسبت، اس اچانک آنے والے خطرہ کے مقام سے قریب تر تھے جو بت پرستی کو زوال سے ڈرا رہا تھا اور وہ اس جیش نبوی میں متمثل تھا جو مکہ مکرمہ پر تسلط پانے کے بعد ہوازن کے دیار کے بہت قریب ہوگیا تھا ۔

ہوازن کی عداوت اسلام

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ہوازن ان دو عظیم طاقتور دشمنوں میں سے ایک تھا جو اسلام کی عداوت پر قائم تھے اور اس کے ساتھ حالت جنگ میں تھے اور وہ ہوازن اور قریش تھے، قریش کا سیاسی، عسکری اور بت پرستانہ دینی وجود، دارالخلافہ مکہ کے ۲۰ رمضان سنہ ۸ھ کو نبوی افواج کے قبضہ

میں آنے سے ختم ہو چکا تھا۔ اور ہوازن میدان میں اکیلا ہی رہ گیا تھا۔ یہ وہ عظیم قوت تھی جس پر جیشِ نبوی سے سامنا کرنا لازم تھا! وہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ہوازن ایک عظیم قوت تھے اور اپنی اسلام دشمنی سے اپنی عسکری قوت کا خاتمہ چاہتے تھے تاکہ وہ اپنی بنیادوں سے گر پڑے، اس لئے وہ مسلمانوں سے مقابلے کے لئے بڑی مدت سے تیاری کر رہے تھے جو فتح مکہ سے بھی قبل تک پہنچتی ہے۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ جیشِ نبوی کے ہراول جنگی دستوں نے (جبکہ وہ مکہ کی طرف بڑھ رہا تھا) ایک جاسوس کو گرفتار کیا جو جیشِ نبوی کی حرکات کو دیکھ رہا تھا، اس جاسوس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انٹروگیشن کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ ہوازن کے لئے جاسوسی کر رہا تھا اور انہوں نے اسے مسلمانوں اور ان کی فوجی طاقت، اور جس جانب کا رخ کر رہے ہیں اس کے متعلق ضروری معلومات لانے کے لئے بھیجا تھا[1]۔

پس ہوازن اس وقت مسلمانوں کے ساتھ تصادم کے لئے تیاری کر رہے تھے حتیٰ کہ مکہ پر ان کے تسلط سے قبل بھی وہ تیاری کر رہے تھے، اور یہ بات مسلمانوں کی حرکات کی نگرانی کے لئے ان کے جاسوس بھیجنے سے واضح ہے۔

ہوازن کا مکہ پر چڑھائی کیلئے تیار ہونا

اور اس وجہ سے کہ مکہ کا مقدس دارالخلافہ اسلامی فوج کے قبضہ میں آ چکا تھا ہوازن مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ میں تصادم پر اصرار میں بڑھ گئے اور بت پرست ہوازن کے سرداروں کو یقین ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کے ساتھ ان کا جنگی مقابلہ لازماً قریب ہی ہوگا

---

[1] اس جاسوس کے قصے کی تفاصیل ہمارے اس سلسلہ کی آٹھویں کتاب "فتح مکہ" میں دیکھئے۔

اور ہوازن مسلمانوں کے مقدمہ دار لشکر سے پہلے قابض ہونے سے قبل ہی مسلمانوں سے جنگی مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھے، علاوہ ازیں مکہ کے مسلمانوں کے قبضہ میں آجانے سے ہوازنیوں کے دلوں کو غصے سے بھڑکا دیا جنہیں مسلمانوں کی فوج کا خوف بھی شامل تھا جو ان کے دیار کی حدود کے قریب ہی پڑاؤ کئے ہوئے تھی پس انھوں نے اپنی جنگی استعداد میں اضافہ کر دیا۔ اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ وہ بہت سے قبائل داخلوں تھے جو جزیرہ کے وسط میں دور دراز علاقوں میں رہائش پذیر تھے جن کے درمیان بلند پہاڑ اور بارشی وادیاں تھیں جو سب کی سب جنگی حکمت عملی کے لحاظ سے دفاع کے مناسب حال تھیں ۔

اور اگر ہوازن اپنے بلاد میں قلعہ بند ہو جاتے اور جیش اسلامی کے پہنچنے کا انتظار کرتے اور اپنی اراضی اور دیار کے درمیان اس سے جنگ کرتے تو یہ ہوازن کے لئے زیادہ بہتر ہوتا اور جیش اسلامی کے لئے زیادہ دشواری ہوتی یہ نظریہ فوجی تیاری کے نقطۂ نگاہ سے ہوازن کے لئے صحیح نظریہ تھا کیونکہ اس نظریہ کی تنفیذ اس اسلامی جیش کی مہم کو بہت مشکل بنا دیتی جو جزیرۂ عرب میں بت پرستی کے خاتمے کا مکلف تھا۔ اس لئے کہ اسلام کے چھوٹے سے جیش کے لئے یہ آسان بات نہ تھی بلکہ بہت مشکل تھی کہ وہ ہوازنی قبائل کے لاکھوں سخت جنگجو جوانوں سے بلند پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارشی وادیوں کے اطراف اور ان کے علاقے کے اندر مضبوط قلعوں میں جنگ کرے ۔

یہ فوجی نقطۂ نگاہ سے ایک بے غبار حقیقت ہے ۔ اسلامی فوج بارہ ہزار سے زیادہ نہیں تھی ، جبکہ ہوازنی قبائل کے جنگجو چالیس ہزار سے کم نہ تھے ، اور اپنے مضبوط علاقوں میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے اور مسلمانوں پر واجب تھا کہ وہ ان جنگجو جوانوں کی عظیم تعداد سے مقابلہ کریں جو عرب ان کے درمیان ممتاز جنگی

قوت سے ممتاز تھے اور ان سے جنگ کرنا مسلمانوں کے لئے بڑا مشکل تھا اور جب وہ ہوازن کے ساتھ جنگ کرنے پر مجبور ہونگے تو وہ انھیں بہت مہنگا پڑے گا، خصوصاً جب ہم ان کی بہادری، مضبوطی اور ان میں ان کے شدت کے ساتھ قلعہ بند ہونے کو بنگاہِ غور سے دیکھتے ہیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

اور آئندہ ہم اس کتاب میں دیکھیں گے (ان شاء اللہ) کہ کس طرح ثقیف نے جیشِ نبوی کا (اس کے حنین کے فیصلہ کن معرکے میں غالب آنے کے بعد) مقابلہ کیا اور وہ ہوازن کے ایک قبیلہ پر بھی غلبہ نہ پا سکا اور وہ ثقیف تھے اور طائف میں جہاں انھوں نے اپنے مضبوط مقامات میں پناہ لی ہوئی تھی داخل ہونے کی سکت بھی نہ پا سکا پس آپ نے ان کا محاصرہ چھوڑ دیا اور انکو مطیع کئے بغیر مدینہ واپس آگیا اور انھوں نے اسلام کی اطاعت نہ کی اور جب ثقیف نے دیکھا کہ علاقے میں ان کے سوا اور کوئی دائرۂ اسلام سے باہر نہیں رہا تو سنہ ۹ھ میں وہ اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہو گئے۔

مالک بن عوف کو ہوازن کا سالار مقرر کرنا

علاوہ ازیں ہوازن کی بدقسمتی اور مسلمانوں کی خوش قسمتی سے ہوازن کے درمیان ایک شجاع، جری اور بہت دلیری والا جوان نمودار ہوا جو موت سے خوف نہ کھاتا تھا اور اس کی شجاعت، حماقت و طیش تک پہنچی ہوئی تھی جس نے ہوازن کو تباہ کن شکست کا نشانہ بنا دیا، جیسی جیسی بڑی شکست عرب کے کسی قبیلے کو نہ ہوئی تھی جیسا کہ اسکی تفصیل میں بیان ہوگا ان شاء اللہ،

یہ نوجوان مالک بن عوف نصری تھا (جو بنی نصر بن معاویہ بن بکر بن ہوازن کا ایک آدمی تھا) اس نے ہوازن کے تمام قبائل کی قیادت حاصل کر لی

چونکہ وہ شجاعت و فصاحت میں ممتاز تھا اسلئے ہوازن نے اسے اپنا بادشاہ مقرر کر لیا۔ اور جب مکہ کے مسلمانوں کے قبضہ میں آجانے کے بعد موقف نازک صورت اختیار کر گیا تو انہوں نے اسے اپنی افواج کا سالار اعلیٰ مقرر کر دیا۔

اور مالک بن عوف ــــ اپنی ممتاز جرأت، فصاحت، شجاعت، تدبر اور دلیری کے باعث حنین کا عربی قبیلے والا دلدادہ ہوتا ہے۔ ہوازن کے قبائل نے ـــــ جن کی اکثریت نے اس کی بات کو قبول کیا۔ مسلمانوں کے حملے کے وقت اپنے بلاد کے دفع کے لئے نہیں بلکہ وہ ان قبائل کے شعور کو ہزاروں جوانوں کو مکہ پر حملہ کرنے اور وہاں سے بزور قوت مسلمانوں کو باہر نکالنے کے لئے تیار کرنے لگا۔ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۲۵ پر بیان کرتا ہے کہ ہم سے حمید نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ہمیں سلمہ نے ابن اسحاق سے بتایا، وہ کہتا ہے کہ جب ہوازن نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ نے مکہ میں جو انہیں فتح دی اسکے متعلق سنا تو مالک بن عوف نصری نے انہیں جمع کیا اور تمام ثقیف ہوازن کے ساتھ اسکے پاس اکٹھے ہوگئے اور نصر اور جشم بھی سب اکٹھے ہوگئے اور سعد بن بکر اور بنی ہلال کے کچھ آدمی بھی جو تھوڑے سے ہی تھے اکٹھے ہوگئے اور قیس بن عیلان میں سے صرف یہی لوگ آئے اور ہوازن میں سے کعب اور کلاب بھی نہ آئے اور ان میں سے کوئی نامور آدمی آیا اور بنی جشم میں درید بن الصمہ بہت بزرگ تھا مگر اس میں اس کی رائے سے برکت حاصل کرنے اور اس کی جنگی واقفیت کے سوا اور کوئی بات نہ پائی جاتی تھی اور وہ بڑا تجربہ کار بزرگ تھا اور ثقیف کے دو سردار احلاف میں تھے قارب بن الاسود بن مسعود اور بنی مالک میں سے ذوالخمار سبیع بن الحارث اور اسکا بھائی احمر بن حارث بنی ہلال میں سے تھے اور مالک بن عوف نصری پر سب لوگوں کا اتفاق تھا۔

روایت میں واقدی کا اسلوب

اور واقدی اپنی کتاب المغازی جلد ۳ ص ۸۸۵، ۸۸۶ پر بیان کرتا ہے کہ ہم سے ابو عبداللہ محمد بن شجاع الثلجی نے بیان کیا۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے واقدی نے بتایا وہ کہتا ہے کہ مجھے محمد بن عبداللہ، عبداللہ بن جعفر، ابن ابی سبرۃ، محمد بن صالح، ابو معشر، ابن ابی حبیبہ، محمد بن یحییٰ بن سہل، عبدالصمد بن محمد السعدی، معاذ بن محمد، بکیر بن مسمار اور یحییٰ بن عبداللہ بن ابی قتادہ نے بتایا اور سب نے ہم کو ایک طائفہ کے متعلق بتایا اور ان کے علاوہ بھی لوگوں نے بیان کیا۔ ہم سے ان لوگوں نے بھی بیان کیا جن کا میں نے نام نہیں لیا اور وہ قابل اعتماد لوگ تھے اور سب نے ہم کو اس حدیث کے ایک طائفہ سے خبر دی اور بعض اسے دوسروں کی نسبت زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں، اور جو کچھ انہوں نے مجھ سے بیان کیا میں نے اسے اکٹھا کر لیا ہے۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو اشراف ہوازن ایک دوسرے کے پاس گئے اور ثقیف بھی ایک دوسرے کے پاس گئے انہوں نے سب کو اکٹھا کیا اور بغاوت کی اور یہ کہا، خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے جنگ کرنے والوں سے واسطہ نہیں پڑا اس لئے متحد ہو کر اس کی طرف جاؤ قبل اس کے کہ وہ تمہارے پاس آ جائے، پس ہوازن نے اتفاق کر لیا اور مالک بن عوف نے انہیں اکٹھا کر لیا۔ اس وقت اس کی عمر تیس سال تھی ——— اور وہ ان میں مونچھوں والا سردار تھا وہ اپنے مال میں تصرف کرتا اور اس کی تعریف ہوتی تھی پس سب ہوازن اکٹھے ہو گئے اور ان دنوں ثقیف کے دو سردار تھے قارب بن الاسود بن مسعود احلاف میں سے تھا اور اسی نے احلاف کی قیادت کی تھی اور بنی مالک میں ذوالخمار سبیع

بن الحارث تھا، اور کہتے ہیں کہ احمر بن حارث تھا اور اسی نے ثقیف کا دوست جنگ اُن کی قیادت کی تھی پس اس نے سب کو ہوازن میں جمع کر دیا اور انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جانے پر اتفاق کر لیا اور اسے ثقیف کو اس جانب جلدی کرتے پایا تو انھوں نے کہا ہم نے آپ کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا ہے اور ہم اپنی طرف اس کے آنے کو ناپسند کرتے ہیں اور اگر اس کے باوجود وہ ہماری طرف آئے تو وہ ایک مضبوط قلعہ پائے گا جس کے ذریعے ہم جنگ کریں گے اور بہت سی خوراک پائے گا یہاں تک کہ ہم اسے پالیں گے یا وہ لوٹ جائے گا لیکن ہم یہ نہیں چاہتے اور ہم تمہارے ساتھ چلیں گے اور ہم ایک ہاتھ ہو جائیں گے پس وہ ان کے ساتھ چل پڑے، غیلان بن سلمہ ثقفی نے اپنے دس بیٹوں سے کہا، میں ایک حادثے کا خواہاں ہوں جو کسی امور پر مشتمل ہے اور تم میں ہر کوئی اسمیں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر حاضر ہو تو اسکے دس بیٹے گھوڑوں پر سوار ہو کر حاضر ہوئے اور جب انھوں نے اوطاس میں شکست کھائی تو بھاگ گئے اور طائف کے قلعہ میں داخل ہو کر اسے بند کر لیا، کنانہ بن عبد یالیل نے کہا:

اے گروہ ثقیف! تم اپنے قلعوں سے نکلتے ہو اور ایسے آدمی کی طرف جاتے ہو جس کے متعلق تمہیں معلوم نہیں کہ تم اس پر غالب آؤ گے یا وہ تم پر غالب آئے گا، پس اپنے قلعے کی شکستگی کی مرمت کا حکم دو، اور تمہیں معلوم نہیں کہ شاید تمہیں اس کی ضرورت پڑ جائے پس انھوں نے اس کی مرمت کا آرڈر دے دیا اور انھوں نے اس کی مرمت کے لئے ایک آدمی کو پیچھے چھوڑا اور چلے گئے اور وہاں بنو ہلال کے بھی کچھ لوگ حاضر ہوئے جو زیادہ نہ تھے اور بنی ہوازن میں سے کعب اور کلاب وہاں حاضر ہوئے۔

فصل سوم

○ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے حنین کی طرف مارچ کرنا
○ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اہل مکہ سے مالی قرضہ اور عاریۃً ہتھیار لینا
○ خود پسندی اور فریب کے عیوب
○ جاہلیت کا اثر، ذات انواط سے مطالبہ کرنا
○ نبوی پڑاؤ میں، ہوازن کے جاسوس
○ اپنی فوج کے تیار کرنے میں ہوازن کے سالار کا طریقہ
○ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو کیسے تیار کیا
○ مارچ کے دوران، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فریب سے قتل کرنے کی سازش

ظہور اسلام کے بعد ہوازن اور قریش کے تعلقات

قریش اور ہوازن کے درمیان اچھے تعلقات نہ تھے بلکہ ان کے تعلقات کی کیفیت قبائلی جنگ سے زیادہ مشابہت رکھتی تھی اور یہ حالت حرب فجار کے زمانے سے تھی اور قریش اور ہوازن کے درمیان محبت کے تعلقات نہیں پائے جاتے تھے بلکہ بائیکاٹ اور تاک جھانک کی کیفیت تھی۔ اس لئے جب مکہ کے ساتھ نبوی جنگ کی علامات اُفق پر جھلکنے لگیں تو ہوازن اور قریش کے درمیان کسی قسم کا کوئی رابطہ اور تعلق موجود نہ تھا۔ لیکن جب مکہ توحید کی فوج کے قبضہ میں آگیا تو ہوازن کے قائدین نے محسوس کیا کہ اسلامی وجود کے خطرے کی حرارت ان کے چہروں کو جھلس رہی ہے، پس ان کا نوجوان قائد مالک بن عوف مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا اور

اس نے بیس ہزار جانبازوں کو اکٹھا کیا، بلاد ہوازن کے دفاع کے لئے نہیں، بلکہ مسلمانوں کو مارنے اور جیش نبوی کو مکہ سے نکالنے اور مکہ پر چڑھائی کرنے کے لئے، تاکہ حرم تو دوبارہ بت پرستی کے اقتدار تلے واپس آجائے۔

ہوازن کے مشہور سالار کا تیاری کا طریق

نوجوان سالار مالک بن عوف نے ہوازن کے تیار کرنے میں ایک انوکھا اور مشہور اسلوب اختیار کیا جس اسلوب کو اس سے پہلے جزیرہ میں فیصلہ کن جنگوں میں کسی نے اختیار نہیں کیا تھا جب اس نے ہوازن کے مختلف قبائل سے بیس ہزار جانبازوں کو اکٹھا کر لیا تو اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ان کے ساتھ مکہ پر حملہ کرے گا اور وہ انوکھا اسلوب جو ہوازن کے سالار نے اختیار کیا یہ تھا کہ اس نے فیصلہ کیا کہ ہوازن کی فوج کا ہر سپاہی اور سالار اپنی عورتوں اور بچوں اور اپنے مملوکہ اونٹوں بکریوں اور سونے اور چاندی کو اپنے ساتھ رکھے گا۔

اور اس فیصلے کے پس پردہ نوجوان سالار کا مقصد یہ تھا کہ جب مسلمانوں کے ساتھ اس کی فوج کی مڈبھیڑ ہو تو وہ اپنی فوج کے جانبازوں کو جنگ میں مزید ثبات عطا کرے اور یہ کہ جنگ کے وقت فوج کے ہر سپاہی کے دل سے مسلمانوں کے آگے فرار اختیار کرنے کا خیال نکال دے، اور اسکی بنیاد اس یقین پر تھی کہ جانباز کے لئے یہ بات محال ہوتی ہے کہ وہ میدان سے بھاگ جائے اور اپنی بیوی اور عورتوں اور اپنی تمام مملوکہ اشیاء کو چھوڑ دے کہ وہ اس کے دشمن کے قبضہ میں آجائیں۔

اور یہ وہ طریق تھا جسے نوجوان سالار مالک بن عوف نے موقع کے مطابق سمجھا جبکہ وہ اپنی فوج کو اکٹھا کر رہا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ

فیصلہ کن حرکت کرنے کے لئے منصوبہ بنا دیا تھا لیکن وہ بھول گیا بلکہ زید نے مناسب یہ سمجھا کہ اسے علم نہیں تھا کیونکہ وہ جنگی سیاست سے واقفیت نہیں رکھتا تھا کہ شکست خوردہ آدمی کو کوئی چیز واپس نہیں لاتی جیسا کہ مشہور جانباز درید بن الصمۃ الجشمی نے یہ بات مالک بن عوف سے کہی۔ جبکہ وہ اسے عورتوں، بچوں اور اموال کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر واپس بھجوا دینے اور مسلمانوں کے ساتھ گھوڑوں کی پشت پر مقابلہ کرنے کا مشورہ دے رہا تھا —— جیسا کہ عنقریب اس کتاب میں بیان ہوگا انشاء اللہ۔

ہوازن کی فوج میں پہلی پھوٹ

اگرچہ مالک بن عوف نصری نے ایک بہت بڑی فوج اکٹھی کر لی تھی وہ تقریباً مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے بیس ہزار فوج، پھر بھی بت پرست ہوازنی لشکر کی صفوں کے درمیان ایک خطرناک پھوٹ پیدا ہوگئی اور ان کے دو قبیلوں۔ نے جن کا ہوازن کے درمیان بڑا عسکری وزن تھا۔ سالار اعظم مالک بن عوف کے نظریہ سے معارضہ کیا جو جنگ کو مکہ منتقل کرنے اور مسلمانوں سے جنگ کر کے انہیں وہاں سے نکالنے کا قائل تھا۔ اور ان دونوں قبیلوں کا معارضہ (جیسا کہ معلوم ہوتا ہے) یہ تھا کہ ہوازن کا اپنے دیار کو چھوڑنا اور اپنی تمام قوم اور عورتوں، بچوں اور اموال سمیت دیار ہوازن سے باہر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے جانا خطرہ اور نتائج کے اندازہ نہ کرنے کے تمام معانی کا حامل ہے جبکہ ہوازن کو تباہ کن خطرہ پیش آسکتا ہے، کیونکہ کسی بھی جنگ کے عواقب معلوم نہیں ہوتے، اور اگر ایسا ہو (اور وہ یقینی ہو) کہ ہوازن کو شکست ہو تو وہ بڑی رسواکن اور تباہ کن شکست ہوگی اور ممکن نہیں ہوگا کہ اس کے بعد ہوازن کا وجود قائم رہ سکے کیونکہ

اس کی عورتیں اور بچے اور تمام مملوکہ اموال مسلمانوں کے ہاتھوں میں بطور غنیمت آجائیں گے۔

مگر مالک بن عوف پر جوانی کا اوچھاپن سوار تھا، جس نے اپنے نظریے کی تنقید پر اعتراض کیا اور (طے شدہ منصوبے کے مطابق) مکہ میں مسلمانوں پر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کیا۔

اور جب ہوازن کے درمیان معارضہ کی آواز کی شنوائی نہ ہوئی جو دو قبیلوں (کعب[1] اور کلاب[2] اور یہ دونوں بنی عامر ابن صعصعہ میں سے تھے) پر مشتمل تھی تو ان دونوں قبیلوں نے ہوازن کی جنگی فوج کے ساتھ شامل ہونے

---

[1] کعب ہوازن کا عظیم بطن ہے اور وہ بنو کعب بن ربیعہ بن عامر ابن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن ہیں اور انھیں سے کچھ لوگ اس علاقے میں مقیم تھے جو تہامہ، مدینہ اور ارض شام کے درمیان واقع ہے اور معجم قبائل العرب میں بیان ہے کہ انہیں سے عقیل، قشیر، حریش اور جعدہ کے قبائل شام میں چلے گئے اور اسلامی حکومت میں تینوں کا خاتمہ ہو گیا اور صرف بنو عقیل باقی رہ گئے اور اسلام کی آمد کے وقت وہ نجد میں تھے اور یمن کے گھر فیج اور اس کے اردگرد کے جنگل میں تھے اور یہی معجم ما استعجم میں بیان کیا گیا ہے۔

[2] بنی کلاب، یہ بھی ہوازن کا ایک عظیم بطن ہیں اور معجم قبائل العرب میں بیان ہے کہ وہ کعب بن ربیعہ کے بھائی کلاب بن ربیعہ کے بیٹے ہیں اور معجم قبائل العرب میں ہے کہ ان کے دیار ضریہ کی رکھوں میں تھے اور وہ کلیب کی رکھ ہے اور وہ فدک کی رکھ، مدینہ منورہ کی جہات فدک اور عوالی میں ہے پھر وہ شام منتقل ہو گئے اور جزیرہ میں انھیں شہرت حاصل تھی اور وہ بادشاہ بنے اور جاہلیت میں انھوں نے دومۃ الجندل میں ایک بت بنایا جسے "ود" کہتے تھے اور وہ نصرانی دین میں داخل ہوئے اور پھر اسلام میں داخل ہو گئے

سے انکار کا اعلان کر دیا۔ پس ہوازنی فوج میں پہلی خطرناک پھوٹ پیدا ہو گئی۔ کیونکہ دونوں قبیلے (کعب اور کلاب) اہم فوجی بازوؤں میں شمار ہوتے تھے اور ہوازن کے قبائل کے درمیان بڑی جنگی قوت اور عددی کثرت والے خیال کئے جاتے تھے اور اس بات کی گواہی تجربہ کار فوجی ماہر (درید بن الصمۃ) نے اس وقت دی تھی جب وہ وادیٔ حنین میں سالارِ اعظم مالک بن عوف سے اس تباہ کن غلطی کے بارے میں مجادلہ کرتے ہوئے پہنچا تھا جو اس نے فوج کے ساتھ عورتوں، بچوں اور اموال کے لے جانے کے بارے میں کی تھی (درید بن الصمۃ نے دریافت کیا (اور وہ مالک بن عوف کو عورتوں بچوں اور اموال کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر واپس لے جانے کے بارے میں مشورہ دے رہا تھا):

کعب اور کلاب نے کیا کیا؟ انھوں نے جواب دیا: ان میں سے کوئی آدمی فوج میں شامل نہیں، اس نے کہا: خوش قسمتی اور تیزی غائب ہو گئی ہے اگر رفعت و برتری کا دن ہوتا تو کعب اور کلاب اس سے غائب نہ ہوتے اور میرا خیال ہے کہ تم بھی وہی کچھ کرو گے جو کعب اور کلاب نے کیا ہے[1] اور جس شخص نے کلاب کو ہوازن کے ساتھ حنین میں حاضر ہونے سے روکا تھا وہ ابن البراء تھا اور واقدی نے اپنے مغازی کی جلد ۳ کے صـ۸۸۹ پر بیان کیا ہے کہ

> "ہوازن میں سے کعب اور کلاب وہاں حاضر نہ ہوئے اور کلاب قریب ہی تھے اور ان میں سے ایک آدمی کو پوچھا گیا کہ

---

[1] البدایۃ والنہایۃ

> کلاب نے ہوازن کو کیوں چھوڑا ہے۔ اس نے جواب دیا۔
> قسم بخدا اگرچہ وہ قریب ہی ہے لیکن ابن ابی البراء نے
> آکر انھیں حاضر ہونے سے روک دیا اور انھوں نے اس
> کی بات مان لی ہے۔ اور کہنے لگا خدا کی قسم اگر وہ مشرق اور
> مغرب کے درمیان محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے دشمن ہو جائیں
> تو وہ ان پر غالب آجائے گا۔

اگرچہ ہوازن کی اکثریت سے کعب و کلاب الگ ہو چکے تھے۔ اور انھوں نے سپہ سالار اعظم مالک بن عوف کے احکام کو مان کر اور اس کی فوج میں عدم شمولیت کا اعلان کر کے اس سے سرکشی اختیار کی تھی۔ پھر بھی (جنگی نقطۂ نظر سے) ہوازن کی قوت ایک زبردست خوفناک جنگی قوت تھی کیونکہ ہوازن کے بیس ہزار جانباز بہادر نوجوان قائد مالک بن عوف کے پاس جمع تھے جن کے مقابلے میں مسلمانوں کے بارہ ہزار جانباز تھے۔

تاریخ کی بنیادی کتب میں مؤرخین کے اسلوب کلام سے پتہ چلتا ہے کہ ہوازن نے کسی بھی جگہ پر مسلمانوں کا سامنا کرنے اور ان سے جنگ کرنے کا پختہ ارادہ کیا ہوا تھا اور وہ مسلمانوں کے مکہ پر قبضہ کرنے سے قبل بھی اس کے لئے تیاری کر رہے تھے۔ نیز وہ اس بات کی بھی استعداد رکھتے تھے کہ مسلمانوں کو بدترین حالات سے دوچار کر دیں۔ پس انھوں نے (اور وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کا منصوبہ تیار کر رہے تھے خواہ وہ کہیں بھی ہوں) ان کو شکست دینے کا اندازہ لگایا اور وہ کسی بھی جگہ پر مسلمانوں پر حملہ کر سکتے تھے۔

پس انھوں نے (اس اندازے کے مطابق) ——— حملے کے

منصوبے کے بعد ۔ دفاع کا منصوبہ بنایا ـــــ اور اس دفاع کے منصوبے کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر مسلمانوں پر حملہ کرنے کے نتیجے میں ان کے نصیب میں شکست ہو تو وہ شہروں میں (مثلاً طائف کی طرح) قلعہ بند ہو جانے کے لئے تیار ہوں۔

اور اس دفاعی منصوبے کی تکمیل کے لئے (ہوازن) یہ ایک احتیاطی منصوبہ تھا! انھوں نے ثقیف سے (جو ہوازن کا ایک بطن ہیں) اُردن کے جرش شہر کی طرف ایک وفد بھیجا جو شام کے اس علاقے کا ایک حصہ تھا جو ان دنوں اسلام و مسلمانوں کی دشمن روم کی شہنشاہیت کے ماتحت تھا

اور اس وفد جس کی سربراہی عروہ بن مسعود کر رہا تھا کا سب سے بڑا کام یہ تھا کہ وہ جنگ کے بھاری ہتھیار حاصل کرے جو ان جنگوں کے مناسب حال ہوں جن میں محاصرہ ہوتا ہے کیونکہ ان سے قلعوں کے دفاع میں کامیابی ہوتی ہے اور دشمن کی جو فوج محاصرہ کئے ہوتی ہے اس کے خلاف حملے کئے جا سکتے ہیں۔

اور جرش (جو اس وقت رومی شہر تھا) میں منجنیقوں اور سنگباری کے آلات اور ٹینکوں کے کارخانے تھے اس لئے ہوازن نے اپنے حربی منصوبے کے ضمن میں یہ فیصلہ بھی کیا کہ اس وفد کو رومی کارخانوں سے یہ بھاری فوجی ہتھیار حاصل کرنے کے لئے جرش بھیجا جائے۔

نہ دبابات: اس زمانے میں دبابہ اس بچاؤ کرنے والے آلے کو کہتے تھے جس کے پیچھے حملے کے وقت تیروں سے بچنے کے لئے سپاہی چھپ جایا کرتے تھے مگر موجودہ زمانے میں دبابہ ٹینک کو کہتے ہیں اس لئے ہم نے اس کا ترجمہ ٹینک کیا ہے (مترجم)

یہ منصوبہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ہوازن مسلمانوں کے مکہ پہنچنے سے قبل حتیٰ کہ ان کے مدینہ سے مارچ کرنے سے بھی قبل ان سے جنگ کرنے کا پختہ ارادہ کرچکا تھا...... اس منصوبے کی نقاب کشائی اس ہوازنی جاسوس نے کی جسے سواروں کے اس دستے نے گرفتار کیا جو اس جیش نبوی میں جو مدینہ سے مکہ کی جانب مارچ کر رہا تھا اگلی جیش کے پیچھے تھا۔

> المقریزی اپنی کتاب "امتاع الاسماع" میں بیان کرتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی جانب مارچ کر رہے تھے کہ آپ نے سواروں کا ایک دستہ ہراول کے طور پر آگے بھیجا۔ اس ہراول دستے نے ہوازن کے ایک آدمی کو گرفتار کر لیا جو ہوازن کے سردار اور سالار مالک بن عوف کے جاسوسی بیڑے میں کام کرتا تھا تاکہ وہ اس بیڑے کو مسلمانوں کے بارے میں ضروری خبریں دے اور ان کی اس فوج کی حرکات کے متعلق بھی آگاہ کرے جس کی قریش صلح حدیبیہ کے توڑنے کے بعد توقع رکھتے تھے۔

اور جب یہ ہوازنی جاسوس قائد اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ نے قبائل ہوازن کی عسکری پوزیشن کی حقیقت کے متعلق اس سے انٹرویو کیا تو اس نے جواب دیا:

> انھوں نے بہت سی فوج جمع کی ہے اور عربوں کو لے آئے ہیں اور انہوں نے ثقیف کی طرف وفد بھیجا ہے تو انھوں نے ان کی بات قبول کر لی ہے، اور میں نے ثقیف کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ انھوں نے بہت سی فوج جمع کی ہے اور عربوں کو لے آئے ہیں اور انھوں نے ٹینکوں اور منجنیقوں کے بارے

میں جرش کی طرف وفد بھیجا ہے اور وہ ہوازن کی طرف جا رہے ہیں اور وہ سب اکٹھے ہو جائیں گے ۔ ۔ ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب ہوازن نے ان کی بات مان لی ہے؟ جاسوس نے کہا، سب نے بنی عامر میں سے کعب اور کلاب نے تاخیر کی ہے۔

اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہوازنی جاسوس کی فراہم کردہ معلومات کے بعد فرمایا، میرے خیال میں اس نے مجھ سے سچ بولا ہے، پھر آپ نے اُسے حفاظت کے لئے قید کرنے کا حکم دیدیا۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جاسوس دیارِ ہوازن میں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان کاروائیوں سے آگاہ تھے جو دیارِ ہوازن میں ہو رہی تھیں، اور آپ مکہ پر غالب آنے کے بعد جو کچھ وہاں ہو رہا تھا اُس سے غافل نہیں تھے۔ آپ کو (جیسا کہ واضح ہے) ہوازنی قبائل کی اس شدید عداوت کا بھی علم تھا جو وہ اپنے دلوں میں پوشیدہ کئے ہوئے تھے نیز آپ ان کی اس نیت سے بھی آگاہ تھے جو ان کے دلوں میں اس عزم کو بھی بیدار کر رہی تھی کہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں اُن سے برسرِ پیکار ہوا جائے۔

پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کے جاسوسوں نے جنہیں آپ نے اپنے آگے بھیجا تھا ـــــ اور اس وقت آپ فتح مکہ سے قبل، مکہ کی جانب مارچ کر رہے تھے ـــــ یہ اطلاع دی کہ وہاں بہت بڑی فوج جمع ہے، جسے ہوازن کے احلاف سنبھالے ہوئے ہیں ۔ ۔ ۔ اور اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن معرکہ ہو۔

مگر دیارِ ہوازن میں مسلمانوں کے خلاف جو معلومات چل رہی تھیں ان

کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو پوری اطلاع نہ تھی کیونکہ آپ کی انٹیلی جنس کا کوئی آدمی دیارِ ہوازن کی طرف نہیں گیا تھا اور نہ ہی وہاں کے لوگوں سے ملا تھا اور مسلمانوں کے خلاف جو کچھ وہاں ہو رہا تھا اُسے اُس نے اپنے کانوں اور آنکھوں سے دیکھا اور سُنا تھا۔

اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے ایک آدمی کو دیارِ ہوازن کی طرف بھیجنے کا فیصلہ کیا تاکہ جو کچھ وہاں مسلمانوں کے خلاف ہو رہا ہے اس کی تمام ضروری اطلاعات آپ کے لئے اکٹھی کرے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انٹیلی جنس کے جس آدمی کو اس خطرناک مہم کے لئے منتخب فرمایا وہ بنی سلیم کا ایک آدمی تھا جن کے دیار، ہوازن کے دیار کے پڑوس میں ہیں اور یہ آدمی عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی تھا[1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے بلا کر اس بات کا مکلف کیا کہ وہ دیارِ ہوازن کی طرف جائے اور بھیس بدل لے تاکہ ہوازن کا کوئی آدمی اس کی حقیقت کو معلوم نہ کر سکے نیز وہ اچھی طرح ان میں گھل مل جائے اور ان کی ہر ضروری بات کو معلوم کرے تاکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان کی قوت کا اندازہ لگا لیں نیز یہ کہ وہ کس راستے آنا چاہتے ہیں وغیرہ وغیرہ تاکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر پہلو سے اپنے دشمن کی حقیقت کو سمجھ لیں۔

اور ابن ابی حدرد نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کام کیا اور ہوازن کے علاقے میں ان کے ہیڈ کوارٹر میں چلا گیا اور وہاں مختلف بڑی اور ذیلی کمانوں سے ملا اور قبائل کی قوموں کے اندر چلا گیا اور کئی روز تک

---

[1] عبداللہ بن ابی حدرد کے حالات ہماری کتاب غزوۂ خیبر میں دیکھئے۔

مسلسل اپنے حافظے میں ان تمام معلومات کو مدون کرتا رہا جو ان ہوازنی فوجوں کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو پریشان کئے ہوئے تھیں۔

اور جب عبداللہ بن ابی حدرد نے سمجھا کہ اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کافی ضروری معلومات حاصل کر لی ہے تو وہ ہوازن کی ان فوجوں کے درمیان سے چپکے سے نکل آیا جو ہر قبیلے سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے سالار اعلیٰ مالک بن عوف نصری کے پڑاؤ میں اس کی دعوت کو قبول کر کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لئے آئی ہوئی تھیں اور ہوازن (جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں) ایک بڑا قبیلہ تھا جس کے بڑے بڑے بطون و قبائل تھے جو اپنے دیار میں جزیرہ کی عظیم مساحت میں فروکش تھے جو حجاز اور نجد میں منتقل تھی یعنی یہ حجازی نجدی قبیلہ تھا۔

نبوی انٹیلی جنس کا آدمی (عبداللہ بن ابی حدرد) ہوازن کی بے شمار فوجوں کے درمیان سے چپکے سے نکل آیا اور اس نے مکہ کی جانب رخ کیا جہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔

ہوازن کی جنگی حالت کے متعلق بیان

اور جب انٹیلی جنس کا آدمی ابن ابی حدرد مکہ پہنچا تو اس نے فوج کے سالار اعلیٰ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوازن کی فوج اور جو وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے بارے میں تیاریاں کئے ہوئی تھی اس کے متعلق مفصل زبانی بیان دیا اور اس نے ہوازن کی عسکری پوزیشن کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو بیان دیا اس میں یہ بھی کہا کہ ہوازن نے بیس ہزار فوج جمع کی ہے —— اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بیان سے یہ بات اخذ کی کہ ہوازن نے اپنے

دیا ہے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر انتظار نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے بلکہ ، نئے نوجوان سردار مالک بن عوف کے فریب کو قبول کرتے ہوئے خود مکہ میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور وہ وادی حنین میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج سمیت نہایت سرعت کے ساتھ مکہ سے نکلے تاکہ جنگجو ہوازن کے ساتھ آپ کی مڈ بھیڑ مکہ سے باہر ہو۔ چنانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے (پوزیشن کی اہمیت کے پیش نظر) واقدی کے بیان کے مطابق ، عید الفطر سے دوسرے دن مکہ سے اپنی فوج کے ساتھ مارچ کیا جیسا کہ عنقریب اس کتاب میں اسکی تفصیل بیان ہوگی (انشاء اللہ)

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ

"جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کے متعلق سنا تو عبداللہ بن ابی حدرد کو ان کی طرف بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ لوگوں میں شامل ہوکر ان کے ساتھ مقیم رہے تاکہ ان کے متعلق معلومات حاصل کرے اور پھر آپ کے پاس ان کی خبر لے کر آئے۔ پس ابن ابی حدرد چلا گیا اور ان میں شامل ہوگیا یہاں تک کہ اس نے جو کچھ انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے جمع کیا تھا اس کے متعلق سنا اور علم حاصل کیا اور اس نے مالک بن عوف اور ہوازن کی پوزیشن کے متعلق بھی سنا پھر اس نے آکر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ساری حقیقت حال سے آگاہ کر دیا [1]

ہوازن کا مکہ کی طرف مارچ

جب ہوازن نے اپنی تیاری مکمل کرلی اور اس کے بالائی علاقے کے یا

---

[1] جلد ۴ ص ۸۲-۸۳

ان کی سب سے بڑی فوج کا اکٹھ مکمل ہو گیا تو اس کا نوجوان بادشاہ مالک بن عوف قبل اس کے کہ مسلمان اس کی طرف روانہ ہوں وہ آگے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے مکہ کی جانب لے کر چل پڑا اور مالک بن عوف نے (اپنے جنگی منصوبے کے مطابق) اپنی فوج میں تمام ہوازن قبائل کو حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھ اپنے بیٹوں، عورتوں اور اموال کو بھی لے چلیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک خوفناک منظر تھا، بیس[1] ہزار جانبازوں کے ساتھ کم از کم اندازے کے مطابق ان سے تین گنا عورتیں بچے اور بوڑھے بھی تھے۔ گویا ہوازن نے تقریباً ۸۰ ہزار انسانوں جن کے ساتھ ۲۴ ہزار اونٹوں اور لاکھوں بکریوں جن کا شمار نہیں ہو سکتا تھا کے ساتھ مکہ کی طرف مارچ کیا۔

فوج میں شامل
ہوازنی قبائل

ہوازن کے اکٹھ کا بڑا مرکز ــــ وادی اوطاس

کے اکٹھ کا آخری مرکز وادی اوطاس تھا جو حنین کی ان بڑی وادیوں میں سے ایک ہے جو مکہ کے مشرق میں واقع ہیں اور جو الشرائع، وادالزیمہ اور جبال کرا اور یمن تک جو مکہ کے جنوب مشرق میں واقع ہیں کے درمیان وادی حنین میں گرتی ہیں اور جن کے نواح سے قبائل ثقیف نیز ہوازن کا ایک مشہور بطن جشم آکر اوطاس میں ہوازن کے بادشاہ اور سالار عام مالک بن عوف نصری کے ساتھ مل گئے تھے اور وہیں پر

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۳۵ تحقیق ڈاکٹر مارسڈن جونس مطبعہ آکسفورڈ

ہوازنی فوج کی تعداد پورے بیس ہزار ہوئی تھی

اور ہوازن کی بڑی فوج نے مشرق سے مارچ کیا اور مالک کی کمان میں اوطاس میں پڑاؤ کر لیا اور حجاز کے مشرق میں دیارِ ہوازن میں بڑے اکٹھ کے مقام سے جو مختلف قبائل دُور دُور رہتے تھے ان کی فوجیں پے درپے اوطاس میں آنے لگیں۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ

"اور لوگ اوطاس میں اکٹھے ہوگئے اور پڑاؤ کیا اور ٹھہرے اور ہر جانب سے ان کے پاس فوجیں آنے لگیں۔"

دُرید بن الصمہ — ہوازن کی فوج میں

اور درید بن الصمۃ ابن
جشم بن بکر بن معاویہ

ابن ہوازن کا ایک مشہور جانباز اور سادات ہوازن میں سے ایک سردار تھا لیکن معرکۂ حنین کے اکٹھ کے وقت اس کی عمر ایک سو اٹھ سال تھی اور وہ جنگ کی قدرت نہ رکھتا تھا کیونکہ وہ اپاہج تھا جسے جنگ کرنا تو کجا ہل نہ سکنے کی وجہ سے ہودج یا آدمیوں کے کندھوں پر بٹھا کر لایا جاتا تھا۔ مگر عمر رسیدہ ہونے اور بڑھاپے کے باعث جنگ سے عاجز ہونے کے باوجود درید سوائے سماعت کے مفقود ہونے کے اپنے تمام قوائے عقلیہ اور حواس سے بہرہ مند تھا۔

اور قبائلی سوسائٹی میں جہاں ہمیشہ جنگوں کی آگ شعلہ زن رہتی ہے وہ اپنے متواتر ایک سو بیس سالہ جنگی تجربات کے باعث حربی فنون اور عسکری سیاست میں اپنی ہوازنی قوم کا مرجع تھا اور وہ بلاشبہ تجربہ کار شہسوار، شاعر اور روشن دماغ مفکر سردار تھا۔

اور باوجودیکہ اُسے جنگ کرنے کی سکت نہ تھی، اس نے اور اُس کی قوم نے اس بات کو پسند کیا کہ وہ ہوازن کی جنگجو قوم میں شامل ہو، شاید وہ اُن کے جنگی تجربات سے مستفید ہوں۔ فوج نے اسے پالکی میں اُٹھا لیا، اور اسے سالار بنا دیا اور وہ اس اونٹ کو چلاتا تھا جو اُسے اُٹھائے ہوئے تھا یہاں تک کہ فوج نے اوطاس میں پڑاؤ کر لیا۔

مطلق العنان سالار عام نے درید بن الصمہ کے تجربے سے فائدہ نہ اُٹھایا

اور ہوازن کے بادشاہ اور نوجوان سالار مالک بن عوف نصری نے درید بن الصمہ کے جنگی اور فوجی تجربات سے جو اس نے ایک صدی سے زیادہ عرصہ تک جسے اُس نے معرکوں کے بعد معرکوں میں گزارا تھا یہاں تک کہ بڑھاپے نے اُسے اپاہج کر دیا تھا، مستفید ہونا پسند نہ کیا۔

اور مالک بن عوف اپنی رائے کے بارے میں تجاوز کرنے والا متکبر اور خود رائے تھا اور عنفوانِ شباب میں اُبھرتا ہوا نوجوان تھا اور شجاعت و جرأت اور دلیری میں ممتاز ہونے کے باوجود غرور و تکبر اور خود پسندی نے مالک کے لئے نتائج کے بارے میں سوچنے کے متعلق سب راستے بند کر دیئے تھے۔ حالانکہ اس کے متعلق سوچنا ان پر مقدم تھا اور وہ اپنے غرور کے باعث نیز اس لئے کہ وہ عرب کے بہترین بیس ہزار جانبازوں کی قیادت کر رہا ہے جن کے ساتھ اُن کی عورتیں، بچے اور مال بھی ہیں اور ان کے آگے صرف بارہ ہزار جانباز ہیں جنہیں جنگ کا کوئی تجربہ نہیں ہے (جیسا کہ اس نے اپنی قوم میں یہ بات مشہور کی اور اُنہیں دھوکہ دیا) . . . . گویا یوں اس نے مسلمانوں پہ

ہوازن کی فوج کی ذمہ داری لے لی۔

اور جب ہوازن نے اس کے سر تاج شاہی رکھا اور وہ اس کی فوجوں کا سالار عام بن گیا تو وہ خود رائے ہو گیا۔ وہ اکیلا ہی منصوبے بنانے لگا اور پھر مطلق العنان طریقے پر اسے نافذ کرنے میں جلدی کرنے لگا اور اس نے ہوازن کی قبائل کے سرکردہ لوگوں اور عمر رسیدہ سرداروں سے مشورہ کرنے کے متعلق نہ سوچا جنہیں حوادث نے طویل سالوں میں تجربہ کار بنا دیا تھا بلکہ اس نے ان سب کو چھوڑ دیا۔ وہ انفرادی فیصلے کرنے لگا اور پھر سختی سے ان کی تنفیذ کا حکم دینے لگا۔ پس ہوازن نے اس کی نافرمانی نہ کی کیونکہ انہوں نے اسے اپنی رضامندی سے اپنا بادشاہ اور اپنی فوجوں کا سالار عام مقرر کیا ہوا تھا . . . . ہاں بنی کعب اور بنی کلاب نے اس کی نافرمانی کی۔ وہ شروع ہی میں اس کے احکام کی اطاعت سے انکار کر دیا . . . . . اور اس کے انفرادی فیصلے کرنے اور استبدادی صورت میں جلدی سے انہیں نافذ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنی قوم کو ایک تباہ کن شکست کی طرف لے گیا کہ اس جیسی شکست سے عربوں کی کسی قوم کو پالا نہ پڑا تھا۔

اور جن لوگوں کو اس نے درخور اعتنا نہ سمجھا تھا ان میں درید بن الصمہ بھی تھا جو اپنے سن رسیدہ بڑھاپے کے باوجود جس نے اسے اپاہج کر دیا تھا جنگوں کے حالات اور ان کی تدابیر اور فتح و شکست کے اسباب و وسائل کے بارے میں بڑا وسیع تجربہ رکھتا تھا کیونکہ وہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ تک جنگوں میں شمولیت کرتا رہا تھا۔

یہ درید بن الصمہ جو بہت بڑا ماہر جنگ تھا، مالک بن عوف نے اسے درخور اعتنا نہ سمجھا پس اسے اس کے اونٹ پر سوار کر کے فوج میں لایا گیا

اور وہ بچے بوڑھوں کی وجہ سے سمجھ نہیں سکتا تھا کہ سالارِ عام مالک کیا کر رہا ہے اور وہ کس طرح فوج کو تیار کر رہا ہے اور اپنے دیگر متفقہ امور میں کیسے تصرف کر رہا ہے حتیٰ کہ درید بن الصمہ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ سالار مالک نے فوج کے لئے لازم قرار دیا ہے کہ وہ وادی اوطاس کے سوا اپنی عورتوں بچوں اور اموال کو اپنے ساتھ لے جائیں کیونکہ وہ اکٹھ کا بڑا اور آخری مقام تھا اور وہیں پر ہوازن کے تمام بطون کی فوجوں کا اکٹھ (کعب اور کلاب کے سوا) مکمل ہوا تھا۔

پس اس وادی میں جس میں مالک بن عوف ہوازن کے ساتھ کئی روز تک پڑاؤ کئے رہا، درید بن الصمہ نے (گراں گوشی کے باوجود) ایک شدید شور سنا جو اونٹوں، گدھوں اور بکریوں کی آوازوں سے پیدا ہو رہا تھا، نیز اس نے عورتوں اور بچوں کی آوازوں کو بھی سنا اور یہ ایک ایسی بات تھی، جس کی درید (تجربہ کار عسکری ماہر کی طرح) توقع نہیں کر سکتا تھا کہ ایک جنگجو فوج میں جو زندگی اور موت کے معرکے میں حصہ لینے کے لئے مارچ کر رہی ہے یہ چیزیں بھی شامل ہوں گی اس لئے جب اس نے وادی اوطاس میں یہ خوفناک شور سنا تو اس نے ——— حیرت زدہ زبان میں کہا ——— کیا وجہ ہے کہ میں اونٹوں کے بلبلانے، گدھوں کے رینکنے، بکریوں کے ممیانے، بیلوں کے ڈکرانے اور چھوٹے بچوں کے رونے کی آوازیں سن رہا ہوں۔

اور تجربہ کار ماہر ——— درید بن الصمہ کی پالکی جب زمین پر رکھی گئی تو اس نے اپنے ہاتھ سے زمین کو چھوا اور کہا: تم کس وادی میں ہو؟

انہوں نے کہا: اوطاس میں۔

اس نے کہا: ہاں گھوڑوں کی جولانگاہ، جو نہ اونچی اور نہ نوکدار تیز

پتھروں والی اور نہ زیادہ مٹی والی نرم ہموار زمین ہے۔ میں اونٹوں کے بلبلانے، گدھوں کے رینکنے، بکریوں کے ممیانے، بیلوں کے ڈکارنے اور چھوٹے بچوں کے رونے کی آوازیں کیوں سن رہا ہوں؟

انھوں نے کہا، مالک ان کے بیٹوں، عورتوں اور اموال کو ہانک لایا ہے۔

اس موقع پر الحسن نے ہوازن کے سخت اور طاقتور ترین اور جنگ میں زیادہ استقلال دکھانے والے دونوں قبیلوں کے موقف کے متعلق دریافت کیا اور کہا:

اے گروہ ہوازن! کیا تمہارے ساتھ بنی کلاب بن ربیعہ میں سے بھی کوئی آدمی ہے؟

انھوں نے جواب دیا، نہیں

پھر اس نے پوچھا کیا تمہارے ساتھ بنی کعب بن ربیعہ میں سے بھی کوئی آدمی ہے

انھوں نے جواب دیا، نہیں۔

اس نے کہا کہ اگر یہ کوئی اچھی بات ہوتی تو تم ان سے پہلے اس کی سبقت نہ کرتے۔ اور اگر یہ کوئی شہرت اور شرف کی بات ہوتی تو وہ اس سے تخلف نہ کرتے[1]

اور جب اس کو پتہ چلا کہ کعب اور کلاب نے حنین میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شرکت کرنے سے تخلف کیا ہے تو اس نے کہا کہ

خوش قسمتی اور تیزی غائب ہو گئی ہے۔ اگر رفعت و برتری کا دن ہوتا تو کعب اور کلاب اس سے غائب نہ ہوتے۔ اور میرا خیال ہے تم بھی وہی کچھ کرتے جو کعب اور کلاب نے کیا ہے[2]

پھر اس نے پوچھا، تم میں سے اس میں کون حاضر ہوا ہے؟

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ [illegible] [2] تاریخ طبری جلد ۳ [illegible]

انھوں نے کہا، عمرو بن عامر اور عوف بن عامر۔

اس نے کہا، یہ دونوں بنی عامر کے نوخیز جوان ہیں جو نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یعنی حربی نقطۂ نگاہ سے ان کی کوئی قیمت نہیں ہے۔[1]

درید بن الصمہ کا فوج کو واپس لیجانے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہ کرنے کی دعوت دینا

جب عمر رسیدہ و تجربہ کار ماہر جنگ درید بن الصمہ کو عورتوں، بچوں اور اموال کو فوج کے ساتھ لانے اور ہوازن کے اہم جنگی بازوؤں کعب اور کلاب کے پیچھے رہ جانے کی حقیقت سے آگاہی ہوئی تو اس نے ہوازن کے سرکردہ حضرات اور قبائل کے شیوخ سے تقاضا کیا کہ وہ بھی کعب اور کلاب کا سا عمل کریں اور مالک کی نافرمانی کریں اور مسلمانوں کے ساتھ تصادم سے قبل اپنے بلاد کو واپس چلے جائیں۔ اس نے کہا،

اے گروہ ہوازن میری بات مانو اور واپس چلے جاؤ اور جو کچھ کعب اور کلاب نے کیا ہے وہی تم کرو ——— مگر ہوازن نے اس کی بات نہ مانی۔[2]

اور جب ہوازنی فوج کے قبائل کے شیوخ اور سرکردہ حضرات نے درید بن الصمہ کی پکار کا جواب نہ دیا جو سالار بن عوف کی نافرمانی کرنے اور مسلمانوں سے جنگ کئے بغیر واپس جانے کی دعوت دے رہا تھا، کیونکہ اُسے معلوم ہو چکا تھا کہ لشکر کا نوخیز اور مغرور سالار مسلمانوں سے جنگ کرنے کا مصمم ارادہ کئے ہوئے ہے۔ تو اس نے ایک نئی کوشش کی جس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر ہوازن کو شکست ہو تو وہ عورتوں اور بے شمار اموال کو اسلامی فوج کے

---

[1] تاریخ طبری جلد ۳ ص ۷۲ [2] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۸۸۹

ہاتھوں میں آنے سے بچا سکے۔

پس اس نے نوجوان سالارِ عام سے پوچھا کہ اس کی فوج کو عورتوں، بچوں اور اموال کو ساتھ لانے پر مجبور کرنے کا سبب کیا ہے۔ اس کے بعد اس نے اس کی رائے کو احمقانہ قرار دیا اور اپنی رائے کی اہمیت کو اس کے سامنے واضح کیا۔ اس کے بعد اس نے اس کے سامنے ایک تجویز پیش کی اور اس سے تقاضا کیا کہ وہ ہوازن کی عزت کو بچانے کے لئے اس کی تنفیذ کرے جس کے متعلق تجربہ کار ماہر درید کو ذرا بھی شبہ نہ تھا کہ جب سالارِ عام عورتوں، بچوں اور اموال کو فوج کے ساتھ رکھنے پر اصرار کرے گا تو وہ گھیرے میں پھنس جائے گی اور اس تجویز کا خلاصہ یہ تھا کہ سالارِ عام مالک بن عوف عورتوں، بچوں اور اموال کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر واپس بھیجنے کا حکم دے دے تاکہ معرکہ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہو تو وہ مسلمانوں کی قید میں آنے سے بچ جائیں اور مالک، مسلمانوں کو گھوڑوں کی پشتوں پر ملے تاکہ شکست کی صورت میں ہوازن کم از کم نقصان اٹھا کر واپس ہوں لیکن مغرور مالک نے اس دفعہ بھی تکبر کیا اور ماہر جنگ دُرید بن الصمہ کے مشورے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اربابِ مغازی و سیر اور اصحابِ حدیث نے بیان کیا ہے کہ جب مالک بن عوف فوج کے ساتھ ان کی عورتوں، بچوں اور اموال کو بھی لے آیا تو درید بن الصمہ کو اس بات نے پریشان کر دیا کیونکہ درید کی نظر میں ایک ذمہ دار فوجی سالار کی طرح جسے ذمہ داری کا اندازہ ہوتا ہے، یہ ایک قسم کی خودکشی اور تہور تھا۔ ایسا اقدام وہ شخص نہیں کر سکتا جو معرکوں کے نتائج کا اندازہ معرکوں سے قبل کرنے والا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ درید بن الصمہ نے بادشاہ اور سالار مالک کو بلایا اور جب مالک آیا تو ان دونوں کے درمیان یہ تیز

گفتگو ہوئی۔

درید —— اے مالک! تو ایک کریم آدمی (یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کر رہا ہے اور تو اپنی قوم کا رئیس بھی ہے اور یہ دن اپنے بعد کے زمانے کے لئے ایک حادثہ ہوگا . . . . اے مالک! کیا وجہ ہے کہ میں اونٹوں کے بلبلانے، گدھوں کے رینگنے، چھوٹے بچوں کے رونے اور بکریوں کے ممیانے کی آواز سن رہا ہوں

مالک —— میں لوگوں کے ساتھ ان کے اموال، بچوں اور عورتوں کو بھی لے آیا ہوں۔

درید —— کیوں؟

مالک —— میں نے ہر آدمی کے پیچھے اس کے اہل، مال، بچوں، اور عورتوں کو رکھنے کا ارادہ کیا ہے تاکہ وہ ان کی جانب سے جنگ کرے۔

درید —— (مذاق اور غصے سے) بھیڑوں کے چرواہے کو جنگ سے کیا واسطہ —— یعنی مالک کو پھر اس نے اپنے ہاتھ سے تالی بجائی

پھر درید کہنے لگا: کیا شکست خوردہ کو کوئی چیز واپس لاتی ہے؟ اگر جنگ میں تجھے فتح ہوئی تو تجھے تلوار اور نیزے والا آدمی فائدہ دیگا اور اگر تجھے شکست ہوئی تو تو اپنے اہل اور مال کے بارے میں رسوا ہوگا

پھر اس کے بعد اس نے کہا:

اے مالک! تو نے ہوازن کی جماعت کو گھوڑوں کے سینوں کے آگے کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا، بس جو کچھ تو کر چکا ہے، کر چکا ہے۔ نہیں تو میرے اس منصوبے کا انکار نہ کر اور عورتوں، مالوں، بچوں کو ان کے علاقے کے محفوظ مقامات، اور ان کی قوم کے معزز لوگوں کے

پاس پہنچا دے، پھر صباۃ[لہ] (یعنی مسلمانوں) سے گھوڑوں کی پشتوں پر جنگ کرنا، پس اگر تجھے فتح ہوئی تو یہ چیزیں تجھے مل جائیں گی اور تو نے اپنے اہل اور مال کو محفوظ کر لے گا ۔

مالک (غضبناک ہو کر) خدا کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا اور جو کچھ میں نے کیا ہے اُسے تبدیل بھی نہیں کروں گا، تو بوڑھا ہو گیا ہے اور تیرا علم بھی بوڑھا ہو گیا ہے اور تیرے بعد وہ آدمی پیدا ہوا ہے جو جنگ کے بارے میں تجھ سے زیادہ بصیرت رکھتا ہے ۔

درید —— اے گروہ ہوازن! خدا کی قسم اس رائے میں تمہارے لئے کوئی بہتری نہیں، یہ شخص تمہاری کمزوریوں کے بارے میں تمہیں رسوا کرنے والا اور تمہارے دشمن کو تم پر قابو دینے والا ہے اور تمہیں چھوڑ کر قلعہ ثقیف میں چلا جانے والا ہے پس واپس چلے جاؤ اور اُسے چھوڑ دو ۔

ہوازن کے سالار کا خودکشی کی دھمکی دینا

معلوم ہوتا ہے کہ تجربہ کار ماہر جنگ بوڑھے نے بادشاہ اور سالار سے جو دانشمندانہ گفتگو کی اس نے فوج کے افسروں اور ہوازن کی فوج میں جو قبائل کے سربرآوردہ حضرات تھے ان پر اثر کیا اور وہ مجبور ہو

[لہ] الصباۃ ۔ صابی کی جمع ہے اور صابی اُسے کہتے ہیں جو ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہو ۔۔۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب کوئی مسلمان ہو جاتا تو اس آدمی کے متعلق کہا جاتا کہ وہ صابی ہو گیا اور قریش تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو صابی کہتے تھے کیونکہ آپ قریش کے دین سے اسلام کی طرف آ گئے تھے، پس درید کی گفتگو میں صباۃ سے مراد مسلمان ہیں ۔ دیکھئے لسان العرب

بچوں، اور اموال کو پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف واپس کرنے کے لئے درید بن الصمۃ کے مشورے کو اختیار کرنے کی طرف مائل ہونے لگے اسلئے اور مالک نے بھی محسوس کیا کہ اس کی قوم کے لیڈر کہتے ہیں کہ منطق اور صواب درید بن الصمۃ کے مشوروں میں پوشیدہ ہیں اور موافقت نے مالک کو اپنے تصرف میں ایک طرف کر دیا) نوجوان اور پچیس سالار نے اپنے سامنے خودکشی کی دھمکی دینے کے سوا کوئی چارہ نہ پایا اس نے کہا کہ اگر ہوازن نے اس کی اطاعت نہ کی اور درید بن الصمۃ کے مشورے سے صرف نظر نہ کیا تو وہ خودکشی کرلے گا۔

اور مالک نے (ہوازن کے سرکردہ لوگوں اور لیڈروں کے سامنے) اپنی تلوار سونت لی پھر اسے اٹھا لیا اور کہا،

اے گروہ ہوازن، خدا کی قسم تم ضرور میری اطاعت کرو گے یا میں اپنی تلوار پر ٹیک لگاؤں گا یہاں تک کہ وہ میری پشت سے پار ہو جائیگی

اور مالک نے جنگ کے بارے میں درید کے ذکر اور مشورے کو ناپسند کیا، پس لوگوں نے باہم مشورہ کیا اور پوزیشن کا جائزہ لیا اور ایک دوسرے کے پاس گئے اور کہنے لگے خدا کی قسم اگر ہم نے مالک کی نافرمانی کی تو وہ نوجوان آدمی ہے اور وہ ضرور خودکشی کرے گا اور ہم درید کے ساتھ باقی رہ جائیں گے جو بہت بوڑھا ہے جس میں جنگ کی طاقت موجود نہیں۔ وہ ایک سو ساٹھ سال کا ہے اور انھوں نے مالک کے ساتھ اتفاق کرلیا اور ہوازن نے درید کی مخالفت کی۔

اور جب درید نے دیکھا کہ وہ اس کے مخالف ہو گئے ہیں تو اس نے کہا، میں اس دن نہ حاضر ہوا ہوں اور نہ اس سے غائب ہوا ہوں

پیچھے لگنے لگا۔

کاش میں اس جنگ میں نوخیز جوان ہوتا اور میں تیز دوڑ دوڑ کر کام
چلتا اور میں دراز سم گھوڑے کو چلاتا گویا وہ پتھریلے میدان کی بکری ہے

یہ درید شہسواری اور شجاعت میں مشہور تھا اور ابھی وہ بیس سال کا نہیں ہوا تھا کہ وہ بنی جشم کا رئیس، سردار اور بہترین نسب والا تھا لیکن عمر نے اس کا کام تمام کر دیا تھا اور وہ درید بن الصمۃ بن بکر بن علقمہ بن جداعہ بن غزیہ بن جشم بن معاویہ بن بکر بن ہوازن تھا۔[1]

اس طرح نوجوان سالار اور ہوازن کا بادشاہ مالک بن عوف ہوازن کے شیوخ اور سرداروں کو معرکے میں حصہ لینے پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا، اور درید بن الصمۃ نے اسے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ یہ ایک کڑی جنگ ہو گی اور اس کے نتائج ہوازن کے لیے خوفناک اور پریشان کن ہوں گے کیونکہ مالک بن عوف نصری نے جس طریق سے فوج کشی کی ہے اس میں سب سے زیادہ خطرناک بات عورتوں، بچوں، بکریوں، اونٹوں، گدھوں اور ہوازن کی تمام مملوکات کو اکٹھا کر کے فوج کے ساتھ حنین کی طرف لے جانا ہے۔

مکہ سے نبوی جیش کا مارچ کرنا

ہوازنی فوج مسلسل مکہ کی طرف مارچ کرتی رہی مگر جب اس کے سالار عام مالک بن عوف کو

---

[1] دیکھئے تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ [illegible]، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ [illegible]
جوامع السیرۃ صفحہ ۲۳۶، ۲۴۴، طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۱۵۰
الکامل فی التاریخ جلد ۲ صفحہ [illegible]، تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ [illegible]
البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ [illegible]، سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ [illegible]

اطلاع ملی کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنی فوج کے ساتھ مکہ سے ہوازن سے مقابلہ کرنے کے لیے چل پڑے تو اُس نے اپنی فوج کے ساتھ وادی حنین میں پڑاؤ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس لئے کہ یہ جگہ وسعت اور طوالت کے لحاظ سے ان گھوڑوں کی جولانی کے زیادہ مناسب تھی جن پر مالک اور ہوازن کے قائدین بھروسہ کرتے تھے اور وہ کئی ہزار تھے اور اُس دور میں گھوڑے سب سے اہم متحرک ہتھیار تھے جن پر جانباز بھروسہ کرتے تھے پس وہ اس زمانے کی بکتر بند گاڑیوں کے قائم مقام تھے۔

اور جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ انھوں نے اپنے دیار سے مکہ کی جانب مارچ کر دیا ہے تو آپ نے مکہ میں اپنی فوج کے جمع کرنے میں سرعت سے کام لیا اور قبل اس کے کہ ہوازن اپنی فوج کے ساتھ مکہ پہنچیں آپ اُسے ہوازن کے مقابلے کے لئے جلدی سے لے گئے اور یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حکیمانہ عسکری سیاست تھی جس کی اتباع کا اللہ تعالے نے آپ کو الہام کیا تھا، جبکہ مشرکین کے ساتھ جیش نبوی کی ملاقات مکہ سے دُور اور باہر ہونا امنی لحاظ سے، جیش نبوی کے لئے مکہ کے اندر یا اس سے قریب ہونے سے بہتر تھا۔

اس لئے کہ داخلی طور پر مکہ کی حالت پُرسکون نہ تھی: رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی فوجوں کو اس پر قبضہ کئے سترہ دن سے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا، اور مکہ بُت پرستی کا قلعہ تھا اور وہاں قریش کے وہ بڑے بڑے سردار بستے تھے جنھوں نے اسلام کو ختم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ چھوڑا تھا۔

اور جیش اسلام کے مکہ میں داخل ہونے اور ان کے جیش نبوی کی اطاعت کرنے اور اس کا مقابلہ نہ کرنے کا فیصلہ کرنا اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ اس بات

کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام ایک دینِ برحق ہے جس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا چاہیئے . . . . بلکہ اس کا باعث فوجی لحاظ سے جیشِ نبوی کے مقابلے کی عدمِ قدرت اور کمزوری تھا اور اگر قریش کو معلوم ہوتا کہ وہ اپنے درمیان حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے مقابلہ کرنے اور ان پر غالب آنے اور انھیں دور کرنے کی سکت پاتے تو وہ مقابلے کے منصوبہ پر عمل کرنے میں ذرا بھی نہ ہچکچاتے اور وہ ضرور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو دور کرنے اور ہٹانے کے لئے فوجی مقابلہ کرتے . . . .

اس بات کی دلیل یہ ہے کہ جب قریش نے اپنے سردار ابوسفیان کی یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج سے ان کے لئے امان حاصل کرے اور ابھی آپ راستے ہی میں تھے اور مکہ میں داخل نہیں ہوئے تھے تو قریش نے ابوسفیان سے کہا، اس امان کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تو جا کے تُو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل کر اور آ جا کہ وہ مکہ میں داخل ہو جائیں لیکن اگر تو آپ کے اصحاب میں کمزوری دیکھے تو ان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دے۔

یہی وجہ ہے کہ جب جیشِ نبوی مکہ پر غالب آگیا تو بہت سے اہلِ مکہ نے اعلانِ اسلام کر دیا اور ایمان ابھی ان کے قلوب میں داخل نہیں ہوا تھا . . . . اور اس حقیقت کا اظہار ان کے ایک سردار نے کیا جو معرکۂ حنین میں موجود تھا اس نے کہا (جب جنگ کے پہلے مرحلے میں مسلمانوں نے شکست کھائی) جادو بیکار ہو گیا ہے اور یہ شکست سمندر تک ختم نہ ہوگی۔

پس اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں قلعہ بند ہو جاتے اور ہوازن کے مقابلے میں گلیوں میں جنگ کرنے کے منصوبے پر بھروسہ کرتے تو آپ

کی اور آپ کی فوج کی پوزیشن خطرناک ہو جاتی ۔ کیونکہ بہت سے قریش پھر جاہلیت کو اختیار کر لیتے اور مکہ پر ہوازن کے حملے کے موقع کو غنیمت جانتے اور وہ ایک قریشی فوج تشکیل کر کے مکہ کے اندر مسلمانوں کو مارتے . . . . اور یہ احتمال بعید نہیں ہے اور ہر وہ سالار جو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے والی پوزیشن میں ہو، ضروری ہے کہ وہ فیصلہ کن معرکے کا منصوبہ بناتے ہوئے، اس احتمال کو اپنے اندازے میں شامل رکھے ۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے نکلتے اور وہاں کے دو ہزار باشندوں کو فوج میں اپنے ساتھ لے جانے کا جو منصوبہ بنایا تھا وہ ایک دانشمندانہ منصوبہ تھا جس نے ان اعلانِ اسلام کرنے والے مشکوک لوگوں کی بارے جن کے دلوں میں ابھی تک اسلام داخل نہیں ہوا تھا کی آپ کی پشت کو محفوظ کر لیا، مثلاً وہ لیڈر جس نے حنین میں مرحلہ اولیٰ مسلمانوں کی ہزیمت سے خوش ہو کر یہ بات کہی کہ

جادو بیکار ہو گیا ہے اور شکست سمندر تک ختم نہ ہوگی ۔

بلکہ اہل مکہ میں سے کئی لوگ اپنے شرک پر قائم رہے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام میں داخل ہونے کے بارے میں مجبور نہیں کیا بلکہ انہیں آزادی دی جیسے صفوان بن امیہ وغیرہ ۔ اور یہ بات قائل کے احتمال کو مؤکد کرتی ہے کہ

جب مکہ میں ہوازن اور جیش نبوی کے درمیان معرکہ آرائی ہوتی تو اہل مکہ ہوازن کے ساتھ شامل ہو جاتے اس لئے عسکری نقطۂ نگاہ سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی فوج کے ساتھ مکہ سے نکلنا اور ہوازنی فوجوں کے ساتھ مکہ سے دور چٹیل میدان میں مقابلہ کرنا عین حکمت اور سیاسی دانائی

قرار پاتا ہے۔ آپ نے (ہوازن سے مقابلہ کے لئے نکلتے وقت) مکہ میں عتاب بن اسید کی کمان میں حفظِ امن و نظام کے لئے ایک چھوٹے سے دستے کے سوا کچھ باقی نہ چھوڑا اور جس دستے کو آپ نے چھوڑا وہ حفظِ نظام اور تمرد اختیار کرنے والے اور امن کو برباد کرنے والے کسی بھی شخص کی سرکوبی کے لئے کافی تھا خصوصاً اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے جیشِ نبوی کے مقدس دارالخلافہ پر قابض ہو جانے کے بعد عوام قریش کے دلوں کو ہیبت اور رعب سے بھر دیا تھا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکین سے عاریۃً ہتھیار لینا

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن سے مقابلے کے لئے مکہ سے باہر جانے کا فیصلہ کر لیا تو آپ اپنی فوج کے ضروری سامانِ جنگ کا جائزہ لینے لگ گئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ اس سامان میں کمی پائی جاتی ہے جس کی تکمیل ضروری ہے تاکہ آپ کی فوج کی ہتھیار بندی مکمل ہو جائے۔ کیونکہ فیصلہ کن معرکہ میں جس میں اسلام اور مسلمانوں کے انجام کا فیصلہ ہونا ہو، اس سے یہ بات مقدم ہے اور آپ کا دشمن تعداد کے لحاظ سے زیادہ اور بہتر ہتھیاروں کا حامل تھا اس لئے آپ نے اس جنگی سامان کے سرچشمے کے متعلق غور کیا جس سے آپ اپنی فوج کی مکمل ہتھیار بندی کر سکیں۔

صفوان بن اُمیہ مکہ کے بڑے لیڈروں اور سرمایہ داروں میں سے تھا اور ہتھیاروں کا مشہور ترین تاجر تھا اور باوجودیکہ مسلمان مکہ پر قابض ہو چکے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسے امان دی جا چکی تھی وہ اپنے شرک پر قائم تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے

فتح یاب ہو کر واپس آئے تو وہ اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہو گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیاروں کے سرچشمے کے متعلق تحقیق کی تاکہ اس کے ذریعہ اپنی فوج کو ضروری اشیاء بہم پہنچائیں تو آپ نے مکہ میں فقط دو سرچشمے پائے اور آپ نے مصمم ہو کر ایک فیصلہ کیا کہ معرکہ کے لئے ان دونوں سے ضروری ہتھیار حاصل کئے۔ اور یہ دو سرچشمے آپ کا عمزاد نوفل بن الحارث اور صفوان بن اُمیّہ تھے۔

اور صفوان بن اُمیہ (معرکہ حنین تک) مشرک تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے گفتگو کی کہ انہیں ہوازن کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ میں شامل ہونے سے پہلے ہتھیاروں کی ضرورت ہے اور آپ نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ آپ کو ہتھیاروں کی مدد دے۔۔۔

آپ نے فرمایا۔

"اے ابو اُمیہ ہمیں اپنے ہتھیار عاریۃً دے دو کل ہم ان سے اپنے دشمن سے مقابلہ کریں گے۔"

صفوان نے کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ غاصبانہ طور پر ہتھیار لیں گے؟ آپ نے فرمایا، بلکہ عاریۃً لیں گے اور ان کی واپسی کے ذمہ دار ہوں گے۔ اس نے کہا اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ پس اس نے آپ کو سو زرہیں اور کافی ہتھیار (تلواریں اور نیزے وغیرہ) دیئے۔ اس موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان سے مطالبہ کیا کہ وہ ہتھیار کو معرکہ کے مقام تک پہنچائے۔ آپ نے فرمایا۔

"ان کے اٹھانے میں ہمیں کفایت کرو"

پس صفوان انہیں اپنے اونٹوں پر لاد کر اوطاس لے گیا اور انہیں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ اور نوفل بن الحارث بن عبد المطلب (یہ بھی ہتھیاروں کے بڑے تاجروں میں سے تھا) نے معرکہ حنین میں تین ہزار نیزوں سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور یوم حنین کے بعد جیش اسلامی نے نوفل بن الحارث کے نیزوں سے بڑا فائدہ اٹھایا اور اس بات کی گواہی خود حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دی۔ آپ نے نوفل سے فرمایا:

"میں تیرے نیزوں کو مشرکین کی پشتوں کو توڑتے دیکھ رہا ہوں"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل مکہ سے مال قرض لینا

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو بزور قوت فتح کیا تھا اور آپ کی استطاعت میں تھا ـــــ مکہ کے اطاعت کر لینے کے بعد ـــــ کہ آپ (غالب فاتح کی طرح) مکہ کے مغلوبین سے جو مال اور ہتھیار چاہتے لے لیتے۔

باوجودیکہ جنگی دستور اس بات کے مقتضی ہیں کہ فاتح شکست خوردہ دشمن کے ہیڈکوارٹر سے تمام ہتھیار قبضہ میں کر سکتا ہے مگر فاتح رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف انہی ہتھیاروں پہ قبضہ کیا جنہیں بعض قریشی دستے جنہوں نے ابوسفیان کے حکم کی نافرمانی کی تھی اور جیش نبوی کے مکہ میں داخلہ کے وقت اس کا مقابلہ کر کے شکست کھائی تھی گلیوں میں پھینک گئے تھے۔

اور مکہ کے گھروں میں جو ہتھیار بچ تھے خواہ وہ تجارت کے لئے تھے یا خاص استعمال کے لئے تھے، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی چیز کے لینے کی اجازت نہیں دی اور نہ ہی فاتح جیش اسلامی کی جانب سے

شکست خوردہ قریشیوں کے کسی گھر میں ہتھیاروں کی تلاش کے لئے داخل ہو کر انھیں حاصل کرنے کی کوئی کارروائی ہوئی ہے۔

اور ہم معلوم کر چکے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ الجمحی سے کس طرح عاریۃً ہتھیار لئے (اور وہ مکہ کے عظیم مشرک لیڈروں میں سے تھا) اور جب صفوان نے آپ سے پوچھا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ غاصبانہ طور پر ہتھیار لیں گے؟ تو آپ نے فرمایا: بلکہ عاریۃً لیں گے، اور ان کی واپسی کے ذمہ دار ہوں گے۔

اسی طرح اموال کا معاملہ ہوا، جس وقت جیش نبوی نے مکہ پر قبضہ کیا اُس وقت آپ کو مال کی شدید حاجت تھی اور باوجود اس حالت کے، اور باوجود ایک فاتح فوج ہونے کے، جو اس وقت کے لحاظ سے بلاد عرب کے سب سے بڑے شہر پر قابض تھی، یہ فوج (اپنے سالار اعلیٰ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق) ایک درہم یا اہل مکہ کے اموال میں سے جبر و قوت کے ساتھ کسی ایک چیز کے لینے سے بھی رکی رہی۔

اور فاتح سالار رسول نے جو کچھ کیا وہ یہ تھا کہ جب آپ نے دیکھا کہ آپ کے بعض سپاہیوں کو فقر و فاقہ اور تنگدستی نے آلیا ہے تو آپ نے مفتوح مکہ کے سرمایہ داروں سے مطالبہ کیا کہ وہ آپ کو اپنے اموال میں سے کچھ قرض دیں تاکہ آپ اس سے فوج کے بعض سپاہیوں کی تنگی کو ہلکا کر سکیں، جو آپ کے اصحاب میں شامل تھے، اور جب وہ اس کی ادائیگی کی سکت پائیں گے تو انھیں واپس کر دیں گے، پس مکہ کے سرمایہ داروں نے آپ کو ڈیڑھ لاکھ درہم قرض دیا، جسے آپ نے معرکہ حنین کے بعد شکریہ کے ساتھ انھیں واپس کر دیا۔

اور یہ کارروائی فاتح سالار رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ خلق ہے جس کی

شرافت و پاکیزگی، پاکدامنی اور عسکری مہارت اور اصول انصاف کے لحاظ سے دنیا کے سالاروں میں سے کوئی ایک سالار بھی آج تک نہیں پہنچ سکا۔

حالانکہ یہ بات آپ کے بس میں تھی اور اپنے پیچھے دشمن پر غالب فاتح کی طرح اگر آپ ان اہل مکہ سے جنہوں نے آپ اور آپ کی دعوت کے خاتمہ کے لئے ہر حیلے کو آزمایا تھا، بزور مطالبے کے طریق پر جو مال بھی چاہتے، لے لیتے۔ مگر آپ نے ایسی کوئی بات نہیں کی، لیکن اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں، کیونکہ آپ بشریت کی آزادی کے لئے تشریف لائے تھے، اسے دبانے اور ذلیل کرنے کے لئے نہیں آئے تھے۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح کے سال پیغام بھیجا اور عبداللہ بن ربیعہ سے چالیس ہزار درہم قرض لیا تو اس نے آپ کو قرض دے دیا اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہوازن پر فتح دی اور ان کے اموال آپ کو غنیمت میں دیئے تو آپ نے یہ درہم واپس کر دیئے اور فرمایا، قرضہ کی جزا شکریہ ہے۔ نیز فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے مال و اولاد میں برکت دے۔

اور واقدی نے ایک اور مقام پر بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حویطب بن عبد العزیٰ سے چالیس ہزار درہم اور صفوان بن امیہ سے پچاس ہزار درہم قرضہ لیا اور انہیں اپنے کمزور صحابہ میں تقسیم کر دیا

مکہ سے حنین کی طرف جیش نبوی کے مارچ کرنے کی تاریخ

مورخین بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد پندرہ روز قیام کیا۔ پھر آپ نے اپنی فوج کے ساتھ ۶ شوال ۸ھ کو حنین کی طرف مارچ کیا اور اسی سال کے ماہ رمضان میں مکہ فتح ہوا تھا۔

واقدی اپنے مغازی میں بیان کرتا ہے،

> " مورخین کہتے ہیں کہ مکہ ۲۰ رمضان کو جمعہ کے روز فتح ہوا تھا
> اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں پندرہ راتیں قیام کیا،
> آپ دو رکعت نماز پڑھتے تھے پھر آپ ہفتہ کے روز جبکہ شوال
> کے چھ دن گزر چکے تھے حنین کو چلے گئے۔[1]

اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۰ رمضان کو مکہ فتح ہوا تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں ٹھہر کر سترہ دن قصر نماز پڑھتے رہے۔[2]

مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب

جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو ہتھیار بند کرنے اور اسے اکٹھا کرنے کا کام مکمل کر لیا اور مکہ سے مارچ کرنے کا فیصلہ کر لیا تو آپ نے ایک فرمان جاری کیا جس کے بموجب قریش کے صادق الاسلام جوانوں میں سے ایک کو مکہ کا امیر مقرر کیا تاکہ وہ آپ کی غیر حاضری میں اس کے معاملات کا انتظام کرے اور جس نوجوان کو حضور علیہ السلام نے اپنی مکہ پر امیر مقرر کیا اس کا نام عتاب[3] بن اسید تھا اور یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص۹۵۹ ، سیرۃ ابن ہشام جلد ۳ ص۴۳ ، تاریخ طبری جلد ۳ ص۷۰ و ص۹۹ [2] دیکھئے مغازی الواقدی جلد ۳ ص۸۹۹ ۔

[3] عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اموی جن کی کنیت ابو عبد الرحمن تھی اور بعض کا قول ہے کہ ابو محمد تھی، یہ فتح مکہ کے روز اسلام لائے، قبولیت اسلام کے وقت نوجوان تھے اور ان کی عمر ۲۵ سال سے زیادہ نہ تھی، بہت اچھے مسلمان تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان پر اعتماد کیا (باقی اگلے صفحہ پر)

ایک انتظامی دستور تھا کہ جب آپ مدینہ کو چھوڑتے تو اپنے مدینہ واپس آنے تک وہاں پر اپنا ایک نائب امیر مقرر کرتے اور حضرت عتاب بن اسید حنین سے واپسی کے بعد اور مکہ چھوڑ کر مدینہ واپس جانے تک ہی مکہ کے امیر نہ رہے بلکہ حضرت عتاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک مکہ کے امیر رہے اور آپ ہی نے (سہیل بن عمرو کے اشتراک سے) اہل مکہ کو دھمکایا کہ اگر انہوں نے اسلام سے ارتداد اختیار کیا تو انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب اکثر عرب مرتد ہو گئے تھے اور مکہ میں یہ افواہیں پھیلی ہوئی تھیں کہ مکہ کے بھی بعض افراد اسلام سے خروج کرنے کے بارے میں غور و فکر کر رہے ہیں۔ پس سہیل بن عمرو نے منبر پر چڑھ کر فرمایا:

"اے اہل مکہ! تم لوگ اسلام لانے کے لحاظ سے آخری آدمی ہو
ارتداد اختیار کرنے کے لحاظ سے پہلے آدمی نہ بنو۔"

اور حضرت عتاب بن اسید نے فرمایا:

"جو شخص مسجد میں نماز میں حاضر ہونے سے پیچھے رہا ہم اسے قتل کر دیں گے۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور دیگر سادات مکہ پر انہیں مقدم کیا کیونکہ آپ نے ان میں دینی متانت اور پختگی عزم کا مشاہدہ کیا تھا۔ حضور نے انہیں جنگ حنین میں مشرکین کے مقابلے کے لئے جاتے ہوئے مکہ کا امیر مقرر کیا اور حضرت عتاب بن اسید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر مکہ کے امیر رہے اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنی وفات تک انہیں برقرار رکھا۔ ابن الاثیر اسد الغابہ میں بیان کرتے ہیں کہ عتاب دانشمند، صالح اور فاضل آدمی تھے اور عتاب وہ ہیں جنہوں نے سنہ ۸ھ میں مسلمانوں کے ساتھ حج کیا اور مشرکین نے اپنے مشرکانہ طریق پر حج کیا۔ اور حضرت عتاب کی وفات اس وقت ہوئی جب خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفات پائی

حنین کی طرف مارچ کرنے والی نبوی فوج کی تعداد

اور جب سالارِ رسل صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اپنی فوج کے اکثر افراد کی تیاری کو مکمل کر لیا تو ان کے ساتھ حنین کی طرف مارچ کر گئے جس کے متعلق ہوازن نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان فیصلہ کن معرکہ کا مقام ہوگا اور حنین کی طرف مارچ کرنے والی نبوی فوج کی تعداد بارہ ہزار جانبازوں پر مشتمل تھی جن میں دس ہزار جانباز اہل مدینہ اور قبائل عرب کے مختلف عناصر کے تھے جنہوں نے فتح مکہ میں حصہ لیا تھا اور دو ہزار اہل مکہ میں سے فتح کے بعد مسلمان ہونے والے لوگ تھے[1]۔ اور ان میں کچھ وہ لوگ بھی تھے جو معرکہ کے اختتام تک اپنے شرک پر قائم تھے (جیسے صفوان بن امیہ) اور اہل مکہ میں سے بعض ایسے لوگ بھی جیش نبوی میں شامل تھے جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ جب مسلمانوں کو فتح ہو تو وہ غنیمت میں شریک ہوں اور جب معرکہ میں ناکامی ہو تو وہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایذا سے اپنے دل کو ٹھنڈا کریں بلکہ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے کہ جب جنگ کے پہلے مرحلہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو وہ صفوان بن امیہ کو جو ابھی تک مشرک تھا خوشخبری دینے کے لئے آئے تو صفوان نے انہیں ڈانٹا اور بتایا کہ وہ ہوازن کے کسی آدمی کی حکومت کی بجائے اپنے اوپر قریش کے کسی آدمی کی سرداری کو ترجیح دیتا ہے۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کے آدمی نکلے اور ان میں کسی نے قرض کے سوا کوئی چیز نہ چھوڑی دو سوار اور

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۸۹۵، تاریخ طبری جلد ۳ ص ۷۳، سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ ص ۸۳، جوامع السیرۃ ص ۲۳۶

یہ اسی حالت میں دیکھتے تھے کہ فتح کسے ہوتی ہے۔ جو وہ منافق و ناسپاس لوگ تھے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے جنگ کو ناپسند کرتے تھے اور ابو سفیان بن حرب بھی لشکر کے پیچھے پیچھے تھا اور جب وہ کسی گری پڑی چیز، تھیلی یا تیر یا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمانوں کے پاس سے گرتی تو وہ اُسے اُٹھا لیتا، حالانکہ تیر ان کے ترکش میں موجود تھے یہاں تک کہ اس نے اپنے اونٹ کو گراں بار کر دیا اور صفوان بن اُمیہ بھی نکلا اور وہ اسلام نہیں لایا تھا اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ مدت میں تھا جب وہ لوگوں کے پیچھے مضطرب ہو گیا اور حکیم بن حزام، حویطب بن عبدالعزیٰ سہیل بن عمرو، ابوسفیان بن حرب، حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ابی ربیعہ بھی اس کے ساتھ تھے اور دیکھ رہے تھے کہ کسے فتح ہوتی ہے۔ وہ لوگوں کے پیچھے مضطرب ہو گئے اور لوگ جنگ کر رہے تھے، پس صفوان بن اُمیہ کے پاس سے ایک آدمی گزرا اور کہنے لگا،

> "اے ابو وہب مبارک ہو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب شکست کھا گئے ہیں۔"

تو صفوان نے اُسے کہا،

> "اگر میں محکوم ہوا تو مجھے ہوازن کے حاکم کی بجائے قریش کا حاکم زیادہ محبوب ہے۔"

۱ خود پسندی کے عواقب کا ضرر

فتح مکہ کے بعد، معنوی اور عسکری نقطۂ نگاہ سے مسلمانوں کی طاقت میں اضافہ ہو گیا۔۔ معنوی نقطۂ نگاہ سے مکہ اسلامی فوج کے قبضہ میں آجانے کے بعد جزیرہ نما عرب پر اسلام کا اقتدار، مطلق اقتدار کی

کی طرح ہو گیا کیونکہ مکہ کو تمام جزیرہ کا دارالخلافہ سمجھا جاتا تھا اس لئے کہ وہ عربوں کے درمیان نظریاتی اختلافات کے باوجود ایک دینی مرکز تھا۔

اور عسکری نقطۂ نگاہ سے فتح مکہ کے بعد اسلام کے لئے ایک جنگی فوج جمع ہو گئی تھی جس جیسی فوج جب سے کہ اس دین کا سورج طلوع ہوا تھا اسلام کے جھنڈے تلے نہیں آئی تھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں بارہ ہزار جانبازوں نے حنین کی طرف مارچ کیا اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ قبل ازیں اتنی تعداد کبھی بھی مسلمانوں کے لئے جمع نہیں ہوئی اور یہ کثرت، اس فوج کی کثرت تھی۔ جس جیسی کثرت قبل ازیں مسلمانوں نے اپنی عسکری تاریخ میں نہیں دیکھی تھی۔ اور یہ کثرت جیش نبوی کے بعض مجاہد قبائل کے لئے خود پسندی کا باعث بن گئی اور بعض کے نزدیک یہ خود پسندی فریب کی حد تک پہنچ گئی، اور فریب کا پہلا ثمر دشمن کو حقیر سمجھنا ہوتا ہے اور جنگ کی حالت میں دشمن کو حقیر سمجھنے کا سب سے خطرناک ثمر دشمن کے مقابلے میں ضروری احتیاطوں کے اختیار کرنے میں تساہل کرنا ہوتا ہے اور تساہل اور احتیاط نہ کرنا بعد ازاں ہی شکست اور انتشار تک پہنچاتا ہے جس کی تساہل کرنے والے اور خود پسندی کرنے والے توقع بھی نہیں کر سکتے۔ اور جیش نبوی کی صفوں میں عملاً یہی کچھ ہوا اور اپنی کثرت پر ناز نے اُسے اس یقین تک پہنچا دیا کہ ہوازن پر اس کا غالب آنا ایک ایسا امر ہے جو تمام ہو چکا ہے اور اس خیال نے ہوازن اور ان کی خونخوار، تجربہ کار اور منظم افواج کو حقیر سمجھنے تک پہنچایا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو حنین میں شکست ہو گئی اور اگر اللہ تعالیٰ سالار اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی چھوٹی سی جماعت

کو ثبات نہ بخشتا، جو بڑی شکست کی گھڑی میں ثابت قدم رہی تو قریب تھا کہ یہ شکست مہلک اور تباہ کن صورت اختیار کر جاتی۔ اس امر نے شکست خوردہ مسلمانوں کی تنظیم کو دوبارہ قائم کر دیا جسے انہوں نے پہلے حملے کے وقت کھو دیا تھا جب فجر کی تاریکی میں ہوازن کے گھاٹیوں میں سے ان پر ٹوٹ پڑے تھے جنہیں ان کے نوجوان سالار اور شجاع بادشاہ مالک بن عوف نے جہاں منظم و مرتب کیا ہوا تھا۔

پس پہلے حملے کے وقت جب اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست سے آزمایا تو اس کے بعد جنگ کا توازن جیشِ نبوی کے حق میں ہو گیا اور وہ شکست جس نے جیشِ اسلامی کی جمعیت کو پریشان کر دیا (حتیٰ کہ بعض شکست خوردہ مکہ کے قریب پہنچ گئے) اس سے جنگ کا توازن تباہ کن فتح تک پہنچ گیا جو عسکری نقطۂ نگاہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی کامیابی تھی جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے ان زبردست تشدد خواہ جنگجو افواج پر ظفر کرتے ہوئے جن سے وادیٔ حنین میں آپ کا تصادم ہوا تھا عہدِ نبوی کے کسی معرکے میں حاصل کیا تھا، کیونکہ ہوازنی افواج بیس ہزار جانبازوں سے کم نہ تھیں جبکہ جیشِ اسلامی بارہ ہزار جانبازوں سے زیادہ نہ تھا۔

فوج کی کثرت پر ناز کرنے کی بات

جیشِ نبوی کے کچھ عناصر نے کچھ ایسی باتیں کیں جو اس فوج کی کثرت پر فخر و ناز اور فریب کی آئینہ دار تھیں، اور کثرت پر ناز کرنے کے نتیجہ میں بعض دلوں میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں غفلت پیدا ہو گئی پس اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست سے سزا دی۔

اور کتب تفسیر، سیر اور تاریخ میں بیان ہوا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار جانبازوں کے ساتھ مکہ سے نکلے تو آپ کے اصحاب میں سے ایک آدمی نے (خود پسندی کے لہجہ میں) کہا:

"اگر ہم بنی شیبان سے مقابلہ کرتے تو وہ ہم پر فوز نہ کر سکتے اور اب تو کوئی قلت کی وجہ سے ہم پر غالب آتا"

بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

"یا رسول اللہ! قلت کی وجہ سے آپ ہرگز مغلوب نہیں ہوں گے"[1]

خلاصہ کلام یہ کہ مسلمانوں کی کثرت نے انہیں اس حد تک خود پسند بنا دیا کہ ان میں سے بعض کے دلوں میں فریب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے جنگ کے پہلے مرحلے میں انہیں شکست ہو گئی اور اس حقیقت کو کمال فصاحت کے ساتھ قرآن کریم نے بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ ....

....

....

....

.... ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِينَ[2]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۸۸۹، ۸۹۰ و تفسیر طبری جلد ۱۰ ص ۱۰۰، ۱۰۱

[2] توبہ ص ۲۵-۲۶-۲۷

ترجمہ: تحقیق اللہ نے بہت سے جنگ کے میدانوں میں تمہاری مدد کی اور حنین کے روز بھی جب تمہیں تمہاری کثرت نے خود پسند بنادیا تھا پس وہ کثرت تمہارے کام نہ آئی اور زمین باوجود اپنی وسعت کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنین پر اپنی سکینت نازل کی اور ایسے لشکر اتارے جنہیں تم نے نہ دیکھا اور کفار کو عذاب دیا اور یہ کفار کی جزا ہے، پھر اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا اپنے فضل وکرم سے نوازے گا اور اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

علامہ سید قطب اپنی کتاب "فی ظلال القرآن" میں بیان کرتے ہیں۔

"پھر یاددہانی سے جذبات کو چھیڑا اور اس واقعہ کا ایک پہلو پیش کیا جسے مسلمانوں نے جبکہ وہ حنین کے قریب تھے زندہ رکھا ہوا تھا جس روز تعداد اور سامان کی کثرت سے متأثر ہوکر کچھ وقت کے لئے مسلمانوں کے دل خدا تعالیٰ سے غافل ہوگئے تھے تاکہ مومنین سمجھ لیں کہ محض خدا کے لئے جدوجہد کرنا اور اس سے پختہ تعلق رکھنا ہی فتح کا وہ سامان ہے جو انہیں اس وقت بے یارو مددگار نہ چھوڑے گا جب انہیں تعداد اور سامان کی کثرت بے یارو مددگار چھوڑ دے گی۔ نیز جس وقت اولاد، مال اور بھائی انہیں چھوڑ دیں گے۔"

پھر لکھتے ہیں: قرآن کریم نے مسلمانوں کے اپنی کثرت پر ناز کرنے کے جو نتائج بیان کئے ہیں ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، نص معرکہ کو اس کے مادی مشاہدات اور شعوری اثرات کے مطابق دوبارہ پیش کرتی ہے۔

اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ ....

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شدید پریشین

پس کثرت پر ناز کرنے کے اثر سے روحانی شکست کے زلزلہ کی اس قدر تنگ دلی پیدا ہوئی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ساری زمین جس کی شکست، پشت دیکر بھاگ جانے اور ایڑیوں کے بل پھر جانے تک ان پر تنگی اور سختی کر رہی ہے (ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ) گویا سکینت ایک چادر تھی جو نازل ہو کر پریشان دلوں کو ثبات اور بھڑکے ہوئے جذبات کو سکون بخش رہی تھی (وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا) پس ان کی کیفیت و ماہیت معلوم نہیں ہو سکتی —— وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ —— وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا) اور اس نے قتل و قید اور سلب و ہزیمت سے کفار کو سزا دی اور یہی کفار کی جزا ہے۔

جاہلیت کا بقیہ اثر ذات انواط کا مطالبہ

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ مکہ سے ۶ شوال سنہ ۸ھ کو ہوازن کے مقابلہ کے لئے حنین کی جانب مارچ کیا تھا اور آپ کی فوج میں بارہ ہزار جانباز تھے —— جن میں دو ہزار اہل مکہ کے حدیث الاسلام تھے اور ان میں سے بہت سے آدمی کلیتہً جاہلیت کے معتقدات سے الگ نہیں ہوئے تھے بلکہ ان کے دلوں میں ابھی تک بت پرستی کے تصورات کے اثرات راسخ تھے کیونکہ ان کے شرک و بت پرستی کا زمانہ قریب ہی تھا۔

اور ان اثرات کی ایک بات یہ ہے کہ جیش نبوی میں سے کچھ لوگوں نے جو حدیث الاسلام تھے اور ابھی تک انہوں نے اسلام کی پوری تعلیم حاصل نہیں کی تھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کے ایک مطالبہ کو پورا کریں ۔ ۔ ۔ اور اس کا پورا کرنا عین شرک اور بت پرستی تھا۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ مکہ اور حنین کے درمیان مارچ کر رہے تھے تو فوج ایک بہت بڑے سرسبز درخت کے پاس سے گزری جس کی قریش اور دیگر عرب تعظیم کیا کرتے تھے، اس درخت کو ذات انواط کہا جاتا تھا، اور اس موقع پر (جب انہوں نے مذکورہ درخت کو دیکھا) ان میں سے بعض نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ وہ بھی ان کے لئے اس درخت کی طرح ایک درخت مقرر کر دیں اور وہ اس کی اسی طرح تعظیم کریں گے جیسے مشرکین ذات انواط کی تعظیم کرتے ہیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُرا مناتے ہوئے فرمایا، اللہ اکبر اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم نے بھی وہی بات کہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت موسیٰ سے کہی تھی کہ

اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝

ہمارے لئے بھی ان کے معبودوں کی طرح معبود بنا دو فرمایا بلاشبہ تم جاہل قوم ہو۔ یہ وہ طریقے ہیں اور تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کو اپناؤ گے۔

ابن اسحاق بیان کرتا ہے اور مجھے ابن شہاب زہری نے سنان ابن ابی سنان الدولی سے بتایا ہے اور اس نے ابو واقد اللیثی سے روایت کی ہے کہ حارث بن مالک نے کہا کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی طرف گئے اور ہم نے نیا نیا جاہلیت کو چھوڑا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ حنین کی طرف گئے اور قریش کے کفار اور دیگر عربوں کے لئے ایک بہت بڑا سرسبز درخت تھا جسے ذات انواط کہا جاتا تھا، وہ ہر سال اس کے پاس آتے تھے وہاں پر اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے اور اس کے پاس

قربانیاں کرتے تھے اور ایک دن اُسکے پاس ٹھہرتے تھے وہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے ہوئے ایک بہت بڑی سرسبز بیری دیکھی۔ پس ہم نے راستے کے گوشوں سے آواز دی یا رسول اللہ! ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط مقرر کر دیجئے جیسا کہ ان کے لئے ذات انواط ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ اکبر! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم نے بھی وہی بات کہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت موسیٰ کو کہی تھی کہ

اجْعَلْ لَنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ

یہ وہ طریقے ہیں اور تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کو اپناؤ گے[1]

اور عکرمہ کی ایک روایت میں جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے بیان ہوا ہے وہ کہتے ہیں کہ ذات انواط ایک بہت بڑا درخت تھا اور اہل جاہلیت اُس کے پاس قربانیاں کرتے تھے اور ایک روز اس کے پاس ٹھہرا کرتے تھے اور ان میں سے جو اس کا قصد کرتا اپنی چادر اس کے پاس رکھ دیتا اور اس کی تعظیم کی خاطر چادر کے بغیر اس کے پاس جاتا پس جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حنین کی طرف جاتے ہوئے اُسکے پاس سے گزرے تو آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے کہا جن میں حارث بن مالک[2] بھی شامل تھا۔ یا رسول اللہ! ہمارے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۸۴، ۸۵۔ [2] الحارث بن مالک قیس بن عوذ بن جابر بن عبد مناة بن شجع الکنانی البکری اللیثی جو ابن البرصاء کے نام سے مشہور ہے۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ حجازی ہے جو مکہ میں مقیم ہو گیا تھا اور بعض کا قول ہے کہ وہ کوفہ میں اُترا تھا اور بہت سے تابعین نے اس سے حدیث کی روایت کی ہے جن میں عبید بن جریج اور الشعبی شامل ہیں اور اس سے الشعبی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے فتح مکہ کے روز رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قریش آج کے بعد قیامت تک غزو نہیں کئے جائیں گے

لئے بھی ایک ذات انواط مقرر کر دیجئے جیسا کہ ان کے لئے ذات انواط ہے۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار اللہ اکبر کہا، اور فرمایا:

"یہی کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا۔"[1]

حنین کی طرف جاتے ہوئے رسول کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کو دھوکے سے قتل کرنے کی کوشش

ہر جنگ میں اور خصوصاً ان قدیم جنگوں میں جن میں سالار فوج کا قتل اس کی فوج کی شکست کا باعث بن جاتا تھا، دونوں فوجیں اس فوج کے سالار سے نجات حاصل کرنے کے بارے میں سوچتی ہیں جس کے ساتھ گتھم گتھا ہونے کا فیصلہ ہو جاتا ہے تاکہ وہ اس کے قتل سے اس کے سپاہیوں کے حوصلے کو کمزور کر دے اور یہ کوئی مستبعد امر نہیں کہ ہوازن کے بادشاہ اور اس کی فوجوں کے سالار اعظم نے اس بارے میں بھی سوچا ہو، پس اس نے جنگ چھڑنے سے قبل سالار رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس منصوبے کی تنفیذ کا کام اپنے ایک با اعتماد آدمی کے سپرد کیا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ مشرکین میں سے ایک آدمی —— جس کا نام انھوں نے بیان نہیں کیا ... —— چپکے سے اس مقام پر پہنچ گیا جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حنین کو جاتے ہوئے راستے میں سوئے ہوئے تھے اور وہ جلدی سے نبوی محافظوں سے بھی آگے چلا گیا اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا اس وقت پتہ چلا جب وہ مشرک آدمی آپ کے سر پر تلوار سونتے کھڑا تھا اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سوئے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص۸۹۵

ہوئے تھے اور آپ کے ہتھیار آپ سے دور پڑے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس خطرناک کوشش کو ناکام بنا دیا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کے شر سے نجات دی، پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے محافظوں کو آگاہ کیا تو انھوں نے متسلط مشرک کو گرفتار کر لیا اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس بات سے منع فرمایا۔

ابو بردہ بن نیار بیان کرتا ہے اور وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقربین میں سے تھا کہ

جب ہم اوطاس کے درے تھے تو ہم اترے اور ہم نے ایک عظیم درخت کو دیکھا پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس کے نیچے اترے اور آپ نے اپنی تلوار اور ڈھال اس کے ساتھ لٹکا دی، وہ بیان کرتا ہے کہ میں آپ کے قریب ترین صحابہ میں سے تھا پس مجھے آپ کی آواز نے گھبرا دیا، آپ نے فرمایا: اے[1] ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا لبیک اور میں سرعت کے ساتھ آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ کے پاس ایک آدمی بیٹھا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ یہ آدمی آیا اور اس نے میری تلوار سونتی اور پھر اسے لیکر میرے سر پر کھڑا ہو گیا، تو میں گھبرا گیا اور یہ کہنے لگا: اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آج تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ میں نے جواب دیا: اللہ، ابو بردہ بیان کرتا ہے کہ میں اپنی تلوار کی طرف لپکا اور میں نے اسے سونت لیا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی تلوار نیام میں کرو۔ وہ بیان کرتا ہے میں نے عرض کیا،

---

[1] ابو بردہ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں دیکھئے۔

یا رسول اللہ مجھے اس دشمنِ خدا کو قتل کرنے دیجئے، یہ مشرکین کا جاسوس ہے آپ نے مجھے فرمایا: اے ابو بردہ خاموش ہو جا! وہ بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ اُسے کوئی بات کہی اور نہ سزا دی۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں فوج میں آوازیں دیتا رہا تاکہ لوگ اُسے دیکھ لیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بغیر ہی کوئی آدمی اُسے قتل کر دے۔ رہی میری بات تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کے قتل سے روک دیا تھا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: اے ابو بُردہ اس شخص کو چھوڑ جا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پلٹا تو آپؐ نے فرمایا:

اے ابو بُردہ! جب تک اللہ تعالیٰ اپنا دین تمام ادیان پر غالب نہ کر دے وہ میرا محافظ ہے[1]

جیشِ نبوی سے متعلق ہوازنی جاسوسوں کے بیانات

جیسا کہ ہر جنگ میں یہ عام دستور ہے کہ دشمن کے مختلف شعبوں سے متعلق مکمل معلومات حاصل کرنا ایک ایسا امر ہے جسے ہر ذمہ دار سالار دشمن کے مقابلے کے لئے اپنے منصوبوں، اندازوں اور تیاریوں میں مقدم رکھتا ہے۔ اس اصول کے مطابق (جیسا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا) جس وقت آپؐ نے اپنے جاسوسوں کو ہوازن کی فوج کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا تو ہوازن کے بادشاہ اور سالار مالک بن عوف نصری نے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳

بھی بعینہ یہی کام کیا اور جب مسلمانوں نے وادیٔ حنین کی طرف سبقت کر کے پڑاؤ کر لیا اور اسے لشکر مسلمان کے حملہ کرنے کا علم ہوگیا تو اسکے بعد اس نے اپنے فوجی جاسوسوں کو جیشِ نبوی کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا کہ وہ جیشِ نبوی کے متعلق اہم اور ضروری معلومات لیکر ہوازنی افواج کے سالارِ عام کے پاس آجائیں جو ایک فیصلہ کن معرکے کے دروازے پر کھڑا تھا اور جس کے نتائج پر بت پرستی کے انجام کا مکمل فیصلہ ہونا تھا۔ پس مالک بن عوف نے تین آدمیوں کو منتخب کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کی فوج کی قوت کی معلومات کے لئے جاسوسی کی مہم کی ذمہ داری لیں اور اس نے اس مہم کو پورا کرنے کے لئے ان سے انٹیلی جنس کا ایک خاص بیڑا بنایا اور مالک بن عوف نے ان تینوں کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کے پڑاؤ میں گھس جائیں اور اسلامی فوج کے بارے میں تمام وہ معلومات اسکے پاس لے کر آئیں جن کی اسے ضرورت ہے ۔

پس یہ تینوں اپنے بادشاہ اور سالار کی حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہوگئے اور بھیس بدل کر چپکے سے اسلامی پڑاؤ تک پہنچ کر اس میں گھس گئے اور کسی مسلمان کو انکے متعلق کوئی پتہ نہ چلا اور انھوں نے اسلامی فوج کے متعلق وہ باتیں معلوم کیں جنھوں نے ان کے معنوی قوتوں کو ڈھیلا کر دیا اور اور انھیں اپنے دلوں میں یقین ہوگیا کہ جس اسلامی فوج کو انھوں نے دیکھا ہے اس پر کوئی شخص بھی (خواہ کوئی بھی ہو) ہرگز غالب نہیں آسکتا ۔

اس لئے وہ اپنے بادشاہ اور سالار مالک بن عوف کی طرف واپس آگئے اور انھوں نے مسلمانوں کی فوج کے متعلق ایسا بیان پیش کیا جس نے اسے غضبناک کر دیا اور مالک کے انٹیلی جنس کے بیڑے نے صرف

اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اپنے سالار کو یہ صائب مشورہ بھی دیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کرنے سے اجتناب کرے بعد جیشِ نبوی سے جنگ کئے بغیر اپنی فوج کے ساتھ دیارِ ہوازن کو لوٹ جائے کیونکہ یہی ایک ذریعہ ہے جس سے ملک نجات پا سکتا ہے اور اپنی فوج کو شکست سے بچا سکتا ہے جو لامحالہ تباہ کر دینے والی ہوگی۔

شاہ ہوازن کے انٹیلی جنس کے عملے نے اپنا بیان پیش کیا اور جو کچھ انھوں نے مکہ اور حنین کے درمیان مسلمانوں کے پڑاؤ میں ان میں مل جل کر دیکھا اور محسوس کیا تھا اسکی بنا پر آپ سے مقابلہ نہ کرنیکا مشورہ دیا کیونکہ انھوں نے جو کچھ دیکھا تھا اس نے انھیں خوفزدہ کر دیا تھا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا۔

لیکن مالک نے اپنے انٹیلی جنس عملے پر بزدلی کا اتہام لگایا اور ان کا اور انکے مشوروں کا مذاق اڑایا۔ اور ایک دوسرا آدمی کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ اسے اسلامی فوج کے متعلق اطلاع دے پس وہ آدمی حالات معلوم کرنے کے لئے مسلمانوں کے پڑاؤ کی طرف گیا لیکن وہ بھی اسی شعور و احساس کے ساتھ سالار مالک کی طرف واپس آیا جسے تینوں جاسوس لیکر آئے تھے اور اس نے سالار مالک کو مشورہ دیا کہ وہ مسلمانوں سے مڈ بھیڑ کئے بغیر دیار ہوازن کی طرف واپس چلا جائے اور اگر اس نے مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کرنے پر اصرار کیا تو اسے اور اس کی فوج کو شکست نصیب ہوگی۔

لیکن انٹیلی جنس کے آدمیوں نے مسلمانوں کی فوج کے متعلق اسے جو باتیں بھی اور مشورے دئے تھے ان پر عمل کرنے کے درمیان غرور حائل ہو گیا اور اس نے ہر قیمت پر مسلمانوں سے جنگ کرنے پر اصرار کیا اور مقابلہ کیا۔ پس

اسے ہوازن کی فوج کو بُری طرح شکست ہوئی جو جزیرہ عرب میں اسلام اور بت پرستی کے درمیان آخری خونریز جنگ تھی ۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ ——— مالک بن عوف نے ہوازن کے تین آدمیوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی نگرانی کے لئے بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ وہ فوج میں متفرق ہو جائیں پس وہ اس کی طرف واپس آگئے اور ان کے جوڑ الگ ہو چکے تھے۔ اس نے کہا تمہارا بُرا ہو تمھیں کیا ہو گیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے ابلق گھوڑوں پر سفید آدمیوں کو دیکھا ہے، اور قسم بخدا ہم ضبط نہیں کر سکے اور ہماری وہ حالت ہوئی ہے جو تو دیکھ رہا ہے۔ نیز انھوں نے اسے کہا، ہم اہلِ زمین سے جنگ نہیں کر رہے بلکہ آسمان والوں سے جنگ کر رہے ہیں ——— اور اس کے جاسوسوں کے دل دھڑک رہے تھے، اور ہماری بات مان کر اپنی قوم کے ساتھ واپس چلا جا، اور اگر لوگوں نے بھی وہ کچھ دیکھا جو ہم نے دیکھا ہے تو ان کی حالت بھی ہماری طرح ہو جائے گی ۔

اس نے کہا: تم پر افسوس ہے بلکہ تم سب فوج سے زیادہ بزدل ہو اور اسنے انھیں خوف کے باعث اپنے پاس قید کر دیا کہ کہیں فوج میں رعب نہ پھیل جائے اور کہنے لگا مجھے کوئی بہادر آدمی بتاؤ، پس وہ گیا پھر وہ اسکے پاس واپس لوٹ آیا اور اسکی بھی وہی حالت ہو گئی جو اس سے پہلے آدمیوں کی ہوئی تھی، اسنے پوچھا تو نے کیا دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا میں نے ابلق گھوڑوں پر سفید آدمیوں کو دیکھا ہے جن پر نظر نہیں ٹک سکتی اور خدا کی قسم میں ضبط نہیں کر سکا، اور میری وہ حالت ہوئی ہے جو تو دیکھ رہا ہے مگر اس بات نے بھی اسے اس کے ارادے سے نہ روکا[1]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۹۲ تا ۸۹۳

نبوی انٹیلی جنس ہوازنی فوج میں

جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وادی حنین کے قریب آ گئے جب مالک بن عوف نے ہوازنی افواج کا پڑاؤ بنایا ہوا تھا تو آپ نے اپنے ایک ساتھی کو ہوازن کے پڑاؤ کی طرف بھیجا کہ وہ اس فوج کے متعلق ضروری معلومات کو اکٹھا کرے اور جس حد تک اس کے حالات معلوم کرے۔ اور نبوی حربی انٹیلی جنس کا آدمی چلا گیا اور بھیس بدل کر ہوازن کے پڑاؤ میں داخل ہو گیا جہاں حنین میں وہ پڑاؤ کئے ہوئے تھے اور اس کی تمام افواج میں گھوما پھرا حتیٰ کہ وہ پڑاؤ میں ہوازن کی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ گیا اور اس نے ان باتوں کو سنا جو شاہِ ہوازن اور ان کے سالاروں یعنی بقیہ سرداروں کے درمیان جنگ کے بارے میں اور مسلمانوں کے متعلق ہو رہی تھیں، بلکہ نبوی انٹیلی جنس کے آدمی نے اس منصوبے کی بھی مکمل تفاصیل حاصل کر لیں جسے ہوازن کے سالار اعلیٰ بادشاہ نے معرکہ کے لئے تیار کیا ہوا تھا اور اس نے جیش نبوی سے جنگ کرنے والی فوج کی ٹھیک تعداد بھی معلوم کر لی جس کی کمان مالک بن عوف کر رہا تھا اور نبوی انٹیلی جنس کا یہ آدمی، عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی تھا جس نے مالک بن عوف کو (کمان کے خیمہ میں) ہوازن کے لئے حملہ کا منصوبہ بتاتے اور انکے سامنے مسلمانوں کی حالت کو کمتر بتانے اور اپنی فوج کے سالاروں کے مورال کو بلند کرتے سنا کہ انکے پاس ہوازن کے بیس ہزار جانباز موجود ہیں اور بلا شبہ انہیں مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہوگا اسلئے کہ مسلمانوں نے ——— انکے خیال کے مطابق ——— اپنی تمام جنگوں میں صرف ان لوگوں سے جنگ کی ہے جنہیں جنگ کا کوئی علم نہ تھا اور (مالک کے خیال کے مطابق) ہوازن

بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو بتائیں گے کہ جنگ کیسے ہوتی ہے، اور ابن ابی حدرد نے مالک بن عوف کو اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں ہوازن کے زعماء اور قائدین کو کہتے سنا کہ

> "محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اب سے پہلے کبھی جنگ نہیں کی، وہ ایسے ناتجربہ کاروں سے جنگ کرتے رہے ہیں جنھیں جنگ کا کوئی علم نہ تھا اور ان پر فتح پاتے رہے ہیں۔"[1]

پھر وہ فیصلہ کن معرکے کا منصوبہ بنانے میں لگ گیا اور کہنے لگا،

> "جب سحر ہو تو تم اپنے پیچھے اپنے مویشیوں، عورتوں اور بچوں کی صف بناؤ، پھر اپنی صفیں بناؤ، پھر تمہاری طرف سے حملہ ہو۔"

پھر اس نے انھیں اس طریقے کے اپنانے کی دعوت دی جس سے وہ جنگ سبک حرکتی، جاں سپاری، و عدم واپسی پر قادر ہو سکیں گے، اور وہ طریقہ تلواروں کی نیاموں کو توڑ کر ایک طرف پھینک دینا تھا۔ اور اس نے انھیں کہا کہ وہ پہلے حملہ کریں، کیونکہ فتح ـــــــ اس کے بقول ـــــــ پہلے حملہ کرنے والے کے لئے ہوتی ہے۔ اس نے کہا پھر تمہاری طرف سے حملہ ہو اور تم اپنی تلواروں کی نیام توڑ دو اور تم بیس ہزار شکستہ نیام تلواروں کے ساتھ ملو اور یکبارگی حملہ کر دو اور سمجھ لو کہ پہلے حملہ کرنے والے کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔

اور جب عبداللہ بن ابی حدرد نے ہوازن اور ان کے حربی منصوبوں کے متعلق یہ اہم معلومات حاصل کر لیں تو اس کے بعد بغیر اس کے دشمن کے کسی آدمی کو اس کے متعلق کچھ معلوم ہو وہ ان کے پڑاؤ سے چپکے سے چلا آیا اور جب وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچا تو اس نے دشمن

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۹۳

کے پڑاؤ میں جو کچھ دیکھا اور سنا تھا اسکے متعلق آپ کے سامنے مفصل
بیان کر دیا[1]

سہل بن حنظلیہ کا بیان ہے کہ غزوۂ ہوازن میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے اور آپ جلد جلد چلے، یہاں تک کہ آپ کے پاس ایک آدمی آکر کہنے لگا یا رسول اللہ! مسلمان آپ کے پیچھے سے متفرق ہو گئے ہیں، اسکا مقصد یہ تھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی فوج نے اپنی تنظیم کو کھو دیا ہے۔ سہل کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اتر پڑے اور آپ نے انھیں نماز عصر پڑھائی اور لوگ آپ کے پاس آئے اور آپ نے انھیں حکم دیا تو وہ اتر پڑے۔ اور ایک اور شخص سوار جسے انھوں نے خبریں حاصل کرنے کا مکلف کیا تھا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کمان کے سیدھ تو اوڑ میں آیا اور اس نے اپنی رؤیت کے مطابق دشمن کی فوجوں کی پوزیشن کے متعلق ایک دوسرا بیان دیا۔ اس نے کہا، یا رسول اللہ! میں آپ کے سامنے فلاں فلاں پہاڑ پر گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ تمام ہوازن اپنی عورتوں، اونٹوں اور مویشیوں کے ساتھ وادی حنین میں موجود ہیں، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے متبسم ہو کر فرمایا:

"یہ کل مسلمانوں کے لئے غنیمت ہونگے"[2]

معرکہ کی شب حفاظتی کارروائیاں

اور جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ وادی حنین کے قریب آئے جہاں فیصلہ کن معرکہ ہونا تو آپ نے ایک حفاظتی بیڑہ بنانے کا حکم دیا —— جو دشمن کی گھات لگا کے —— اور اس کی حرکات کی نگرانی کرے تاکہ مسلمانوں پر اچانک حملہ نہ ہو اور لڑنے والی فوجوں کے پیچھے اچانک

---

[1] مغازی الواقدی [illegible] صفحہ ۸۹۳ [2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۹۳

حملہ سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

اور جس شخص کو آپ نے دشمن کی گھات لگانے اور اس کی حرکات کی نگرانی کرنے اور حفاظتی مہم کا کام سپرد کیا وہ انیس بن مرثد بن ابی مرثد الغنوی تھا[1]۔ جو بڑا شہسوار، دلیر اور جری تھا، نیز رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ حفاظتی مرکز، اسلامی پڑاؤ سے دور اور دشمن کے پڑاؤ کے قریب ہو تاکہ مشرکین کی ہر حرکت معلوم ہو سکے اور مسلمان اس سے متنبہ ہو جائیں

واقدی بیان کرتا ہے (اور وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنی فوج کے ساتھ حنین کی جانب بڑھنے کا حال بیان کرتا ہے)

پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آج شب کون شہسوار ہماری حفاظت کریگا؟ تو اچانک انیس بن ابی مرثد الغنوی اپنے گھوڑے پر آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں یہ کام کروں گا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلے جاؤ اور فلاں فلاں پہاڑ پر ٹھہرو، اور نہ اترنا قضائے حاجت کے سوا اور کسی کام کے لئے نہ اترو اور جو لوگ تمہارے پیچھے ہیں ان کو دھوکہ نہ

---

[1] انیس بن مرثد بن ابی مرثد، یہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب کا حلیف تھا اور اس کا نسب بنی غنی بن اعصر تھا، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ اور حنین میں شامل ہوا انہی کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے زنا کا اعتراف کرنے والی عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا تھا، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ان کا باپ الرجیع کی جنگ میں فوت ہو گیا تھا، انیس کی وفات سنہ ۲۰ھ کو ہوئی، محدثین نے آپ سے حدیث فتنہ کو روایت کیا ہے کہ عنقریب ایک اندھا، بہرہ اور گونگا فتنہ ہوگا الحدیث (اسد الغابہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۵ - ۱۳۶)

ند دیا ، وہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے شب بسر کی یہاں تک کہ فجر روشن ہو گئی اور ہم نماز کے لئے آئے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس آکر پوچھا، کیا تم نے آج شب اپنے شہسوار کو دیکھا ہے ، ہم نے جواب دیا قسم بخدا نہیں تو نماز کھڑی ہو گئی اور آپ نے ہمیں نماز پڑھائی ، پس جب آپ نے سلام پھیرا تو میں نے آپ کو درخت کے درمیان نظر ڈالتے دیکھا ، آپ نے فرمایا مبارک ہو تمہارا شہسوار آگیا ہے ...... اور وہ شہسوار آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میں آپ کے حکم کے مطابق پہاڑ پر ٹھہرا رہا ، اور میں سوائے نماز یا قضائے حاجت کے صبح تک اپنے گھوڑے سے نہیں اترا اور میں نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، جاؤ اور اپنے گھوڑے سے اترو اور وہ ہمارے پاس آیا تو آپ نے فرمایا ،

" اگر اس کے بعد وہ کوئی عمل نہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں "

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو کیسے تیار کیا

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن اور وادی حنین میں اس کی پڑاؤ کرنے والی فوجوں کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرلیں تو اس کے بعد آپ اپنی افواج کی طرف گئے اور انھیں عنقریب ہونے والے فیصلہ کن معرکہ میں جنگ کے لئے تیار کرنے لگے جو ۱۰ شوال سنہ ۸ھ کی فجر کو برپا ہوا ۔

پہلے مرحلہ میں مسلمانوں کو نہایت بڑی شکست ہوئی ، اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تھوڑے سے مخلص صحابہ کو ثابت قدم نہ رکھتا جو آپ کے جنگی بورڈ کے ارکان تھے جن میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان ، حضرت علی ، حضرت عباس اور انصار کے سردار شامل تھے

تو قریب تھا کہ تباہ کن شکست ہوتی اور جب شکست خوردہ لوگوں کو اس بات کا علم ہوا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم معرکہ کے قلب میں موجود ہیں تو وہ میدان جنگ کی طرف پلٹ آئے اور انھوں نے مشرکین کی افواج پر یکبارگی حملہ کر دیا اور ان کی صفوں کو بری طرح کچل دیا اور پھر ان پر تباہ کن شکست نازل کی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو تجربے سے پہلے تیار کیا تھا۔

سالار رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے معرکہ حنین میں حصہ لینے کے لئے اپنی فوج کو قبائلی بنیاد پر تیار کیا تھا اور یہی طریق آپ نے اس وقت بھی اختیار کیا تھا جب آپ مکہ میں داخل ہوئے اور اسے آزاد کرانے کے لئے تیار ہوئے تھے۔ آپ اپنی اس فوج کے پاس آئے جو حنین کی طرف بڑھ رہی تھی جو بارہ ہزار جانبازوں پر مشتمل تھی پس آپ نے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔

پہلا حصہ : اہل مکہ کے مہاجرین اور ان کے حلفاء پر مشتمل تھا۔

دوسرا حصہ : انصار

تیسرا حصہ : مختلف قبائل پر مشتمل تھا جن میں سابقین الاولین مہاجرین بھی شامل تھے۔

پہلا حصہ ، قریشی مہاجرین اور ان کے حلیفوں کا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں تین دستوں میں تقسیم کیا اور ان کی کمان تین کبار مہاجرین کو دی جو سب کے سب قریشی تھے۔

دوسرا حصہ ، انصار تھے (جو فوج کی ریڑھ کی ہڈی تھے) آپ نے انھیں دو بڑے گروہوں اوس اور خزرج میں شامل کر دیا جن کی طرف سب انصار منسوب ہوتے ہیں اور ان دونوں کی کمان اوس اور خزرج کے دو سرداروں کو عطا

نمایاں جو اپنے اپنے قبیلے کا سب سے بڑا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے ۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بڑے قبیلوں کے جوانوں کو قبائلی بنیاد پر ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جس سے اوس و خزرج کی ہر ٹکڑی جیش میں شامل اپنے جوانوں کا ایک الگ قبیلہ بن گئی جس کا اپنا سالار بھی خاص تھا اور اپنا علم بھی خاص تھا ۔

علاوہ ازیں قبیلہ کی ہر ٹکڑی کے سالار کا انصار کے سب سے بڑے علمبردار سعد بن عبادہ یا اسید بن حضیر سے ارتباط تھا ۔ جن میں سے ہر ایک اپنے اصل قبیلے کا سالار عام تھا ۔ ۔ ۔ ۔ سعد بن عبادہ قبیلہ خزرج کے سالار عام تھے اور اسید بن حضیر قبیلہ اوس کے سالار عام تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فوج کے سالار اعلیٰ کی طرح سب کے مرجع تھے ۔ مہاجرین اور انصار کے علاوہ فوج میں جو باقی عرب قبائل تھے انھیں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائلی بنیاد پر تیار کیا اور انھیں بھی ٹکڑیاں بنا دیا ۔ یہ ٹکڑیاں (قلت و کثرت کے لحاظ سے) قبیلہ کے جوانوں کی تعداد کے مطابق ہوتی تھیں ۔ ایسے بعض قبائل کو (ان کی کثرت کے باعث) چار ٹکڑیوں میں تقسیم کر دیا گیا اور ہر ٹکڑی کے لئے علمبردار سالار مقرر کیا گیا اور بعض کو تین ٹکڑیوں میں تقسیم کیا گیا اور بعض کو دو ٹکڑیوں میں تقسیم کیا گیا اور بعض قبائل کے جوانوں کی قلت تعداد کے باعث ایک ٹکڑی ہی بنی ۔

حنین کے سالاروں کے اسماء کا نقشہ

ذیل کی نقشہ ان کی
سالاروں کے نام

کو جمع کرنے کا جو علمبردار تھے ۔ یعنی مہاجرین ، انصار اور دیگر بڑی عرب قبائل کی ٹکڑیوں کے علمبردار سالاروں کے اسماء کا نقشہ آگے آتا

علمبرداروں کے اسماء

	نام	نسب
①	حضرت علی بن ابی طالب	قرشی مہاجر
②	حضرت سعد بن عبادہ	خزرجی انصاری
③	حضرت اسید بن حضیر	اوسی انصاری

بڑے علمبرداروں کے اسماء

	نام	نسب
①	حضرت سعد بن ابی وقاص	قرشی مہاجر
②	حضرت عمر بن الخطاب	〃 〃
③	حضرت ابو نائلہ	اوسی انصاری
④	حضرت ابو بردہ بن نیار	〃 〃
⑤	حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر	〃 〃
⑥	حضرت قتادہ بن نعمان	〃 〃

	ذیلی نام	ذیلی نسب
⑦	حضرت جبر بن عتیک	اوسی انصاری
⑧	حضرت ابو اسید الساعدی	خزرجی انصاری
⑨	حضرت عمارہ بن حزم	〃 〃
⑩	حضرت ابو سلیط	〃 〃

۱۱	حضرت سلیط بن قیس[1]	خزرجی انصاری

یہ مہاجرین و انصار کے علمبرداروں کے نام ہیں اور بقیہ بدوی عرب قبائل جو فوج میں اپنی کثرت تعداد کے باعث درجہ دوم میں آتے ہیں انہیں سے حنین کے روز اٹھارہ علمبردار سالار تھے اور وہ درج ذیل ہیں۔

	نام	نسب
۱	حضرت بریدہ بن الحصیب	اسلم
۲	حضرت جندب بن الاعجم	؍؍
۳	حضرت ابوذر غفاری	غفار
۴	حضرت ابو واقد اللیثی	بنو ضمرہ
۵	حضرت بشر بن سفیان	بنو کعب بن عمرو
۶	حضرت ابو شریح	؍؍
۷	حضرت بلال بن الحارث	مزینہ
۸	حضرت نعمان بن مقرن	

---

[1] اس بات کی طرف بھی اشارہ کردینا مناسب ہے کہ جو فوج مکہ میں داخل ہوئی تھی وہی معرکہ حنین میں شامل ہوئی تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنی فوج کو قبائلی بنیاد پر مرتب کیا تھا اور آپ نے اوس اور خزرج سے دستوں کے چھ سالار مقرر کئے اور اس جگہ یہ بات بھی نوٹ کی جاسکتی ہے کہ معرکہ حنین میں ٹکڑیوں کے تمام سالار وہی ہیں جو فتح مکہ میں دستوں کے سالار تھے۔ ہاں معرکہ حنین میں اوس کی ٹکڑیوں کے پانچ سالار تھے اور خزرج کے فقط چار سالار تھے (دیکھئے ہماری کتاب فتح مکہ صفحہ ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹)

⑨	حضرت عبداللہ بن عمرو بن عوف	مزینہ
⑩	حضرت رافع بن مکیث	جہینہ
⑪	حضرت عبداللہ بن یزید	"
⑫	حضرت معبد بن خالد ابو زرعہ	"
⑬	حضرت سوید بن صخر	"
⑭	حضرت نعیم بن مسعود	اشجع
⑮	حضرت معقل بن سنان	"
⑯	حضرت عباس بن مرداس	بنو سلیم
⑰	حضرت خفاف بن ندبہ	"
⑱	حضرت حجاج بن علاط[1]	" [2]

واقدی بیان کرتا ہے کہ ـــــ جب رات ہوئی تو مالک بن عوف اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور انھیں وادیٔ حنین میں منظم و مرتب کیا ـــــ اور ایک گھاٹیوں اور تنگ راستوں والی گہری وادی ہے ـــــ اور اس نے لوگوں کو تقسیم کیا اور انھیں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر یکبارگی حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔

اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اصحاب کو مرتب و منظم کیا اور سحر کے وقت ان کی صف بندی کی اور علمبرداروں کو جھنڈے دیئے۔ پھر

---

[1] جن سرداروں اور قبائل کے نام ان نقشوں میں بیان ہوئے ہیں ان کے حالات ہماری آٹھویں کتاب فتح مکہ ص۵۵ اور اس کے بعد کے صفحات پر ملاحظہ فرمائیے

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ ص۸۹۵

واقدی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں انصار، مہاجرین اور بدویوں کے علمبرداروں کے ناموں کا ذکر کرتا ہے۔ واقدی کا بیان ہے کہ جاہلیت میں اوس اور خزرج کے جھنڈے سبز اور سرخ تھے اور اسلام میں بھی انھوں نے اپنے جھنڈوں کو قائم رکھا اور مہاجرین کے بڑے جھنڈے سیاہ اور چھوٹے جھنڈے سفید تھے۔

جیشِ نبوی کے ہراول کے سوار

باوجودیکہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو تیاری کے وقت قبائلی بنیاد پر مرتب کیا تھا پس جیشِ نبوی ۲۹ ٹکڑیوں میں منظم ہو گیا.... مہاجرین کی دو ٹکڑیاں تھیں اور انصار کی نو ٹکڑیاں تھیں اور اٹھارہ دیگر بدوی قبائل کی تھیں اور آپ نے سواروں کی ترتیب بھی رکھی جو مکہ میں داخل ہوتے وقت اس کو آزاد کروانے کے لئے رکھی تھی۔ پس آپ نے سواروں کو (مکہ سے حنین کی طرف مارچ کرتے وقت) فوج کے ہراول میں رکھا اور اگرچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو قبائلی بنیاد پر منظم کیا تھا پھر بھی آپ نے (استثنائی صورت میں) مشہور سالار حضرت خالد بن ولید کو ایک ہزار سواروں کا سالار مقرر کیا جو سب کے سب بنی سلیم میں سے تھے جن کی کمان ان کے تین سالار حضرت عباس بن مرداس، حضرت حجاج بن علاط اور حضرت خفاف بن ندبہ کرتے تھے پس حضرت خالد معرکۂ حنین اور حصار طائف کے خاتمہ تک سواروں کے سالار دوام رہے اور حضرت خالد ہمیشہ ہی فوج کے ہراول میں رہے یہاں تک کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حنین اور طائف سے الجعرانہ کی طرف واپس آ گئے۔

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۹۶

اور سواروں کو فوج کے ہراول میں رکھنے کے طریق کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی جنگوں میں اس وقت اپناتے تھے جب فوج میں آپ کے پاس وافر گھوڑے ہوتے تھے اس لئے کہ اس دور میں یہی اعلیٰ سب سے طاقتور ہتھیار تھے جو اس زمانے کی بکتر بند گاڑیوں کے قائم مقام تھے

ہوازن کے سالار نے حنین میں اپنی فوج کو کیسے مرتب کیا؟

ہوازن کا سالار اور بادشاہ مالک بن عوف نصری جو اپنے عنفوان شباب میں تھا اور ہوازن کی بیس ہزار فوج کی کمان کر رہا تھا اور ان کے مقابلے میں اسلامی جانب صرف بارہ ہزار جانباز تھے۔

مالک بن عوف اپنی کمسنی کے باوجود (جیسا کہ اسکے فوج کے مرتب کرنے کے اسلوب سے معلوم ہوتا ہے) اول درجہ کا ممتاز جانباز تھا اور وہ ایک ماہر فوجی اور معرکوں کے لئے منصوبے بنانے اور گھات میں فوجیں بٹھانے کا بڑا تجربہ کار تھا۔ علاوہ ازیں اسکی شجاعت، تہور کی حد تک پہنچی ہوئی تھی ..... اور ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ وہ ہوازن کے تمام قبائل پر کامل اختیار سے بہرہ اندوز تھا کیونکہ وہ ان میں بمنزلہ بادشاہ کے تھا جسے انھوں نے تاج پہنایا تھا اور اسکے مطلق اقتدار کو تسلیم کیا تھا۔

مالک نے معرکہ کے لئے جو منصوبہ بنایا تھا وہ بڑا دقیق اور مضبوط تھا، جس نے آغاز جنگ کے پہلے حملہ میں مسلمانوں کو بُری طرح شکست دی اور ان کے دستوں کو پراگندہ کر دیا اور وہ ایک دوسرے کو روندنے لگے جبکہ وہ گھاٹیوں سے طلوع فجر کے وقت مکہ کی جانب کسی چیز کی طرف توجہ دئیے بغیر بھاگ رہے تھے، اگر اللہ تعالیٰ سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص صحابہ کی ایک

پانی کو ثابت قدم نہ رکھتا تو قریب تھا کہ اسلامی فوج کا انجام بڑا دکھ دہ ہوتا، انھوں نے اپنے نبی کے گرد ثابت قدمی دکھائی اور جان پر کھیل گئے اور شکست خوردہ لوگوں کو آوازیں دیں کہ وہ میدان کارزار کی طرف واپس آجائیں، پس وہ واپس آئے اور انھوں نے مشرکین کے ساتھ زبردست شمشیر زنی کی اور اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کمان میں ان سے سخت جنگ کی یہاں تک کہ جنگ کا پانسہ کفار کے خلاف الٹ گیا اور ان کو تباہ کن شکست ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے مؤید فتح کا فیصلہ فرمایا۔

سالار مالک بن عوف نے اپنی فوج کی ترتیب و تنظیم اور اسے معرکہ کے لئے تیار کرنے کا جو طریق اختیار کیا وہ یہ تھا۔

۱۔ اپنے سپاہیوں کا مورال بلند کرنا

مالک نے ہوازن میں کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے ان کی تعریف کی اور انھیں اس طرف توجہ دلائی کہ وہ اپنے آپ پر اعتماد کریں کیونکہ وہ مسلمانوں سے زیادہ تعداد میں ہیں اور ان کے خیال میں وہ ان کے مقابلے میں صبر و ثبات پر زیادہ قدرت رکھتے ہیں۔ اس نے اپنی تقریر میں ہوازن سے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے کبھی جنگ نہیں کی، وہ صرف ناتجربہ کار لوگوں سے جنگ کرتے رہے ہیں جنھیں جنگ کا کوئی علم نہ تھا اور ان پر فتح پاتے رہے ہیں۔

۲۔ فوج کے پیچھے ہوازن کی عورتوں بچوں اور اموال کو اکٹھا کرنا

مالک نے ہوازنی سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی عورتوں بچوں اور مویشیوں کو میدان کارزار کے قریب اپنی صفوں کے پیچھے رکھیں، اس کا بنیادی سے

سالار مالک کا مقصد یہ تھا کہ ہوازنی جانباز جنگ میں جان پر کھیل جائے کیونکہ جانباز کے لئے فرار کے بارے میں سوچنا مشکل امر ہوتا ہے کہ وہ خود تو بچ جائے اور اپنی عورتوں، بچوں اور بیٹیوں کو اپنے دشمنوں کے ہاتھوں میں قیدی بننے کے لئے چھوڑ جائے۔ اس سے مالک کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی فوج کے جانبازوں کے دلوں میں استقلال و ثبات کا ایک نیا عنصر داخل کر دے

اور درید بن الصمہ جشمی نے جو ایک مشہور جانباز اور شاعر تھا اس نے حنین کی طرف مارچ کے دوران سالار مالک کے منصوبے پر زبردست تنقید کی تھی اور اسے ایک قسم کی جانبازی خیال کیا تھا بلکہ ایک قسم کی خودکشی سمجھا تھا اور مالک کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنے اس منصوبے پر نظرثانی کرے اور عورتوں، بچوں اور مویشیوں کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر واپس بھیج دے اور گھوڑوں کی پشت پر مسلمانوں سے جنگ کرے، لیکن مالک نے اصرار کیا اور اپنے منصوبے کو نافذ کیا، اور عورتوں، بچوں اور مویشیوں کو اپنے ساتھ رکھا یہاں تک کہ جنگ ختم ہو گئی اور وہ سب کے سب اسلامی فوج کے قبضے میں آ گئے۔

۳۔ تلواروں کا سونتنا اور نیاموں کا توڑنا

عربوں کے نزدیک تلواروں کے نیاموں کو توڑنا، دل کو موت پر آمادہ کرنے کے لئے سب سے زیادہ کارگر بات ہے، اور ان کے ہاں اس کا مفہوم واپس نہ جانا ہوتا ہے بلکہ فتح یا موت تک جنگ کرنا ہوتا ہے اور جب سالار مالک نے ہوازنی فوج کی تنظیم کرتے ہوئے انھیں خطاب کیا تو اس کا بھی یہی مقصد تھا۔ اس نے کہا

اپنی تلواروں کے نیام توڑ دو اور تم اُسے میں ہزار [illegible] نیام تلواروں کے

سن تحریر ملتو ۔

۴ - گھات لگا کر حملہ کرنیوالی فوج کو مقرر کرنا

وادیٔ حنین جیسا کہ مؤرخین نے بیان کیا ہے ایک گہری اور مختلف راستوں اور متعدد گھاٹیوں والی وادی ہے، اور مالک کے پاس اس وادی کے متعلق تمام جغرافیائی معلومات موجود تھیں اس لئے اس نے فیصلہ کیا کہ وہ گھات لگا کر حملہ کرنے کے منصوبے کو اختیار کرے تاکہ جنگ میں مسلمانوں کو سب سے پہلے گھات لگا کر حملہ کرنے والی فوج کی آفات سے واسطہ پڑے، اور قدیم جنگوں میں بلکہ تمام جنگوں میں فوجوں کے لئے گھات لگانیوالی فوج کے اچانک حملوں سے زیادہ نقصان دہ اور کوئی بات نہیں ہوتی ؛ اور مالک بن عوف وادیٔ حنین میں پہلے آ گیا تھا اور اس نے اپنی فوج کی ضمانت کے مناسب حال مقام پسند کر کے اس میں پڑاؤ کر لیا تھا، اور جس رات کی صبح کو معرکہ حنین ہوا، مالک بن عوف نے ہوازن کے طاقتور جوانوں کی کمپنیں کو منتخب کیا اور شب کی تاریکی میں انہیں گھاٹیوں اور ان تنگ راستوں کی طرف لے گیا جن کے سامنے سے عنقریب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی فوج گزرنے والی تھی اور وہاں پر مالک نے اپنے جوانوں کو متعدد ٹکڑیوں میں تقسیم کیا اور انہیں گھاٹیوں کی شکل پر منظم کیا اور جب وہ ان گھاٹیوں کو تاریکی شب میں منظم و مرتب کر چکا تو اسکے بعد (مزید پوشیدگی کے لئے) ان کے سالاروں کو سخت احکام دیئے کہ قبل اسکے کہ صبح اپنی روشنی کو پھیلا دے وہ صبح کے دھندلکے میں مسلمانوں پر حملہ کر دیں تاکہ اس سے وہ ان کی صفوں میں انتشار اور انکے دلوں میں خوف پیدا کر دیں ؛

اور انکی جمعیت کو پریشان کردیں اور انھیں موقع نہ دیں کہ وہ دوبارہ اپنی تنظیم کریں اور عملاً یہی بات رونما ہوئی۔

اور مالک بن عوف نے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں گھاتوں کے جس منصوبے کو اختیار کیا وہ کامیاب ترین منصوبہ تھا کیونکہ اس سے گھاتوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو بری طرح شکست ہوئی، اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اپنی جگہ پر آپ کے تھوڑے سے مخلص صحابہ کے ساتھ ثابت قدم نہ رکھتا تو قریب تھا کہ وہ شکست، تباہ کن شکست ہوجاتی اور ان سب کی ثابت قدمی شکست خوردوں کے دوبارہ منظم ہونے اور معرکہ سے بھاگ جانے کے بعد معرکہ کے قلب کی طرف پلٹ آنیکا سبب بن گئی جیسا کہ ہم ذیل میں ملاحظہ کریں گے ان شاء اللہ۔

۵ - حملہ میں پہل کرنا اور اچانک حملہ کرنے کے منصوبے پر عمل کرنا

مالک بن عوف نے معرکۂ حنین کیلئے جو منصوبہ تیار کیا اس میں حملہ میں پہل کرنا بھی شامل تھا، یعنی ہوازن پہل کرتے ہوئے مسلمانوں کے حملہ کرنے سے قبل ہی ان پہ حملہ کردیں کیونکہ مالک بن عوف کی تصریح کے مطابق فتح (غالباً) حملہ میں پہل کرنے والے ہی کو ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مالک نے (ان کے لئے منصوبہ بناتے ہوئے) ہوازن سے کہا:

پھر تمہاری طرف سے حملہ ہو اور تم یکبارگی حملہ کردو، اور سمجھ لو کہ فتح اسی کو ہوتی ہے جو پہلے حملہ کرتا ہے۔ اور سالار عام مالک بن عوف کے ان تمام منصوبوں پہ ہوازن نے عمل کیا جنھیں اس نے معرکہ کے لئے تیار کیا تھا اور ان مضبوط منصوبوں نے جنگ کے پہلے مرحلہ میں اچھے پکے ہوئے پھل دیے

اور مسلمانوں نے شکست کھائی، یہاں تک کہ ان میں سے شکست خوردوں کے ہراول مکہ کے نواح میں پہنچ گئے اور جیش اسلامی کے جو عناصر اسلام لا چکے تھے اور ابھی ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا تھا وہ کہنے لگے :

"یہ شکست سمندر تک ہوگی"

مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مہاجر اور انصار قلیل مخلص صحابہ نے شکست کے وقت جو ثابت قدمی دکھائی اس نے ہوازن کی فتح کے پھل کو ضائع کر دیا جس سے یہ فتح اللہ تعالیٰ کے فضل اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چیدہ صحابہ کی ثابت قدمی کی مہربانی سے تباہ کن شکست میں بدل گئی اور جب شکست خوردہ مسلمانوں کو اس ثابت قدمی کے متعلق علم ہوا تو دل میں شرمندہ ہوئے اور پلٹ کر حملہ کیا اور ہوازن سے سخت جنگ کر کے انھیں بری طرح شکست دی۔

دھوکہ دے کر خوفزدہ کرنا

اسی طرح مالک بن عوف کے منصوبے اور جنگ کی تیاری کے اسلوب میں مسلمانوں کے دلوں میں اپنی فوجوں کا خوف داخل کر کے نفسیاتی جنگ کے منصوبے کو اختیار کرنا بھی شامل تھا اور وہ اس طرح کہ اس نے اپنی فوج کو یوں بنا دیا کہ وہ اپنے طبعی حجم سے بہت زیادہ معلوم ہوتی تھی تاکہ مسلمانوں میں سے جو اسے دور سے دیکھے وہ اسے ایک لاکھ جانباز خیال کرے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ بات دلوں پر بہت اثر انداز ہونے والی ہے۔ پس دور اندیش مالک بن عوف نے (اپنی حقیقی فوج کے علاوہ) دسیوں ہزار اونٹوں کو جنھیں وہ پیچھے ساتھ لایا تھا اپنی حقیقی فوج کے پیچھے ریزرو فوج کی طرح صف بند کر دیا۔ پھر ان پر عورتوں کو سوار کروا دیا۔ پس اس کی فوج کے اسلحہ اور سامان

وغیرہ سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک لاکھ جانباز ہیں۔ اور عملاً مسلمانوں نے بھی یہی خیال کیا کہ جن اونٹوں پر عورتیں سوار ہیں اُن پر جنگجو مرد سوار ہیں، اور خاص طور پر اس دور میں اونٹ (گھوڑوں کے بعد) جنگ کا اہم ہتھیار تھے اور عرب ان پر ایسے ہی جنگ کرتے تھے جیسے کہ وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ کرتے تھے۔

ایک صحابی ہوازنی فوج کی ضخامت بیان کرتا ہے

اب ہم معرکۂ حنین میں شامل ہونے والے کبار صحابہ کرام میں سے ایک صحابی سے کہتے ہیں کہ وہ ہمارے سامنے اس جنگی چال کا حال بیان کرے جسے سالار مالک بن عوف نصری نے اختیار کیا تھا، اور وہ جلیل القدر صحابی حضرت انس بن مالک ہیں۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"جب ہم وادیٔ حنین میں پہنچے جو تہامہ کی وادی ہے اس میں تنگ راستے اور گھاٹیاں ہیں تو ہم نے کچھ ہوازنیوں کو دیکھا۔ و قسم بخدا کہ میں نے اس زمانے میں اتنی کثرت اور سامان کبھی نہیں دیکھا تھا، وہ اپنی عورتوں، بیٹوں اور اور اموال کو بھی لے آئے تھے، پھر انھوں نے صف بندی کی اور مردوں کی صفوں کے پیچھے اونٹوں کے اوپر عورتوں کو بٹھا دیا۔ پھر اونٹوں، بیلوں اور بکریوں کو لا کر انکے پیچھے لگا دیا تاکہ وہ بھاگ نہ جائیں (انکے خیال کے مطابق) پس جب ہم نے اس سامان کو دیکھا تو ہم نے خیال کیا کہ یہ سب آدمی ہیں اور جب وادی میں اُترے اور ابھی صبح کا دھندلکا ہی تھا تو ہم نے محسوس کیا کہ وادی کی تنگنائی اور گھاٹی سے فوجی دستے ہمارے مقابلے کے لئے نکل آئے ہیں، پس انھوں نے یکبارگی حملہ کر دیا، تو ہراول سوار بنی سلیم کے سوار پیٹھ پھیر کر منتشر ہو گئے، پس انھوں نے پیٹھ پھیری اور اہل مکہ نے اُن کی

پیروی کی اور شکست کھا کر لوگوں نے ان کی پیروی کی۔"

ہوازن کے سالار نے جس کی عمر ابھی تیس سال سے متجاوز نہیں ہوئی تھی، تفصیل و ابہام کے جس منصوبے کو اپنی تیاری کے دوران اپنایا اس کی اس کیفیت سے جیسے حضرت انس بن مالک صحابی نے بیان کیا ہے . . . . واضح ہوتا ہے کہ حنین کے فیصلہ کن معرکہ میں مسلمانوں نے جس شخص سے مقابلہ کیا وہ کس قدر مخالف، عنید، شجاع، ہوشیار اور تجربہ کار تھا اور اس نے اپنی مہارت اور اپنی فوج کی ترتیب و تنظیم کی اچھائی سے پہلے حملے میں کامیابی حاصل کی، اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور آپ کے چیدہ و قلیل صحابہ کی مدد نہ کرتا تو قریب تھا کہ وہ مسلمانوں کے کندھوں پر سوار ہو جاتا اور مکہ پر قبضہ کر لیتا، لیکن انھوں نے (اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد اپنی ثابت قدمی سے) طاقت کا توازن اسلام کے مفاد میں پلٹ دیا اور انھوں نے اسلامی فوج کے بیلنس کو (جو میدان کی طرف پلٹ آئی تھی) صفر سے بلند کر کے فتح کے بلند ترین درجات تک پہنچا دیا۔

فصل چہارم

- فجر کے وقت گھمسان کی جنگ
- مسلمانوں کے لئے جنگ میں برا آغاز
- ہوازن کے گھاتیوں کا مسلمانوں پر اچانک اور مہلک حملہ
- معرکہ کے آغاز میں مسلمانوں کی خوفناک شکست
- شکست کے وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے محافظ خصوصی کا ثبات
- شکست کے دوران رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فریب سے قتل کرنے کی کوشش
- رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مسلمانوں سے ثابت قدم رہنے اور میدان جنگ کی طرف واپس آنے کی اپیل
- میدان جنگ کی طرف واپس آکر شکست خوردہ لوگوں کا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جواب دینا
- معرکہ کی شدت اور جوش
- معرکہ حنین میں مسلمان عورت کا کردار
- ہوازن کی تباہ کن شکست
- جان پہ کھیلنے کے بعد ہوازنی سالار کا فرار

گھمسان کا معرکہ اور مسلمانوں کی شکست

جب حنین میں فریقین یعنی مسلمانوں اور مشرکوں نے اپنی تیاری مکمل کر لی تو اس کے بعد صبح کی نماز کے قریب

آگئی اور فریقین فیصلہ کن معرکہ کے لئے تیار ہو گئے۔ اور فجر کے قریب سحر کے وقت مسلمانوں کی فوج مرتب ہو گئی اور فجر کے دھندلکے میں جب تاریکی روشنی پر غالب ہوتی ہے وہ وادی حنین میں اتر گئے اور سالار ہوازن نے گھاٹیوں اور تنگنائیوں میں جو بہت سے گھاتی مقرر کئے ہوئے تھے ان کے لئے یہ ایک سنہری موقع تھا اور سالار ابن عوف نے رات کے دوران اور جیش نبوی کی اطلاع جیش کے علم کے بغیر گھاٹیوں کی تنگنائیوں میں بڑی باریک بینی اور مستعدی سے جو کثیر گھاتی مقرر کئے ہوئے تھے ان کی کامیابی پر اُسے معرکہ جیت جانے کا بڑا اعتماد تھا، اور جیش نبوی نے ان گھاٹیوں کے آگے سے گزر کر اس وسیع میدان میں جانا تھا جس میں ہوازن اپنی فوج کے پیچھے اپنی عورتوں بچوں اور اموال کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔

مسلمانوں کا خیال تھا (ہوازن کے گھاتیوں کا علم نہ ہونے کی وجہ سے) کہ معرکہ میں پہلا حملہ حنین کے میدان میں ہوگا جہاں عام ہوازنی فوج اپنے اثقال و اموال و مستورات و اطفال کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھی اور انھوں نے ان گھاتیوں کے معاملہ کو جنھیں سالار ہوازن نے وادی حنین کے راستوں پر مقرر کیا ہوا تھا اپنے اندازے میں شامل ہی نہیں کیا تھا، اگر وہ اس کے لئے تیار ہوتے اور انھیں اپنے مقاصد میں سے کوئی مقصد بھی پورا کرنے کا موقع نہ دیتے لیکن خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہو کر رہتا ہے اس نے فیصلہ کیا کہ مشرکین کے گھاتی کامیاب ہوں اور مسلمانوں کو (وہ مسلمان جنھیں اپنی کثرت پر ناز تھا) پہلے حملہ کے وقت قبل اس کے کہ وہ وادی میں پہنچے قریب تھا اس میدان میں پہنچیں جس میں (بعد ازاں) شکست کے بعد مسلمانوں کی واپسی کے بعد فیصلہ کن معرکہ ہوا، شکست ہو۔

مشرکین کے گھاتیوں کا مسلمانوں کو شکست دینا

بلاشبہ جدید و قدیم منظم فوجوں کو بھی خطرناک خطرات سے پالا پڑتا ہے ان میں گھاتی سب سے خطرناک ترین خطرہ ہیں اور کتنے ہی گھاتی، ان فوجوں کو جو تعداد اور سامان کے لحاظ سے ان سے بہتر تھیں تباہ کن شکستیں دینے کا باعث بن گئے۔

اور اس بات کو تجربہ کار سالار مالک بن عوف نصری نے سمجھا اور حنین میں بلند زمینوں کے پیچھے اور گھاٹیوں اور ٹیلوں کی تنگنائیوں میں مسلمانوں کیلئے محکم ترکیب کے تحت تو گھاتیوں کو بٹھا دیا اور اس نے پہلے حملہ میں جیش نبوی کو شکست دی اور فوج میں سے کسی آدمی نے نہ تیر و بلند کیا اور نہ تلوار سونتی اور فوج پشت دے کر بھاگ گئی۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ مالک بن عوف نے جیش نبوی کے راستے میں جن گھاتیوں کو ان کی جگہوں پر بٹھایا ہوا تھا وہ اسلامی فوج کی تعداد سے بہت کم تھے لیکن اچانک حملہ کرنے کا (ہمیشہ ہی جنگوں میں) ایسا مہلک اثر ہوتا ہے جو فوجوں کی فعالیت کو شل کر دیتا ہے اور انھیں اس طرح پیچیدگی میں ڈال دیتا ہے کہ خواہ وہ کس قدر کثرت، تنظیم اور اچھے ہتھیاروں سے آراستہ ہوں شکست ان کا احاطہ کر لیتی ہے اور چونکہ ان کے گھاتیوں نے بھی (زیادہ تر وہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تھے) عظیم اسلامی فوج سے بھی کچھ کیا جو بارہ ہزار جانبازوں پر مشتمل تھی جن کے ہراول میں ایک ہزار گھوڑ سوار تھے جن کی کمان عرب کا ماہر ترین شہسوار خالد بن ولید کر رہا تھا۔

اور ہراول کے سالار حضرت خالد ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو گھبراہٹ یا کسی اور کے سامنے کمزوری دکھاتے ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے

ان سواروں کی گڑبڑی سے بدک گئے تھے جن کی اکثریت ان بدویوں کی تھی جو منظم جنگ میں حدیث العہد تھے، جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مد مقابل مالک بن عوف نے اختیار کیا تھا، پس گھاتیوں کے اچانک حملوں نے جو ان پر مہلک طریق سے کئے گئے ان کا ثبات کھو دیا۔ اور وہ بھاگتے ہوئے مکہ کو واپس ہو گئے حالانکہ وہ ایک ہزار سوار تھے۔ پس وہ بقیہ جیش کو بھی جو آگے پیچھے تھا اپنے بھاگنے سے ان کے دلوں پر رعب ڈال کر اپنے ساتھ بہا لے گئے اور جیش نبوی کی تنظیم جاتی رہی اور ان لحظی گھڑیوں میں جن میں ہوازن کے گھاتیوں کو مکمل کامیابی حاصل ہوئی تھی ہر سپاہی اپنی جان بچانے کے لئے فکر مند تھا۔

ہوازنی گھاتیوں کی کامیابی کے اسباب

پہلے حملہ کے وقت مالک بن عوف کے گھاتیوں کی کامیابی کا خلاصہ تین امور میں بیان کیا جا سکتا ہے:

اوّل: جیش اسلامی کی کمان کو ان گھاتیوں اور ان کی جگہوں کا علم نہ ہونا اور اگر اسے ان گھاتیوں کی جگہوں کا علم ہوتا تو وہ ان کی فعالیت کا قلع قمع کر دیتی۔

دوم: گھاتیوں کا مسلمانوں پر اس وقت حملہ کرنا جب طلوع فجر کے سماں تو اندھیرا چھایا ہوا تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں نے تیروں کی شدید بوچھاڑ اور ہر جانب سے مختلف ہتھیاروں کے مہلک حملوں کا سامنا کیا اور انھیں معلوم نہ ہو سکا کہ ان پر کہاں سے حملہ ہو رہا ہے۔ پس ان کے گھوڑے تیروں سے بدک گئے، اور تیروں کی مانند اور کوئی چیز گھوڑوں کو ایذا نہیں دیتی اور نہ انھیں پریشان کرتی ہے۔ پس

گھڑسوار پیچھے کی طرف سمٹ گئے حالانکہ وہ ہراول میں تھے، اور ایک ہزار سوار تھے اور اُن کا سمٹنا بڑی شکست میں تبدیل ہو گیا۔

سوم: گھاتیوں کی پوزیشنیں تنگ، دشوار گذار اور بہت پیچدار نشیبی پر جہاں تھیں جو ہراول فوج کے گھوڑوں کی جولانی کیلئے مناسب حال نہ تھے جن کے موڑ ۱۰ شوال ۸ھ کی صبح کے وقت جیش نبوی کی ہزیمت کا باعث بنے۔

گھاتیوں کی کارروائی سے مسلمانوں کو کیسے شکست ہوئی

مؤرخین کے اسلوب کلام سے پتہ چلتا ہے کہ ہوازنی سالار مالک بن عوف اپنی توقعات اور حملہ کے وقت تقرر کرنے میں بڑا باریک بیں تھا، اس نے فیصلہ کیا کہ اس کے گھاتی حملہ کا آغاز کریں اور جیش نبوی پر یہ حملہ اس کی فوجوں کا پہلا حملہ ہو۔

اس سالار نے جنگ کا منصوبہ بناتے ہوئے، اپنے دقیق اندازوں کے ضمن میں یہ بھی فرض کیا اور اندازہ لگایا (اور ایسا فرض کرنا اور اندازہ لگانا برمحل تھا) کہ جیش نبوی عنقریب صبح کے دھندلکے میں قبل اس کے کہ صبح کی روشنی اپنے نور سے زمین کو ڈھانپ لے، ان مقامات سے گزرے گا جہاں اس نے گھاتیوں کو مقرر کیا ہے، پس مالک نے اپنے گھاتیوں کے ساتھ جیش اسلامی پر اچانک اور مہلک حملہ کرتے ہوئے تاریکی سے فائدہ اٹھایا اور اس کی اس توقع اور فرض کی بنیاد ان معلومات پر تھی جو اسکے جاسوسوں نے جیش نبوی کی حرکات کے متعلق اسے فراہم کر دی تھیں۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ سالار مالک نے جو توقع کی تھی اسی کے مطابق امور سرانجام پائے، پس طلوع فجر کے وقت، قبل اس کے کہ صبح

روشنی رات کی تاریکی کو ختم کرتے جیشِ اسلامی کے ہراول دستے نے جو سب کا سب گھڑ سوار تھا! پہلے آپ کو ہوازن کے گھاتیوں کی زد میں پایا جس پر گھاتی مسلمانوں کے ہراول پر یکبارگی ٹوٹ پڑے اور اسے تیروں کی بوچھاڑ اور مختلف جہات سے مختلف قسم کے ہتھیاروں کے حملوں سے توڑ کر رکھ دیا اور ہوازن کے گھاتی صرف پیادہ ہی نہ تھے بلکہ سوار گھاتی بھی صبح کے دھندلکے میں مسلمانوں پر حملہ کرنے میں شریک ہو گئے کیونکہ یہ ہوازنی گھاتی حنین کی طرف آنے والی گھاٹیوں کے درّوں اور چھوٹی وادیوں میں پڑاؤ کیے ہوئے تھے اور جب گھاتیوں کی طرف سے جیشِ نبوی کے ہراول پر یہ اچانک اور مہلک حملہ ہوا تو وہ سب شکست کھا گئے اور بغیر تلوار سونتے نیزے گراتے اور تیر چھوڑتے بھاگتے ہوئے مکہ کی طرف منہ کر لیا۔ اور جیشِ اسلامی کے ہراول کی واپسی اور اس کے فرار نے جیشِ نبوی کی صفوں کے اندر جو ٹھیک اپنی تنظیم کو کھو چکا تھا ایک ہمہ گیر انتشار اور مکمل بے چینی پیدا کر دی۔ اور مسلمانوں کے شکست خوردہ گھوڑے اپنے آگے آنے والی ہر چیز کو توڑنے اور مسلمان سپاہیوں کو روندنے لگے۔ اور بہت سے لوگوں نے خیال کیا کہ یہ وہ شکست ہے جس کے بعد مسلمانوں کی کوئی پوزیشن نہیں رہے گی۔ اور جیشِ نبوی کے دستے تباہ کن سیلاب کی طرح بڑھتے گئے، معرکہ قتال کی طرف نہیں ـــــ بلکہ مکہ کی طرف بھاگنے کے لئے ـــــ اور ہوازنی ٹولیاں ان مسلمانوں کا تعاقب کرنے لگیں جنہوں نے ابھی تک کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا، کیونکہ انہوں نے گھاتیوں کے مہلک حملہ کی شدت کا سامنا کرتے ہوئے فرار اختیار کیا تھا۔

اور یہ ایک نفسی معرکہ اور شدید آزمائش تھی اور اسلامی [illegible]

بت پرستی کے خلاف اپنی حربی تاریخ میں اس قسم کی آزمائش سے دوچار نہیں ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ یومِ احد کو بھی ایسا نہیں ہوا تھا کیونکہ اس روز مسلمانوں نے جنگ کے پہلے مرحلہ میں مشرکین پر شاندار فتح حاصل کی تھی۔

اور حنین کے روز اسلامی فوجیں متفرق ہو گئیں اور ہزارہا پیادہ اور سوار کسی چیز کی طرف توجہ دیئے بغیر بھاگتے ہوئے پشت پھیر گئے تو اگر وہی پوزیشن رہتی جو پہلے حملہ کے وقت تھی تو جیشِ اسلام کی اکثریت تباہ ہو جاتی اور خود مکہ بھی ہوازن کے لشکریوں کے قبضہ میں آ جاتا جنکی فوج کی تعداد بیس ہزار تھی اور وہ دو گھنٹوں سے بھی کم وقت میں مکہ مکرمہ فتح کر سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہے پس حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص اصحاب کا ثبات اس خطرناک حالت کے دھارے کو اسلام کے مفاد میں تبدیل کرنے کا فیصلہ کن عامل ثابت ہوا۔

جیشِ اسلامی میں افواہیں اڑانے والے

اسلامی فوج میں دو ہزار اہل مکہ تھے جن میں سے بہت سے اسلام لا چکے تھے اور ایمان ابھی ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا تھا۔ وہ جیشِ نبوی کے ساتھ اسلامی جانب سے بت پرستی کے خلاف جنگ کرنے کے لئے نہیں گئے تھے بلکہ وہ مسلمانوں کی فتح کی صورت میں غنیمت میں اپنا حصہ لینے کے لئے شامل ہوئے تھے۔ ان مکی عناصر نے جب مسلمانوں کی شکست کو دیکھا اور بت پرست ہوازن کے سواروں کو ان کا تعاقب کرتے دیکھا تو ان کی اندرونی کیفیت ظاہر ہو گئی اور انھوں نے ایسی باتیں کیں جو جیشِ نبوی کی شکست پر ان کے خوش ہونے اور ان کے دل کے صاف نہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ

جب لوگوں کو شکست ہوئی تو اجڈ اعراب کے دلوں میں جو کینہ تھا انھوں نے اس کے مطابق باتیں کیں اور ابو سفیان بن حرب نے کہا (جس نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا اور ابھی اس کے اسلام لانے پر بیس دن سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا)

”ان کی شکست سمندر تک ختم نہ ہوگی“[1]

اور کلدہ بن حنبل نے بلند آواز سے کہا (اور وہ اپنے ماں جائے بھائی صفوان بن اُمیہ کے ساتھ تھا اور صفوان کے لئے جو مدت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کی تھی وہ اس میں مشرک تھا اور جیشِ نبوی میں شامل تھا) ”آج جادو بیکار ہوگیا ہے“ تو صفوان بن اُمیہ نے اُسے کہا ”اللہ تیرے منہ کو بند کرے۔ قسم بخدا، ہوازن کے کسی آدمی کے مجھ پر حکومت کرنے سے یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے کہ قریش کا کوئی آدمی مجھ پر حکومت کرے“[2]

اور واقدی کے مغازی میں ہے کہ کلدہ بن حنبل نے صفوان بن اُمیہ سے —— مسلمانوں کی شکست کے وقت —— کہا:

ابو وہب مبارک ہو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اصحاب کو شکست ہوگئی ہے تو صفوان نے اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا، اگر مجھ پر کسی نے حکومت کرنی ہے تو مجھے ہوازن کے حاکم کی نسبت قریش کا حاکم زیادہ پسند ہے ...... صفوان نے یہ بات اُس وقت کہی جب وہ

---

[1] اہلِ حدیث و سیر کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف و جدال نہیں پایا جاتا کہ ابوسفیان اچھے مسلمانوں میں سے تھا] اور وہ تمام ائمہ حدیث کے نزدیک عادل معتبر صحابی ہے

[2] البدایہ والنہایہ جلد ۴ ص۳۲۷

مشرک تھا۔ پھر اس نے اسلام قبول کر لیا اور وہ بہت اچھا مسلمان تھا نیز عقلمند اور بہت انصاف کرنے والا تھا اور اس نے شام کے معرکہ ہائے جہاد میں شہادت پائی۔

شکست کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فریب سے قتل کرنے کی کوشش

ان نازک گھڑیوں میں جنہیں مسلمانوں نے شکست اور پسپائی اختیار کی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ——— جبکہ آپ اس موقف کا مقابلہ کر رہے تھے۔ فریب سے قتل کرنے کی ایک شرانگیز کوشش کا سامنا کیا۔ قریش کے ایک کینہ توز نے مسلمانوں کے انتشار کے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ اُحد کے روز مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنے باپ کے قتل کے انتقام میں فریب کے ساتھ قتل کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کا باپ اُحد کے روز مشرکین کا علمبردار تھا۔

اور یہ شخص جس نے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فریب سے قتل کرنے کی ٹھانی تھی شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ العبدری کعبہ کا کلید بردار تھا اور یہ ان لوگوں میں شامل تھا جو فتح کے روز مسلمان ہوئے تھے مگر ابھی ایمان اس کے دل میں داخل نہیں ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شریر سازش سے بچا لیا۔

اس سازش کا منصوبہ باز اچھی طرح مسلمان ہو جانے کے بعد خود بیان کرتا ہے کہ میں نے کہا کہ آج میں اپنے باپ کا بدلہ لوں گا اور آج میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دوں گا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ

میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ایک چیز نے آکر میرے دل کو ڈھانک لیا اور میں اس کام کی سکت نہ پا سکا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ آپ مجھ سے محفوظ رہیں گے۔[1]

شکست کے متعلق مؤرخین کا بیان

مسلمانوں کو حنین کے وقت پہلے حملہ میں جو شکست ہوئی اس کے متعلق مؤرخین اور اصحاب حدیث کا اتفاق ہے کہ وہ ایک خوفناک شکست تھی اور اس موقع پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص صحابہ میں سے فقط ایک سو آدمی جو آپ کے جنگی بورڈ کے ارکان تھے اور سب کے سب انصار و مہاجرین کے سادات میں سے تھے ثابت قدم رہے تھے۔ اور مؤرخین اور اصحاب حدیث نے شکست کو فی البدیہہ بیان کیا ہے اس میں زیادہ تفصیل موجود نہیں۔ اس جگہ ہم اس شکست کو تاریخ کی بنیادی کتب کے بیان کے مطابق بیان کرتے ہیں۔

ابن اسحاق بیان کرتا ہے ـــــ مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ نے عبدالرحمن بن جابر اور اس کے باپ جابر بن عبداللہ سے بتایا کہ وہ بیان کرتا تھا کہ جب ہم وادی حنین میں آئے تو ہم تہامہ کی ایک گہری وادی کی ڈھلان سے اور ہم اس میں صبح کے دھندلکے میں اترے اور دشمن ہم سے پہلے وادی میں چلے گئے تھے اور انھوں نے اس کی گھاٹیوں، موڑوں اور تنگ راستوں میں ہمارے لئے گھات لگائی اور وہ اکٹھے ہو چکے تھے اور انھوں نے تیاری کی اور قسم بخدا ہم نیچے اتر رہے تھے کہ اچانک ہم پر فوج نے یکبارگی حملہ کر دیا

---

[1] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ ، سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۸۸

اور لوگ پیٹھ پھیرتے ہوئے شکست کھا گئے اور کوئی کسی کی طرف توجہ نہ دیتا تھا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم دائیں جانب ہٹ گئے، پھر آپ نے فرمایا لوگ کہاں گئے میرے پاس آؤ، میں اللہ کا رسول ہوں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ کوئی چیز موجود نہ تھی اور اونٹ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے بس تھوڑے سے ہاں رسول کریم کے ساتھ انصار و مہاجرین اور آپ کے اہل بیت کی ایک پارٹی باقی رہ گئی

یونس بن بکیر بیان کرتا ہے کہ مالک بن عوف اپنے ساتھیوں کے ساتھ حنین کی طرف گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وہاں پہنچ گیا پس انھوں نے وادی کی تنگ گھاٹیوں اور موڑوں میں تیاری کی اور جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم آئے اور صبح کے دھندلکے میں ان کے ساتھ تھے تو ان کے سامنے سوار نمودار ہو گئے اور انھوں نے ان پر حملہ کر دیا اور لوگ شکست خوردہ ہو کر پلٹ پڑے اور کوئی کسی کی طرف توجہ نہ دیتا تھا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے دائیں جانب ہٹ گئے کہ لوگ کہاں ہیں میرے پاس آؤ میں اللہ کا رسول ہوں، میں محمد بن عبداللہ ہوں، راوی بیان کرتا ہے کہ کوئی چیز موجود نہ تھی اور اونٹ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے[1]۔

اور ابن حزم شکست کا حال بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ پھر رسول کریم اٹھے، پس جب آپ وادی حنین میں آئے جو تہامہ کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے تو ہوازن وادی کی دونوں جانب گھات لگائے ہوئے تھے اور یہ صبح کے دھندلکے کا واقعہ ہے پس انھوں نے مسلمانوں پر یکبارگی حملہ کر دیا اور شکست خوردہ بھاگ گئے اور کوئی کسی کی طرف توجہ نہ دیتا تھا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی انھیں آواز دی مگر وہ واپس نہ آئے[2]۔

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۲۳ [2] جوامع السیرۃ صفحہ ۲۳۹

الطبری اپنی تاریخ میں ـــــ اپنی اسانید بیان کرنے کے بعد جابر بن عبداللہ اور ان کے باپ سے بیان کرتا ہے کہ ـــــ جب ہم وادی حنین میں آئے تو ہم تہامہ کی ایک نشیبی وادی میں اُترے اور ہم اس میں صبح کے دھندلکے میں آہستہ آہستہ اُتر رہے تھے اور دشمن ہم سے پہلے وادی میں پہنچ چکے تھے اور انھوں نے اس کی گھاٹیوں، موڑوں اور تنگنائیوں میں ہمارے لئے گھات لگائی اور وہ اکٹھے اور تیار ہوئے اور قسم بخدا ہم اُتر رہے تھے کہ فوج نے ہم پر یکبارگی حملہ کر کے ہمیں خوفزدہ کر دیا اور لوگوں نے شکست کھائی اور کوئی کسی کی طرف توجہ نہ دیتا تھا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم دائیں جانب ہٹ گئے پھر آپ نے فرمایا، لوگ کہاں ہیں؟ میرے پاس آؤ میں محمد بن عبداللہ ہوں مگر کوئی چیز موجود نہ تھی اور اونٹ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے، پس لوگ چلے گئے۔[1]

اور محمد بن سعد اپنے طبقات میں بیان کرتا ہے کہ

> ”اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر دُلدُل پر سوار ہو کر وادیٔ حنین میں اُترے، اور آپ نے دو زرہیں اور خود پہنا ہوا تھا، پس ہوازن کے کچھ لوگوں نے ان کا سامنا کیا، اور اتنی کثرت میں وہ کبھی نہیں دیکھے گئے تھے اور یہ صبح کے دھندلکے کا واقعہ ہے اور وادی کی تنگنائیوں اور گھاٹیوں سے فوجوں نے نکل کر یکبارگی حملہ کر دیا اور بنی سلیم کے سواروں کے گھوڑے پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اور اہل مکہ نے ان کی پیروی کی

---

[1] طبری جلد ۳ صفحہ ۷۴

اور لوگوں نے شکست کھا کر ان کی پیروی کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: اے اللہ اور اس کے رسول کے مددگارو! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔[1]

اور محمود شیث خطاب (جو معاصر اسلامی فوجی محققین میں سے ہیں) بیان کرتا ہے کہ "مسلمانوں کی فوجیں فجر کے وقت وادی حنین میں داخل ہوئیں جو ایک گہری نشیبی وادی ہے۔ جب کبھی سواروں کو چھپنا ہوتا ہے تو وہ اس میں اُتر جاتے ہیں گویا وہ گہرے گڑھے کی طرف جا رہے ہیں۔ پس جب مسلمان فوج کی اکثریت وہاں ٹھہر گئی تو مشرکوں نے ان پر اپنے تیروں کی بوچھاڑ کر دی مگر مسلمانوں کو اس تیر اندازی کے مقام کا پتہ نہ چلا کیونکہ اس وقت اندھیرا چھایا ہوا تھا اور مشرکین کے مقامات کلیۃً پوشیدہ تھے پس مسلمانوں کا ہراول سمٹ گیا اور اپنے آگے کے دوسرے مسلمانوں کو بھی بہا لے گیا۔[2] پس مسلمانوں کا سمٹنا شکست میں تبدیل ہو گیا اور ابوسفیان نے مسلمانوں کی شکست دیکھی تو کہا: یہ شکست سمندر تک ختم ہوگی۔"

اور دیگر مسلمان ہونے والے لوگوں نے بھی اسی قسم کی بات کی بلکہ عثمان طلحہ نے جس کا باپ غزوۂ احد میں مقتول ہوا تھا اس کٹھن مرحلے میں

---

[1] الطبقات الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۵۱

[2] مسلمانوں کے ہراول میں ایک ہزار سوار تھے ایک فوجی ماہر تصور کر سکتا ہے کہ جب ایک ہزار گھوڑے دوڑ رہے ہوں تو وہ پیچھے آگے چلنے والے پیادوں اور اونٹ سواروں سے کیا سلوک کرتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریب سے قتل کرنے کی کوشش کی تاکہ آپ سے اپنے باپ کا انتقام لے اور مسلمانوں کے پیچھے ہٹنے کے بعد مشرکوں نے تعاقب کرنے کے لئے اپنی جگہیں چھوڑ دیں اور سرخ اونٹ پر سوار ایک آدمی جس کے ہاتھ میں ایک سیاہ جھنڈا تھا جو ایک طویل نیزے کے سر پر لگا ہوا تھا ہوازن کی پیشوائی کر رہا تھا اور جب کبھی وہ مسلمانوں کو پاتا اپنے نیزے سے چوٹ لگاتا اور اس کے پیچھے ہوازن اور ثقیف کی آتے ہوئے تیر مارتے اور مسلمانوں کے درمیان گھبراہٹ پھیل گئی اور پیچھے والوں سے راستوں میں ازدحام ہو گیا اور صفوف و قبائل ایک دوسرے سے گتھ گئے اور بھاگتے ہوئے اونٹ اپنے سواروں سمیت ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے اور حالات پیچیدہ ہو گئے۔[1]

اور ابن اثیر بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں پر حضرت عتاب بن اسید کو امیر مقرر کیا۔ جابر بیان کرتے ہیں کہ جب ہم وادی حنین میں آئے تو ہم ایک گہری نشیبی وادی میں اُترے۔ ہم صبح کے دھندلکے میں آہستہ آہستہ اُتر رہے تھے اور دشمن ہم سے پہلے وادی میں آ گئے تھے۔ پس انھوں نے اس کی گھاٹیوں اور تنگنائیوں میں ہمارے لئے گھات لگائی اور وہ اکٹھے ہوئے اور انھوں نے تیاری کی اور قسم بخدا ہم اُتر رہے تھے کہ فوج نے یکبارگی ہم پر حملہ کر کے ہمیں خوفزدہ کر دیا۔ پس سب لوگ شکست کھا گئے اور کوئی کسی کی طرف توجہ نہ دیتا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب ہٹ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا "میرے پاس

---

[1] الرسول القائد صفحہ ۲۳۹

آؤ، میں اللہ کا رسول ہوں، میں محمد بن عبداللہ ہوں۔

آپ نے تین بار یہ بات کہی پھر اونٹ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے[1]

گھات لگانے والے درید بن الصمہ کے مشورے سے مقرر کئے گئے تھے

ابن برہان الدین بیان کرتا ہے کہ نوجوان سالار مالک بن عوف نے گھات لگانے والے معمر تجربہ کار درید بن الصمہ کے مشورے سے مقرر کئے تھے، وہ بیان کرتا ہے کہ

جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حنین میں آئے تو وہ صبح کے دھندلکے میں وادی میں اُترے تو دشمن نے اُن پر حملہ کر دیا اور وہ ان کے لئے وادی کی گھاٹیوں اور تنگنائیوں میں گھات لگائے ہوئے تھے اور یہ سب کچھ درید بن الصمہ کے مشورہ سے ہوا تھا، اس نے مالک سے کہا ـــ اپنے لئے گھات لگانے والے مقرر کرو وہ تیرے لئے مددگار رہیں گے، اگر دشمن نے تجھ پر حملہ کر دیا تو گھات لگانے والے ان کو پیچھے سے آلیں گے اور تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ کر، اور اگر تو نے حملہ کیا تو دشمن کا ایک آدمی بھی نہیں بچے گا، پس انھوں نے یکبارگی ان پر حملہ کر دیا اور تیروں سے ان کا استقبال کیا گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہیں اور ان کا ایک تیر بھی خطا نہیں کرتا تھا[2]

شکست کے وقت سالارِ رسول کا ثبات

یوں حنین میں پہلے حملہ کے موقع پر مسلمانوں کو بُری طرح شکست ہوئی اور مسلمان میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے ایک ـــ

---

[1] الکامل فی التاریخ جلد ۲ ص [illegible] [2] سیرت حلبیہ جلد ۲ ص [illegible]

دوسرے کو روندنے لگے، اور وہ کسی چیز کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے، اور یہ شکست ایک ہمہ گیر شکست تھی جو بارہ ہزار فوج کے تمام دستوں پر حاوی تھی اور شکست خوردہ کو (جیسا کہ درید بن الصمہ نے مالک بن عوف سے کہا تھا) کوئی چیز واپس نہیں لاتی۔

اور ماہر حرب کے لئے یہ تصور کرنا ضروری ہے کہ بارہ ہزار جانباز جن میں دو ہزار چار سو سے زیادہ گھوڑ سوار اور کئی ہزار اونٹ ہوں اور وہ کسی ترتیب اور نظام کے بغیر بھاگ رہے ہوں تو یہ ایک خوفناک کھلبلی ہوتی ہے، لوگ ایک دوسرے کو روندتے ہیں حالانکہ وہ ایک خوفناک فوج تھے جن کا نظام بگڑ چکا تھا اور وہ ایک شکست خوردہ فوج بن گئے تھے، سالار رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کی تھوڑی سی تعداد کے سوا، جو بڑے سے بڑے اندازے کے مطابق ایک سو سے زیادہ نہ تھے، ان کے تمام گھوڑے، اونٹ اور پیادہ شکست کھا چکے تھے اور اس شکست خوردہ فوج کے پیچھے بیس ہزار ہوازنی جانباز تھے جو انتہائی طاقت کے ساتھ اس کا تعاقب کر رہے تھے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا شکست خوردوں کو روکنے کی کوشش کرنا

اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے شکست خوردہ کو روکنے کی کوشش کی

آپ میدان میں ثابت قدمی سے کھڑے رہے تھے، آپ نے انہیں آواز دی کہ وہ ثابت قدم ہو جائیں اور آپ کے گرد اکٹھے ہو جائیں مگر کسی شخص نے آپ کی طرف التفات نہیں کیا اور نہ کسی نے آپ کو جواب دیا، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ان خوفناک گھڑیوں میں جب معرکہ کا سارا تانا بانا الجھ گیا تھا کسی نے آپ کی آواز ہی نہ سنی

ہوا کیونکہ ہر سپاہی کو جان بچانے کی فکر دامنگیر تھی اور یہ کوئی مستبعد نہیں کہ اکثر شکست خوردہ لوگوں نے یہ خیال کیا ہو کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم قتل ہو چکے ہیں یا شکست کھا گئے ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ جب انھیں شکست کے صدمے سے ہوش آیا اور انھوں نے حضرت عباس بن عبد المطلب کی آواز سنی جو انھیں بتا رہے تھے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر زندہ اور ثابت قدم ہیں اور وہ ان سے میدان حرب کی طرف واپس آنے کی اپیل کر رہے ہیں تو انھوں نے ایک دوسرے کو آواز دے کر خبر دی اور از سر نو میدان کی طرف واپس آ گئے ۔

اور سالار رسول صلے اللہ علیہ وسلم شکست کے وقت ثابت قدم رہے اور آپ نے اپنی تلوار سونت کر اسکا نیام پھینک دیا اور ثابت قدمی کے ساتھ دشمنوں کے مقابلے کے لئے اپنا برچھا پکڑا اور آپ کے چیدہ اصحاب کی یہ چھوٹی سی جماعت آپکے ارد گرد تھی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان نازک گھڑیوں میں بسالت و شجاعت اور اس ثبات کے ساتھ شرکت کی ہے جنگ کی جو نبی مرسل اور ذمہ دار سالار اعظم کی شان کے مناسب حال تھا اور آپ نے ہوازن کی خوفناک فوجوں کا مقابلہ کیا اور آپ کے اصحاب کی یہ چھوٹی سی مستقل مزاج جماعت آپ کی مدد کر رہی تھی حالانکہ ان کی تعداد فقط ایکسو تھی جبکہ ہوازن کی بیس ہزار فوج میدان میں تیزی سے دوڑ رہی تھی ۔

اور معرکہ حنین کا دن ہی وہ مشکل دن تھا جس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی گھبراہٹ یا شکست کے وقت ثابت قدمی دکھائی تھی بلکہ خوف اور نازک حالات میں ثابت قدم رہنا سالاروں اور شجاعوں کے سردار محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اساسی اور بلند مرتبہ اخلاق میں سے ایک خلق ہے

اور جنگ احد کے روز جب مسلمان تیر اندازوں کی غلطی کے نتیجے میں منتشر ہو گئے اور خالد بن ولید کے سوار مسلمانوں کے پچھلے حصے پر ٹوٹ پڑے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر انتہائی شجاعت اور ثبات کے ساتھ کھڑے رہے حتیٰ کہ اس نازک وقت میں آپ کا ثابت قدم رہنا مسلمانوں کے شکست سے واپس آنے اور متحد ہونے اور دوسری دفعہ اپنی فوج کے منظم کرنے کا بڑا سبب بن گیا۔ اور وہ اس طرح کہ انھیں اس دن خطرناک نقصانات اٹھانے کے باوجود، جو اس روز ان کی فوج کے سو میں سے دس آدمیوں کو پہنچے تھے اس سبب نے انھیں دوبارہ میدان کارزار میں ہیبت اور غلبہ عطا کر دیا۔[1]

اور جب خندق میں حالات نازک ہو گئے اور قریظہ کے یہودیوں نے عہد شکنی کی اور مسلمانوں کو شدید ترین خطرے کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا کہ دل گلوں میں اٹک گئے جیسا کہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صبر و شجاعت اور ثبات کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا اور آپ کی شجاعت اور ایمان نے ان مضطرب دلوں کو سکون بخشا جن کا احزاب کی خوفناک فوجوں کے ڈر سے گلا گھٹا جا رہا تھا بلکہ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حفاظتی کارروائیاں کر رہے تھے اور کہاں؟ ان خطرناک پوزیشنوں کے آگے جن کے دور سے احزاب کے سواروں کا نشانہ بن جانا ممکن تھا اور یہ کام آپ شدید سرد راتوں میں جبکہ اس کے ساتھ خوفناک آندھیاں بھی چل رہی تھیں، خندق کے بلند مقامات پر سرانجام دے رہے تھے، نیز اس وقت مسلمانوں کی حالت نازک ہو چکی تھی اور احزاب کی دس ہزار

---

[1] رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ثبات کی تفاصیل ہماری مصری کتاب غزوۂ احد میں دیکھیے

جانبازوں پر مشتمل فوج کے خوف سے جیش نبوی سے منافقین اور کمزور دل لوگوں کے کھسک جانے کے بعد مسلمانوں کی فوج کی تعداد کم ہو کر تین سو تک پہنچ چکی تھی[1]

اس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم (ہمیشہ ہی) اپنے اصحاب کی پناہ گاہ رہے اور جب جنگ کے مصائب شدت اختیار کر جاتے تو ثبات و صبر کے میدانوں میں آپ کا تصرف —— ان کی جانبازی اور انکے عزائم کی تقویت اور جنگ کے وقت اور مصائب اور حربی آزمائشوں کے وقت جن راستوں سے ان کے دلوں میں کمزوری اور بزدلی راہ پا سکتی ہے انھیں بند کرنے کا سب سے بڑا سبب رہا ہے۔

عظیم آزمائش

حق بات یہ ہے کہ (پہلے حملے میں) مسلمانوں کی شکست ایک عظیم آزمائش تھی جس میں کچھ شبہ نہیں پایا جاتا اور رسول اعظم اور سالار اکبر صلے اللہ علیہ وسلم اس آزمائش میں ڈٹے رہے۔ آپ اپنی جگہ پر قطب کی طرح ڈٹے رہے اور اپنے شکست خوردہ اصحاب کو واپسی کے لئے قوت دیتے رہے تاکہ جب انھیں علم ہو کہ آپ زندہ اور اپنی جگہ پر قائم ہیں تو وہ آپ کے ارد گرد اکٹھے ہو جائیں۔ اور جو شخص محمد بن عبداللہ ہاشمی کے مقام پر ہو، خواہ حالات کچھ بھی ہوں اور خواہ ان خوفناک گھڑیوں کے جن میں اسلامی فوج حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں، اس قسم کے تلخ تجربے سے نہیں گزری تھی کچھ بھی نتائج و اثرات ہوتے، وہ فرار اختیار نہیں کر سکتا ..... آپ نبی مرسل

---

[1] یوم خندق میں مسلمانوں کی عظیم آزمائش کی تفاصیل ہماری دیگر کتاب غزوۂ خندق میں دیکھئے

اور اللہ کی مدد پر یقین رکھنے والے تھے اور جو اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھتا ہے
وہ اس کے دشمن کو اس پر قابو نہیں دیتا۔ پھر محمد بن عبداللہ سید السا
اور قائد القادات، فوج کے سالارِ اعلیٰ اور اس کے ذمہ دار تھے، اور آپ
کے لئے جیشِ اسلامی کی اس پوزیشن کو شکست کے باوجود جسے
اختیار کر چکا تھا درست کرنا ضروری تھا تاکہ وہ محفوظ رہے اور آ
کوئی قابلِ ذکر نقصان نہ پہنچے۔

جن لوگوں پر ہوازن کی طرف سے اچانک اور مہلک حملہ ہوا ا
کے دوبارہ میدان میں آگئے۔ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہ بزدل نہ
اور ان میں وہ سربلند لوگ بھی تھے جنھوں نے بدر کے روز اسلام
تاریخ کے وسیع تر دروازے میں داخل کیا۔ یہی وہ اس روز بھی مشرک
کی فوجوں کے سامنے ڈٹے رہے اور ان پر فتح پائی حالانکہ وہ تعداد
ان سے تین گنا زیادہ تھے، اور سامانِ جنگ، وردی اور سواری کی چ
میں ان پر زبردست فوقیت رکھتے تھے اور حنین میں ہوازن کی فو
بیس ہزار اور مسلمانوں کی فوج بارہ ہزار تھی۔ بلاشبہ اس موقع پ
ہوازن کو تعداد میں مسلمانوں پر زبردست فوقیت حاصل تھی پ
حنین کے روز پہلے حملے کے وقت مسلمانوں کو جو اچانک شکست ہوئی
اس کے اسباب میں کمزوری اور بزدلی کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا۔ و
سببِ جنگی ماہرین کے بیان کے مطابق، حیران کن اچانک حملے۔ د
حدیث العہد قبائلی عناصر کے پائے جانے کا تھا جن میں ہمیشہ انتشا
کی حکمرانی ہوتی ہے، اسی طرح اسلامی فوج کے اندر اظہارِ اسلام کرنے
والے عناصر بھی پائے جاتے تھے جن کے دلوں میں ابھی تک اسلام داخل

نہیں ہوا تھا۔ ان عناصر نے شکست دلانے میں بڑا کردار ادا کیا کیونکہ ان کے دلوں میں جاہلیت کی کچھ باتیں بقایا تھیں جنھوں نے جیش نبوی کو شکست دلائی اور ہوازنی فوج کو فتح ہوئی، اس کی دلیل یہ ہے کہ پہلے حملہ کے وقت جیش نبوی میں سب سے پہلے شکست کھانے والے لوگ انھی عناصر میں سے تھے جیسے کہ معرکۂ حنین کی جنگوں کے حالات لکھنے والے عظیم مؤرخین نے بار بار اس امر کا ذکر کیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ پہلے حملہ کے وقت جو شکست ہوئی وہ ایک ناگہانی دھکا تھا جس میں جیش نبوی کی پوزیشنیں مضطرب ہو گئیں اور کچھ شکست کھا گئیں۔ پس سالار اعلیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ثابت قدم رہے نیز آپ کا اور آپ کے ایک سو اصحاب کا ثبات، پوزیشن کی تحسین و تعدیل اور درستگی اور شکست خوردہ جیش اسلامی کے پلٹنے کے جھٹکوں کا بنیادی سبب تھا جس نے اسے شکست خوردگی اور فرار کے بعد مہلک حملہ کرنے کی پوزیشن میں کر دیا اور یہ پوزیشن اللہ تعالیٰ کے مومنین کو ثابت قدم رکھنے کے بعد ہوئی نیز جب انھیں پتہ چلا کہ ان کے نبی اور سالار اعلیٰ میدان میں اپنی جگہ پر ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں اور ہوازنیوں کے سروں پر تلوار زنی اور ان کے سینوں میں تیر سے مار رہے ہیں تو وہ میدان جنگ کی طرف واپس آگئے۔

حضرت عباس کی آواز اور شکست خوردوں کی واپسی:

حضرت عباس بن عبد المطلب بھی اس ثابت قدم قلیل جماعت میں شامل تھے جو حنین کے روز مسلمانوں کی شکست کے وقت بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہی تھی، اور جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر شکست خوردہ

جیشِ اسلامی کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو آپ نے اس گرتی ہوئی پوزیشن کی درستگی کا ارادہ کیا (اور آپ کو یہ اعتماد تھا کہ جب آپ کے اصحاب خصوصاً انصار اور مہاجرین کو آپ کی جگہ کا علم ہوگا نیز یہ کہ آپ شکست کھائے بغیر مشرکین کے ساتھ ثابت قدمی سے جنگ کر رہے ہیں تو وہ لازماً میدانِ جنگ کی طرف واپس آئیں گے اور اُن کی واپسی سے طاقت کا توازن، اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں تبدیل ہو جائیگا اور فتح، جیشِ توحید کی حلیف ہوگی اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں کہ اللہ ان کا مددگار ہوگا ادنیٰ سا بھی شبہ نہ تھا اس لئے آپ نے اپنے چچا حضرت عباس سے (آپ بڑے بلند آواز تھے اور آپکی آواز کئی میلوں تک سنائی دیتی تھی) خواہش کی کہ وہ فوج کو میدانِ شرف وجہاد کی طرف واپس آنے کی اپیل کریں اور آپ کی ڈیوٹی لگائی کہ آپ خاص طور پر انصار اور اصحابِ شجرۃ الرضوان کے نام سے آواز دیں کیونکہ یہ لوگ ہر اس معرکہ میں جس میں مسلمانوں نے عہدِ نبوی میں حصہ لیا، فوج کی ریڑھ کی ہڈی تھے۔ (خصوصاً وہ انصار) جو ہمیشہ ہی اسلام اور اس کے دشمنوں کے درمیان ہونے والے ہر معرکے میں اکثریت میں ہوتے تھے۔

حضرت عباس نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق عمل کیا اور انصار کے نام سے اور خصوصاً اصحاب السمرۃ[1] (وہ درخت جس کے نیچے مسلمانوں نے فتح مکہ سے قبل حدیبیہ کے روز حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] سمرۃ، ببول کے درخت کو کہتے ہیں یعنی حضرت عباس نے ان لوگوں کو آواز دی جنہوں نے ببول کے درخت تلے بیعت کی تھی۔ مترجم

کی بیعت کی، کے نام سے آواز دی۔

جونہی شکست خوردہ مسلمانوں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کی آواز میں نبوی اپیل کو سنا تو وہ اچانک حملے کے صدمے سے سنبھل گئے اور خصوصاً اس یقین کے بعد کہ ابتک نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر ڈٹ کر مشرکین سے جنگ کر رہے ہیں پس وہ سب کے سب میدان کارزار کی طرف واپس آ گئے اور حیرت انگیز سرعت کے ساتھ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع ہو گئے اور جیش نبوی کی حالت بہتر ہونے لگی اور ہوازنیوں کو مسلمانوں کی ضربیں لگنے لگیں، حالانکہ قبل ازیں وہ ان کے کندھوں پر سوار ہو چلے تھے اور انکے قائدین خیال کرنے لگے تھے کہ مسلمانوں کو تباہ کن شکست ہوگی اور بالآخر مکہ ہوازن کے قبضہ میں آجائے گا۔

از سر نو شدید جنگ

حضرت عباس کی آواز میں رسول حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اپیل کو شکست خوردہ صحابہ کے قبول کر لینے کے بعد مسلمانوں اور ہوازنیوں کے درمیان پہلے سے بھی زیادہ شدید جنگ شروع ہو گئی اور ایک خوفناک معرکہ ہوا اور چند ہی لمحوں میں ہوازن حملے کی پوزیشن ترک کر کے دفاع کی پوزیشن میں آ گئے اور مسلمانوں نے غیظ و غضب کے ساتھ مشرکوں سے جنگ کی اور عظیم استقلال دکھایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں زبردست فتح عطا فرمائی اور ہوازن کو ایسی تباہ کن شکست ہوئی کہ تاریخ میں عربوں میں سے کسی کو اس قسم کی شکست نہ ہوئی تھی جس نے ہوازن کی عظمت کا ستیاناس کر دیا۔ جنھیں پہلے حملہ کے وقت اچانک اور وقتی فتح نے مغرور کر دیا تھا اور ان پر ذلت اور رسوائی نازل ہوئی۔ اور اس شکست کے

متعلق ان کا کوئی قابلِ تصور بھی نہ کر سکتا تھا، یا یہ کہ شکست کے عدم مواصلت کے باعث مسلمان، مگر یا محمد تک ثابت قدم رہ سکیں گے جیسا کہ اسلام لانے والے ان لوگوں میں سے جن کے دلوں میں ابھی تک ایمان داخل نہیں ہوا تھا، ایک آدمی نے یہ بات کہی تھی۔

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کے ثبات کے طفیل ہوا جس کا مسلمانوں کی شکست کے وقت اپنی جگہ پر ثابت قدم رہنا اور مشرکین کے ساتھ جنگ کرنا، حالانکہ آپ کے ساتھ صرف ایک سو صحابی ثابت قدم رہے تھے، معرکہ میں مسلمانوں کے پلٹنے کو فتح کی جانب سے صفر سے بلند کر کے کامیابی اور غلبے کے اعلیٰ معیاروں تک لیجانے کا سبب بن گیا۔

جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ ان کا نبی اپنی جگہ پر ثابت قدم رہ کر ہوازنی فوج کی موجوں سے نبرد آزما ہے تو وہ شرمندہ ہوئے حالانکہ وہ شکست خوردہ ہو کر بھاگ رہے تھے۔ اور جب انھوں نے نبوی اپیل کو سنا کہ وہ انھیں اپنے نبی کے گرد میدان جنگ میں واپس آنے کی دعوت دے رہی ہے تو وہ شرمندہ ہوئے اور واپس آکر غیظ و غضب کیساتھ دشمن پر ٹوٹ پڑے گویا وہ تند ہوائیں ہیں جو ہر حائل ہونے والی چیز کو اڑا کر لے جاتی ہے یہاں تک کہ ان میں سے ایک ، تاکہ وہ میدان جنگ میں آنے والوں میں سب سے سابق ہو، اپنے اونٹ کی مہار جھٹکتے ہوئے اور پھر اس کی پشت سے چھلانگ لگاتے ہوئے اپنی تلوار اور نیزہ اٹھائے ہوئے مشرکین سے لڑنے کے لئے نہایت سرعت کے ساتھ اس طرف دوڑ رہا تھا جہاں رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم لڑ رہے تھے۔

اور جس طرح پہلے حملے کے وقت شکست کے موقع پر مسلمان ایک دوسرے کو روندتے تھے اس سے کہیں بڑھ کر انھوں نے میدان شرب کی طرف واپسی پر ازدحام کیا اور اپنے چہروں سے شکست کا غبار جھاڑا، قریب تھا کہ مشرکین سے مقاتلہ کرنے کے لئے جو وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد ازدحام کئے ہوئے تھے اس سے ان کے نیزوں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچ جاتی۔

معرکہ کے متعلق واقدی کا بیان

اور شاید ہمارے لئے یہ مستحسن ہو کہ ہم امام المغازی محمد بن عمر الواقدی کی طرف کان لگائیں، وہ ہمارے لئے ان نازک اور شرمندہ کرنے والی گھڑیوں جن میں مسلمانوں نے شکست کھائی، اور ان شاندار اور بلند قدر لمحات کا ذکر کرتا ہے جن میں مسلمان واپس ہوئے اور انھوں نے اچانک شکست کی عار کو اپنے پاک اور مقدس خون سے دھویا اور عہد نبوی میں بت پرستی پر اسلام کی سب سے بڑی فتح کو ریکارڈ کیا، واقدی بیان کرتا ہے کہ

> "انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جب ہم وادی حنین میں اترے اور ابھی صبح کا دھندلکا ہی ہوا تھا کہ ہم نے محسوس کیا کہ وادی کی تنگنائیوں اور گھاٹیوں سے فوجوں نے ہم پر حملہ کر دیا ہے، پس انھوں نے یکبارگی حملہ کیا تو ہراول کے سوار ـــ جو سلیم کے سوار تھے ـــ پیٹھ دیکر بھاگ گئے۔ اور اہل مکہ نے ان کی پیروی کی اور شکست کھا کر لوگوں نے ان کی پیروی کی وہ کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے"
>
> حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

کو سنا ـــــ اور آپ نے اپنے دائیں بائیں دیکھا ـــــ لوگ شکست کھا رہے تھے اور آپ کہہ رہے تھے :

اے اللہ اور اسکے رسول کے مددگارو ! میں اللہ کا بندہ اور اس کا ڈٹا رہنے والا رسول ہوں ۔

راوی بیان کرتا ہے کہ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے برچھے کے ساتھ لوگوں کے آگے آگئے ۔

اور حضرت عباس بن عبد المطلب بیان کرتے ہیں کہ

جب حنین کے روز مسلمانوں اور مشرکوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو مسلمان بھاگ گئے تو میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپکے ساتھ ابو سفیان بن الحارث بن عبد المطلب کے سوا اور کوئی آدمی نہ تھا ، وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خچر کو منہ سے پکڑے ہوئے تھے اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مشرکین کی طرف جلدی سے بڑھنے میں کوئی کوتاہی نہیں کر رہے تھے ۔ حضرت عباس بیان کرتے ہیں ، میں بلند آواز آدمی تھا ، جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی حالت دیکھی کہ وہ کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تو آپ نے فرمایا : اے عباس ! آواز دو ، اے گروہ انصار اور اے اصحاب السمرۃ ، پس میں نے آواز دی ، اے گروہ انصار اور اے اصحاب السمرۃ ، تو وہ یوں لبیک لبیک کہتے آئے جیسے اونٹ اپنے بچوں کے مشتاق ہوتے ہیں ، پس ان میں سے ایک آدمی جاتا اور اپنے اونٹ کو موڑتا مگر وہ اس کی سکت نہ پاتا تو اپنی زرہ کو لیتا اور اسے اپنی گردن کے آگے رکھتا اور اپنی ڈھال اور تلوار لیتا اور پھر اپنے اونٹ سے کود جاتا اور اسے لوگوں میں کھلا چھوڑ دیتا اور آواز کا پیچھا کرتا ہوا رسول کریم صلے اللہ

علیہ وسلم کے پاس پہنچ جاتا اور جب لوگ ہمارے پاس آگئے تو اکٹھے ہوگئے، سب سے پہلے انصار کو دعوت دی گئی، پھر دعوت کو خزرج میں منحصر کر دیا گیا تو انھوں نے آواز دی، اے خزرج! راوی بیان کرتا ہے کہ وہ مقابلے کے وقت ثابت قدم اور جنگ کے وقت بہادر تھے راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے ـــــ جیسے سوار اپنی سواری سے گردن بلند کرتا ہے ـــــ اور آپ نے ان کی جنگ کو دیکھ کر فرمایا، تنور اب گرم ہوا ہے[1]۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں سنگریزے لیکر انھیں پھینکا اور فرمایا، رب کعبہ کی قسم وہ شکست کھا گئے ہیں، حضرت انس بیان کرتے ہیں قسم بخدا میں مسلسل ان کی پسپائی اور ان کی دھار کو کند ہوتے دیکھتا رہا یہانتک کہ اللہ تعالے نے ان کو شکست دیدی اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیچھے اپنا خچر دوڑاتے دیکھ رہا ہوں۔

اور ایک عینی گواہ (حنین کے روز) شکست خوردہ انصار کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپسی کے متعلق بیان کرتا ہے کہ انصار رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس مڑے (اور وہ کہہ رہے تھے کہ فرار کے بعد حملہ) اور وہ یوں مڑے جیسے گائے شفقت سے اپنے

---

[1] الآن حمی الوطیس (تنور اب گرم ہوا ہے) رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی یونشکل شدت جنگ کو بیان کیا ہے اور یہ ان کلمات میں سے ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نے بیان نہیں کیا، پھر اس مختصر بیان سے ہمیشہ ہی سخت اور شدید معرکوں کو بیان کیا جانے لگا۔

بچوں کی طرف دوڑتی ہے۔ انھوں نے نیزے بلند کئے ہوئے تھے، حتیٰ کہ مجھے مشرکین کے نیزوں سے بھی بڑھ کر ان کے نیزوں سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خوف پیدا ہوا۔ وہ نیزوں کو بلند کئے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے، یا لبیک یا لبیک، پس جب وہ ملے اور انھوں نے شمشیر زنی کی تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر اپنی رکاب میں کھڑے فرما رہے تھے: اے اللہ میں تجھ سے تیرے وعدے کے مطابق سوال کرتا ہوں انھیں غالب نہیں آنا چاہیئے۔ پھر آپ نے حضرت عباس سے فرمایا مجھے زمین سے کچھ سنگریزے پکڑاؤ، پھر فرمایا، چہرے قبیح ہو گئے، اور ان سنگریزوں کو مشرکین کی طرف پھینک دیا، اور فرمایا: ربّ کعبہ کی قسم وہ شکست کھا گئے[1] اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی دعا کو قبول فرمایا اور معرکہ میں طاقت کا توازن مسلمان کے مفاد میں ہو گیا یہاں تک کہ انھوں نے مشرکین کو بری طرح شکست دی۔

شکست کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے اصحاب

حضرت انس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چند اصحاب کے ثبات کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا اور آپ نے اپنے دائیں بائیں دیکھا اور لوگ شکست کھا رہے تھے، آپ فرما رہے تھے،

اے اللہ اور اس کے رسول کے مددگارو! میں اللہ کا بندہ اور

---

[1] واقدی جلد ۳ صفحہ ۸۹۸ ، ۸۹۹

اسکا ڈنکا بجنے والا رسول ہوں۔ راوی بیان کرتا ہے پھر آپ اپنے خچر سے نیچے اترے تو لوگوں سے آگے آگئے۔ راوی کہتا ہے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ ہم نے کوئی نیزہ اور تیر وغیرہ نہیں مارا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں شکست دیدی۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوج کی طرف واپس آگئے، اور آپ نے انہیں سے جن لوگوں پر قابو پایا تھا ان کے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا اور ہوازن پسپا ہونے لگے اور جو مسلمان شکست کھا گئے تھے وہ واپس آگئے۔

اور تاریخ کی کتابوں میں ان آدمیوں کے نام بھی ذکر آیا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے ان میں سے چند نام یہ ہیں۔

۱۔ حضرت ابوبکرؓ
۲۔ حضرت عمرؓ
۳۔ حضرت عباس بن عبد المطلب
۴۔ حضرت علی بن ابی طالب
۵۔ حضرت فضل بن عباس[1]

---

[1] فضل بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف، آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد تھے۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی، آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج مکہ میں حاضر تھے اور حنین کے روز آپ بڑے ثابت قدم رہے، اسی طرح آپ حضورؐ کے ساتھ حجۃ الوداع میں بھی حاضر ہوئے اور آپ حضورؐ کے ردیف تھے، آپ بڑے خوبصورت تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنے والوں میں سے ہیں، فضل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل میں بھی شامل تھے اور آپ حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ساتھ تھے۔ اور مرج صفر کی جنگ میں شام میں شہید ہوئے اور بعض کا قول ہے کہ اجنادین میں شہید ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ نے طاعون عمواس میں ۱۸ھ میں وفات پائی تھی۔

۶۔ حضرت ابوسفیان بن الحارث

۷۔ حضرت ربیعہ بن الحارث

۸۔ حضرت ایمن بن عبید خزرجی[1]

۹۔ حضرت اسامہ بن زید

۱۰۔ حضرت حارثہ بن النعمان[2]

---

[1] ایمن بن عبید بن عمرو بن بلال، بنی غنم بن عوف بن خزرج میں سے تھے اور آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ ام ایمن کے بیٹے تھے جو حضرت اسامہ بن زید کے ماں جائے بھائی تھے، مجاہد اور عطاء نے ان سے روایت کی ہے، اسد الغابہ میں ان کے متعلق بیان ہے کہ ایمن حنین کے روز شہید ہوئے تھے، یہ بیان ابن اسحاق کا ہے۔

[2] حارثہ بن النعمان بن نفع بن زید بنی نجار کے خزرجی تھے، بدر، احد، خندق اور سب معرکوں میں شامل ہوئے، آپ فضلاء صحابہ میں سے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آدمیوں میں سے تھے، حنین کے روز حضور کے ساتھ ثابت قدم رہے، آپ ہی کو جبریل نے سلام کیا تھا، روایت ہے کہ ایک روز جبریلؑ حضور کے پاس آئے تو یہ حارثہ آپ کے پاس سے گزرے تو آپ نے کہا حارثہ! تو میں نے سلام کیا اور گزر گیا، پس جب میں واپس آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی واپس آئے تو آپ نے فرمایا کیا تو نے اس شخص کو دیکھا تھا جو میرے ساتھ تھا؟ میں نے عرض کیا ہاں، آپ نے فرمایا، جبریل نے تجھے سلام کا جواب دیا ہے۔ ابن حجر اصابہ میں بخاری سے روایت کرتے ہوئے، بیان کرتے ہیں کہ حضرت حارثہ نے حضرت عثمان بن عفان سے کہا، اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم آپ کی حفاظت میں جنگ کریں۔ حضرت حارثہ نے حضرت معاویہ کی خلافت کا زمانہ پایا ہے اور بصارت جانے کے بعد حضرت معاویہ کی خلافت کے زمانے ہی میں وفات پائی۔

عاصم بن عمرو بن قتادہ، عبدالرحمٰن بن جابر بن عبداللہ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ

جب لوگ منتشر ہوگئے، اور قسم بخدا اس وقت ان کی شکست واپس ہوئی جب انھوں نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدیوں کو مشکیں باندھے ہوئے پایا، راوی بیان کرتا ہے کہ اسوقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم، ابوسفیان بن الحارث کی طرف متوجہ ہوئے جو لوہے سے ڈھکے ہوئے تھے، اور یہ بھی اس دن ثابت قدم رہنے والوں میں سے تھے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خچر کے منہ کو پکڑے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا یا رسول اللہ میں آپ کی ماں کا بیٹا ہوں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا، تو کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں آپ کا بھائی ابوسفیان بن الحارث ہوں تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں میرا بھائی ہے، مجھے زمین سے سنگریزے پکڑاؤ، پس میں نے آپ کو سنگریزے پکڑا دیئے تو آپ نے انھیں ان سب کی آنکھوں میں دے مارا اور وہ شکست کھا گئے[۱]

واقدی بیان کرتا ہے کہ مؤرخین کہتے ہیں کہ

جب لوگ منتشر ہوگئے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم دائیں جانب ہٹ گئے، اور آپ اپنی سواری پر کھڑے تھے اور آپ اس سے، اپنی تلوار سونت کر اور اس کے نیام کو پھینک کر اترے اور آپ انصار و مہاجرین اور اپنے اہل بیت (حضرت عباس

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۳ ص۹

حضرت علی، حضرت فضل بن عباس، حضرت ابوسفیان بن الحارث، حضرت ربیعہ بن الحارث، حضرت ایمن بن عبید خزرجی، حضرت اسامہ بن زید، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر علیہم السلام کی ایک جماعت میں باقی رہ گئے [1]

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے ایک سو آدمیوں کے حالات

بعض مورخین نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے ایک سو آدمیوں کے حالات کے بارے میں بیان کیا ہے کہ جب لوگ منتشر ہو گئے اور شکست کھا گئے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے حنین کے وقت حارثہ بن النعمان سے فرمایا، تمہاری رائے میں ثابت قدم رہنے والے کتنے آدمی ہیں؟ حضرت حارثہ بیان کرتے ہیں، جب میں جنگ سے ایک طرف ہو کر اپنے پیچھے متوجہ ہوا تو میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو میں نے ایک کا اندازہ لگایا، اور میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ ایک سو ہیں . . . یہاں تک کہ میں ایک دن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو آپ مسجد کے دروازے پر جبریل سے گفتگو کر رہے تھے، جبریل نے کہا، اے محمد! یہ کون ہے؟

آپ نے فرمایا، حارثہ بن النعمان۔

جبریل نے کہا، یہ حنین کے روز ثابت قدم رہنے والے سو آدمیوں میں سے ایک ہے۔ اگر یہ سلام کہے تو میں اسے ضرور جواب دوں گا۔ [2]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے خبر دی تو حارثہ نے کہا ، مَیں نے اُسے خیال کیا کہ دحیہ کلبی آپ کے ساتھ کھڑا ہے ۔

اور معمر بن راشد زہری سے اور وہ عروہ سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جبریل نے کہا کہ

اللہ تعالے نے جنت میں اُن لوگوں کے (جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے) ارزاق اور ان کے عیال کے ارزاق کا ضامن ہو گیا۔

اور حضرت عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ

ابو سفیان بن الحارث ان لوگوں میں سے ہے جن کے اپنے اور ان کے عیال کے ارزاق کا اللہ تعالے نے جنت میں ضامن ہے[لہ]

اور شکست کے وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ثبات کے متعلق البراء بن عازب (جو ثابت قدم لوگوں میں سے تھے) سے روایت ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اس ذات کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ رسول خدا نے پیٹھ نہیں پھیری بلکہ آپ کھڑے رہے اور مدد طلب کی پھر آپ اُترے اور آپ یہ فرما رہے تھے ۔

اَنَا النبی لا کذب　　　انا ابن عبد المطلب

مَیں اللہ کا نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں تو اللہ تعالے نے آپ کو فتح عطا فرمائی اور آپ کے دشمن کو پچھاڑ دیا اور آپ کی حجت کو کامیاب کیا[ٹلہ]

حنین کے روز حضورؐ کی دُعا: جب آپ کی فوج شکست کھا گئی

لہ الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۰۲ ۔ ٹلہ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۰۱

اور آپ ثابت قدم رہے (اور انصار و مہاجرین کے چند ہ سو آدمی بھی) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرما رہے تھے،

اللّٰھم لک الحمد والیک المشتکیٰ وانت المستعان

اے اللہ سب تعریف تیرے لئے ہے اور تجھ سے ہی شکایت ہے اور تجھ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔

جبرئیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے وہ کلمات تلقین کئے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سمندر پھٹنے کے بعد تلقین کئے تھے جبکہ سمندر ان کے آگے اور فرعون ان کے پیچھے تھا۔

اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ انصار ہمیشہ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر نبوی مسلح افواج کی ریڑھ کی ہڈی رہے، یہی وجہ ہے کہ حنین کے روز شکست کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والوں میں سے ۶۷ آدمی انصار اور ۳۳ آدمی مہاجر تھے۔

فریقین کے درمیان شدید جنگ

شکست خوردہ مسلمانوں کے میدانِ کارزار کی طرف واپس آجانے کے بعد جنگ بھڑک اٹھی اور ہوازن بے نظیر شدت اور سختی کے ساتھ لڑے، لیکن تمام شکست خوردہ اسلامی فوج کی واپسی کے بعد وہ حملے کی پوزیشن کو چھوڑ کر دفاع کی پوزیشن میں آگئے اور مسلمانوں نے (اپنے نبی کی کمان میں) ہوازن پر زبردست تباہ کن مخالفانہ حملہ کیا جس کے سامنے ہوازن اور ان کے حلیفوں نے ثابت قدم رہنے کی کوشش کی مگر بے سود۔

مسلمانوں نے غیظ و غصے کے ساتھ ان کا صفایا کر دیا اور انھیں

قتل کیا اور انھیں اپنے آگے اس طرح بہا لے گئے جیسے آندھی خشک پتّے کو اڑا لیجاتی ہے پس انھوں نے ان میں خوب خونریزی کی ، اور بعض مسلمانوں کا غصہ اس حد تک بڑھ گیا کہ انھوں نے مشرکین کے بچوں کو قتل کرنے کے لئے اپنے ہاتھ دراز کر دیئے تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود انھیں اس کام سے روک دیا کیونکہ شریعت اسلام خواہ کیسے ہی جواز اور اسباب ہوں بچوں کے قتل کی اجازت نہیں دیتی ۔

محمد بن ابی صعصعہ بیان کرتے ہیں کہ

> جب حضرت عباس نے بلند آواز سے مسلمانوں کو شکست سے واپسی کے لئے پکارا تو خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ نے آواز دی ، اے خزرج ، اے خزرج اور اوس کے سردار حضرت اسید بن حضیر نے آواز دی ، اے اوس ، اے اوس ! تو خدا کی قسم وہ ہر جانب سے یوں واپس آئے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے بادشاہ کی طرف آتی ہیں ۔

راوی کا بیان ہے کہ مسلمانوں کو مشرکوں پر غصہ آیا ، اور انھوں نے انھیں قتل کیا یہاں تک کہ مسلمانوں نے بچوں کے قتل کے بارے میں جلدی کی تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا ،

ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ قتل انھیں بچوں کے قتل کرنے تک لے گیا ہے ۔ آگاہ رہو ، بچوں کو قتل نہ کیا جائے ۔ آپ نے یہ بات تین بار کہی ، حضرت اسید بن حضیر نے کہا ، یا رسول اللہ ! وہ تو مشرکین

کے بچے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسید کو جواب میں فرمایا، کیا تمہارے بہتر آدمی مشرکین کی اولاد نہیں؟ ہر روح فطرت اسلام پر پیدا ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کے متعلق اس کی زبان سے بیان کرتی ہے کہ اس کے والدین انھیں یہودی یا نصرانی بنا لیتے ہیں[1]

اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ مسلمانوں کے میدان کارزار میں واپس آنے کے بعد ہوازن نے شدید جنگ کی اور ان میں کچھ ایسے لوگ تھے جنہوں نے مسلمانوں کو بڑی سختی سے قتل کیا اور اس امر پر اس سے بڑھ کر دلالت کرنے والا اور کوئی واقعہ نہیں جسے مورخین نے بیان کیا ہے کہ ہوازن کا ایک آدمی اپنے اونٹ پر مسلمانوں کو اپنی تلوار سے قتل کر رہا تھا یہاں تک کہ اس نے ان کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا تا آنکہ حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابو دجانہ نے تعاون کر کے اسے قتل کر دیا۔

ایک آدمی جس کے قتل پر مہاجرین اور انصار کے دو مشہور ترین شہسوار تعاون کرتے ہیں یقیناً وہ ایک دلیر اور بہادر آدمی ہے اور اس میں کچھ شبہ نہیں، حضرت علی مہاجرین کے شہسوار تھے اور حضرت ابو دجانہ انصار کے شہسوار، اور احد کے روز رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے شمشیر بردار تھے اور اس روز یادگار بہادرانہ کارنامے سر انجام دینے والے تھے۔

مورخین بیان کرتے ہیں اس ہوازنی شخص کے بارے میں جس نے

---

[1] واقدی جلد ۳ صفحہ ۹۰۵

مسلمانوں کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا) کہ

ہوازن کا ایک آدمی سرخ اونٹ پر سوار تھا جس کے ہاتھ میں سیاہ جھنڈا تھا جو اس کے طویل نیزے کے سر پر لگا ہوا تھا اور وہ لوگوں کے آگے آگے چل رہا تھا جب وہ کسی آدمی کو پاتا اسے نیزہ مارتا اس نے بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا، پس حضرت ابو دجانہ اس کے سامنے ڈٹ گئے اور آپ نے اس کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں تو اس کے اونٹ کے خرخر کرنے کی آواز سنی گئی اور اونٹ لیٹ گیا، اور حضرت علی اور حضرت ابودجانہ نے اس کا راستہ روک لیا، پس حضرت علی نے اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا اور حضرت ابو دجانہ نے اس کا دوسرا ہاتھ قلم کر دیا اور دونوں اسے اپنی تلواریں مارنے لگے یہاں تک کہ ان دونوں کی تلواریں لوٹ گئیں، پس ان دونوں میں سے ایک رک گیا اور دوسرے نے اس کا کام تمام کر دیا، پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا چلئے اس کے سامان پر توجہ نہ دیجئے، پس دونوں مارتے مارتے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے چلے گئے اور ہوازن کے ایک سوار نے دونوں کو روکا، جس کے ہاتھ میں سرخ جھنڈا تھا پس دونوں میں سے ایک نے اس کے گھوڑے کی اگلی ٹانگ پر تلوار ماری اور وہ منہ کے بل گر پڑا، پھر دونوں نے اسے اپنی تلواروں سے مارا اور اس کے سامان پر سے گزر گئے اور حضرت ابوطلحہ نے گزرتے ہوئے چلے اور دوسرے آدمی کا سامان لے لیا، اور حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی، حضرت ابو دجانہ اور حضرت ایمن بن عبید رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے جنگ کیا کرتے تھے[1]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۰۰ تحقیق ڈاکٹر مارسڈن جونس ایڈیشن آکسفورڈ

قبیلہ ہوازن کے سالار کی جانبازی

اسی طرح مورخین نے (عینی گواہوں کی روایت سے) بیان کیا ہے کہ ہوازنی فوجوں کے سالارِ عام مالک بن عوف اور اس کے قبیلے بنی نصر نے بڑی سختی، شجاعت اور ثبات کے ساتھ جنگ کی قریب تھا کہ وہ اپنے آخری آدمی تک فنا ہو جاتے اور سالارِ عام مالک بن عوف اسی وقت میدان سے پیچھے ہٹا جب اس نے دیکھا کہ اسکا اپنی ان فوجوں پر کوئی کنٹرول نہیں رہا جنہیں شکست نے اس طرح پراگندہ کر دیا تھا جیسے آندھی خشک پتوں کو پراگندہ کر دیتی ہے اور ہوازن کے ہر سپاہی کو اپنی جان بچانے کی فکر پڑی ہوئی تھی۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ بنی نصر (مالک بن عوف کی قوم) اور بنی رباب میں جو بنی نصر میں سے تھے قتل کی خوب گرم بازاری ہوئی یہاں تک کہ عبداللہ بن قیس النصری —— جو مسلمان تھا —— کہنے لگا، یا رسول اللہ بنو رباب ہلاک ہو گئے ہیں، تو آپ نے فرمایا، اے اللہ ان کی مصیبت کا ازالہ فرما۔

حضرت ابو قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حنین کے روز دو آدمیوں ایک مسلمان اور اور ایک مشرک کو جنگ کرتے دیکھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مشرک آدمی، مسلمان کے خلاف اپنے مشرک ساتھی کی مدد کرنے کا خواہاں ہے، پس میں نے اس کے پاس آ کر اس کے ہاتھ پر تلوار ماری اور اسے قطع کر دیا اور اس نے مجھے اپنے دوسرے ہاتھ کے ساتھ گلے سے پکڑ لیا اور خدا کی قسم اس نے مجھے اسوقت چھوڑا جب مجھے اس سے موت کی بو آئی اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیتا اور اگر سیلانِ خون

کے باعث وہ قریب المرگ نہ ہو گیا ہوتا تو وہ ضرور مجھے قتل کر دیتا، پس وہ گر پڑا اور میں نے اسے تلوار مار کر قتل کر دیا اور جنگ نے مجھے اس سے غافل کر دیا اور مکہ کا ایک آدمی اس کے پاس سے گزرا تو اس نے اس کا سامان لے لیا اور جب جنگ رک گئی اور ہم دشمن سے فارغ ہو گئے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی کو قتل کیا ہو اسکا سامان اسے ملے گا۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ قسم بخدا میں نے ایک سامان والے آدمی کو قتل کیا ہے اور جنگ نے مجھے اس سے غافل کر دیا ہے، مجھے معلوم نہیں کہ اسکا سامان کس نے لیا ہے؟ تو مکہ کے ایک آدمی نے کہا، یا رسول اللہ! اس نے درست بات کہی ہے اور اس مقتول کا سامان میرے پاس ہے، پس آپ اس شخص کے سامان کے بارے میں اسے مجھ سے راضی کر دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں، خدا کی قسم وہ اس سے خوش نہیں ہوگا، تو خدا کے دین کے دفاع کرنے والے شیران خدا میں سے ایک شیر کا قصد کرتا ہے اور اس کے سامان کا حصہ دار بنتا ہے، اسکے مقتول کا سامان اسے واپس کر دے، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آپ نے درست فرمایا ہے اُسکا سامان تم اسے واپس کر دے، حضرت ابو قتادہ فرماتے ہیں، میں نے اس سے سامان لے لیا اور اسے فروخت کیا اور اس کی قیمت سے میں نے چند کھجوروں کے درخت خریدے اور یہ پہلا مال تھا جسے میں نے جمع کیا[1]

حنین کے روز آسمانی معجزہ: مختلف مؤرخین نے ان معجزات

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ ص ۹۱

کے متعلق گفتگو کی ہے جن کے ذریعہ حنین کے روز اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد کی بعض ان کے ذریعہ مشرکین کے دلوں میں رُعب پیدا کر دیا۔ حنین میں شامل ہونے والے بعض صحابہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ہوازن کی شکست سے پہلے (جبکہ لوگ آپس میں جنگ کر رہے تھے) ایک سیاہ چادر سی دیکھی جو آسمان سے آئی یہاں تک کہ ہمارے اور دشمنوں کے درمیان گر پڑی۔ اور ان میں سے ایک نے بیان کیا ہے کہ

> میں نے دیکھا کہ سیاہ چیونٹیاں پھیلی ہوئی ہیں جنھوں نے وادی کو بھر دیا ہے مجھے کوئی شک نہیں کہ فرشتے تھے پھر دشمن کو شکست ہوگئی

اور ایک دوسرے آدمی کا بیان ہے کہ

> مالک بن عوف کے آدمی (جو اسکے جاسوس تھے) اس کے پاس واپس آئے اور ان کے جوڑ ڈھیلے پڑ چکے تھے، اس نے کہا، تمہارا بُرا ہو، تمہارا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہم نے ابلق گھوڑوں پر سفید آدمی دیکھے ہیں اور قسم بخدا ہم ضبط نہیں کر سکے، حتیٰ کہ ہماری وہ کیفیت ہوگئی جو تم دیکھ رہے ہو

اور انصار کے کچھ شیوخ بیان کرتے ہیں کہ

> ہم نے اس روز دیکھا کہ سیاہ چادروں کی مانند کوئی چیز آسمان سے گری ہے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ چیونٹیاں پھیلی ہوئی ہیں اور ہم انھیں اپنے کپڑوں سے جھاڑتے ہیں پس وہ اللہ کی مدد تھی جس کے ذریعے اُس نے ہماری تائید کی۔

اور حنین کے روز فرشتوں کی علامت، سُرخ عمامے تھے، جنھیں انھوں نے اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا اور حنین کے روز

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں میں جو رعب ڈالا وہ طشت پر سنگریزوں کے پڑنے کی طرح تھا اور سوید بن عامر السوائی جو اس معرکہ میں مشرکین کے ساتھ حاضر تھا، بیان کیا کرتا تھا کہ اس سے رعب کے متعلق دریافت کیا گیا تو وہ سنگریزے لے کر انھیں طشت میں ڈالتا اور وہ طن کی آواز دیتا وہ بیان کرتا تھا کہ ہمارے اندر اسی قسم کی آواز آتی تھی۔

اور مالک بن اوس بن الحدثان ان سنگریزوں کے پھینکنے کے متعلق بیان کرتا ہے جنھیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے چہروں پر پھینکا تھا، وہ بیان کرتا ہے کہ میری قوم کے متعدد آدمیوں نے جو اس معرکہ میں (مشرکوں کی طرف سے) حاضر ہوئے تھے، بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگریزوں کی یہ مٹھی پھینکی تو ہمارا ہر آدمی اپنی آنکھوں میں تنکا پڑنے کی شکایت کرنے لگا اور ہمارے دلوں میں جو دھڑکا تھا اس کی کیفیت طشت میں سنگریزے پڑنے کے مانند تھی اور یہ دھڑکا ہم سے دور نہیں ہوتا تھا اور ہم نے اس روز ابلق گھوڑوں پر سفید آدمی دیکھے جن پر سفید عمامے تھے جنھیں انھوں نے اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا وہ زمین و آسمان کے درمیان فوج در فوج تھے اور وہ کسی چیز کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے اور نہ ہی ہم ان کے رعب کے باعث ان سے جنگ کرنے کی طاقت رکھتے تھے[لہ]

معجزہ پر سہیلی کا تبصرہ

سہیلی اپنی کتاب الروض الانف جلد ۴ صفحہ ۲۱۳ تحقیق و تبصرہ عبدالرحمن الوکیل میں ان معجزات پر تبصرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ

[لہ] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۲۸، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۰۶، ۹۰۷، سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۲، طبری جلد ۳، البدایۃ والنہایۃ جلد ۴، الکامل فی التاریخ جلد ۲

حضرت جبیر بن مطعم (آپ صحابی ہیں اور اس معرکہ میں شامل تھے) بیان کرتے ہیں کہ میں نے پھیلی ہوئی چیونٹیوں کی مانند ایک چادر آسمان سے اترتے دیکھی، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ملائکہ تھے اور ابن اسحاق نے دوسرے قول کو مقدم کیا ہے کہ ——— میں نے ابلق گھوڑوں پر سفید آدمیوں کو دیکھا اور وہ فرشتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے اس ہوازنی کو دشمن کو خوفزدہ کرنے کے لئے گھوڑوں اور آدمیوں کی صورت میں دکھایا۔ اور جبیر نے انھیں پھیلی ہوئی چیونٹیوں کی صورت میں دیکھا، یہ ان کی کثرت تعداد بتانے کے لئے تھا کیونکہ چیونٹیوں کو شمار نہیں کیا جا سکتا، پھر یہ کہ چیونٹی سے قوت کی مثال بیان کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں: اقوی من النملۃ، وہ چیونٹی سے زیادہ طاقتور ہے کیونکہ وہ اپنے جسم سے کئی گنا بڑی چیز اٹھا لیتی ہے اور ایک آدمی نے ایک بادشاہ سے کہا، اللہ تعالیٰ تجھے چیونٹی کی قوت عطا کرے تو اس نے اس بات پر برا منایا، تو اس نے کہا کہ حیوانات میں چیونٹی کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں جو اپنے جسم سے زیادہ بوجھ اٹھاتی ہو، اور اس مثال کو اصبہانی نے اپنی کتاب الامثال میں اس واقعہ کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے، اور ایک قوم کو چیونٹیوں کے ذریعے ہلاک کیا گیا اور وہ جرہم تھے۔

اور دوسرے معجزے کے متعلق بیت اللہ کا دربان شیبہ بھی

(تفصیلی طریق پر) ہم سے بیان کرتا ہے وہ —— اپنے قبول اسلام کے سبب کے متعلق کہتا ہے کہ

ہمارے گذشتہ آباء و اجداد جن ضلالتوں سے وابستہ تھے میں نے انکی پابندی سے عجیب ترہات کوئی نہیں دیکھی، جب فتح کا سال تھا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور جنگ ہوازن کی طرف روانہ ہوگئے، میں نے کہا کہ میں قریش میں سے حنین میں ہوازن کی طرف جاؤں گا ممکن ہے وہ گتھ جائیں اور میں موقع پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کردوں اور میں تمام قریش کا بدلہ لینے کے لئے تیار ہوگیا، بالفاظ دیگر میں آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلا بدلہ لونگا —— کیونکہ اسکا باپ اور چچا اُحد کے روز قتل ہوگئے تھے اور ان دونوں کو حضرت حمزہؓ نے قتل کیا تھا —— اور میں کہتا تھا کہ اگر عرب عجم میں سے ایک آدمی بھی باقی نہ رہا تو بھی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرونگا، اور میں اس بات کی شدت میں بڑھتا ہی گیا، پس جب لوگ آپس میں مل جل گئے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے اُترے تو میں تلوار سونت کر ان کے قریب ہوگیا اور میں نے تلوار اٹھائی اور قریب تھا کہ میں ان پر وار کردیتا، کہ بجلی کی مانند ایک آگ کا شعلہ میری طرف بڑھا، قریب تھا کہ وہ مجھے ہلاک کردیتا، پس میں نے اسکے خوف سے اپنی آنکھوں پر اپنا ہاتھ رکھدیا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے آواز دی، اے شیبہ! میرے قریب آجا، پس میں آپکے قریب ہوگیا تو آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور تبسم فرمایا اور جو کچھ میں چاہتا تھا آپ نے معلوم کرلیا، پس آپ نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا، اے اللہ! اسے شیطان سے محفوظ رکھ، شیبہ بیان کرتا ہے کہ قسم بخدا وہی گھڑی تھی جب آپ مجھے اپنے کانوں، آنکھوں اور جان سے

بھی زیادہ محبوب ہو گئے اور جو کچھ میرے دل میں تھا اللہ نے اسے ختم کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قریب ہو اور جنگ کرو۔ پس میں آپ کے آگے آگے ایک تلوار چلاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اپنی جان ہار کر بھی آپ کو بچانا زیادہ پسند کرتا تھا، اور اگر میرا باپ زندہ ہوتا اور اس گھڑی میں میری اس سے ملاقات ہوتی تو یقیناً اس پر تلوار کا وار کرتا۔ پس میں آپ کے ساتھ رہنے والے لوگوں کے ساتھ رہا یہاں تک کہ مسلمان واپس آ گئے اور انھوں نے یکبارگی حملہ کر دیا۔ پھر میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خچر کو آپ کے قریب کیا تو آپ اس پر اچھی طرح کھڑے ہو گئے اور ان کے تعاقب میں گئے یہاں تک کہ دشمن تمام اطراف میں منتشر ہو گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جو آدمی کسی پر قابو پالے اسے قتل کر دے۔ مسلمان اتنا تعاقب کرکے انھیں قتل کرنے لگے یہاں تک کہ انھوں نے بچوں کو بھی قتل کر دیا۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں بچوں کے قتل کرنے سے روک دیا۔[۱]

معرکہ حنین میں مسلمان عورت کا کردار

اور معرکہ حنین میں مسلمان عورت کا کردار بڑا بلند تھا اور حنین کی جنگ میں انصار کی چار عورتیں شامل تھیں جو حنین کے دن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہیں جن کی سربراہ حضرت ام عمارہ تھیں جنھوں نے معرکہ احد میں مشہور کارنامے سرانجام دیے تھے۔

---

[۱] سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۳-۲۲۴۔ [۲] حضرت ام عمارہ کے حالات ہماری دوسری کتاب غزوۂ احد میں دیکھئے۔

سلیمان بن بلال نے حضرت ام عمارہ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ اس دن (یعنی حنین کے روز) لوگ ہر طرف شکست کھا رہے تھے اور میں اور چار عورتیں تھیں، میرے ہاتھ میں ایک شمشیرِ بُرّاں تھی اور حضرت اُمِّ سلیم کے پاس ایک خنجر تھا جسے انھوں نے کمر میں باندھا ہوا تھا اور ان دنوں وہ عبداللہ بن ابی طلحہ

۱؎ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ بن عبد العزیٰ بن عثمان بن عبد الدار القرشی العبدری الحجی اہلِ مکہ میں سے تھے اور ان کی کنیت ابو عثمان تھی۔ اور بعض کا قول ہے کہ ابو صفیہ تھی، اور ابو عثمان اوقص کے نام سے مشہور تھے اور ان کا باپ احد کے روز مشرکین کا علمبردار تھا اسے (مشرک ہونے کی حالت میں) حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔ شیبہ فتح مکہ کے روز بظاہر مسلمان ہوگئے مگر حنین کے روز صحیح معنوں میں مسلمان ہوئے، ابن الاثیر اسد الغابہ میں بیان کرتے ہیں کہ شیبہ بہترین مسلمانوں میں سے تھے، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اور انکے عمزاد عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ کو کلید کعبہ عطا فرمائی، اور فرمایا، اے بنی طلحہ اسے لے لو، یہ روز قیامت تک ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی، اور کوئی ظالم ہی اس کو تم سے لیگا، اور شیبہ، ان بنی شیبہ کے جد ہیں جو بیت اللہ کے حاجب ہیں اور آج تک کلید کعبہ انہی کے ہاتھوں میں ہے، اور شیبہ رواۃ حدیث میں سے ہیں، آپ نے ۳۹ھ ہجری میں لوگوں کو حج کروایا، جب حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے انصار میں اختلاف پیدا ہوگیا کیونکہ ان میں سے ہر ایک حاجیوں کا امیر بننا چاہتا تھا تو درمیانی حل کے طور پر انھیں امیر حج بنایا گیا۔ شیبہ نے ۵۹ھ میں وفات پائی۔

سے حاملہ تھیں اور حضرت اُمِ سلیط[1] اور حضرت ام الحارث[2] تھیں۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام عمارہ خنجر لہرا کر انصار کو آواز دینے لگیں (مسلمانوں کی شکست کے وقت) یہ کیا دستور ہے؟ تم کیوں بھاگتے ہو۔ حضرت ام عمارہ بیان کرتی ہیں کہ میں ہوازن کے ایک آدمی کی طرف دیکھ رہی تھی جو خاکستری رنگ کے اونٹ پر سوار تھا اور اسکے پاس جھنڈا بھی تھا وہ اپنے اونٹ کو مسلمانوں کے پیچھے دوڑا رہا تھا۔ پس میں نے اسے روکا۔ اور میں اونٹ کی کونچوں پر مارنے لگی اور وہ اپنے سُرین کے بل گرا۔ اور میں نے آدمی پر بھی حملہ کیا اور میں مسلسل اس پر وار کرتی رہی یہاں تک کہ میں نے اسے ٹھکانے لگا دیا اور میں نے اس کی تلوار لے لی اور اونٹ کو خس بخر کرکے چھوڑ دیا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ میں تلوار سونتے کھڑے تھے جسکے نیام کو آپ نے پھینک دیا تھا اور آپ آواز دے رہے تھے کہ اے اصحاب سورہ بقرہ۔

راوی بیان کرتا ہے کہ مسلمانوں نے پلٹ کر حملہ کیا اور وہ کہنے لگے اے بنی عبدالرحمٰن! اے بنی عبیداللہ! اے اللہ کے سوارو! اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سواروں کا نام اللہ کے سوار رکھا تھا اور آپ نے

---

[1] حضرت ام سلیط کے متعلق اسد الغابہ میں بیان ہوا ہے کہ آپ بیعت کنندہ عورتوں میں سے تھیں اور اُحد کے روز حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئی تھیں۔ حضرت عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ آپ اُحد کے روز ہمارے لئے مشکیزے اٹھا کر لاتی تھیں۔

[2] حضرت ام الحارث: عمارہ بن حزم کی والدہ ہیں۔ ابن عبدالبر کے قول کے مطابق آپ خزرجی انصار میں سے تھیں۔

مہاجرین کا شعار تھا یا بنی عبدالرحمٰن، اور اوس کا شعار تھا یا بنی عبیداللہ مقرر کیا۔ پس انصار نے پلٹ کر حملہ کیا اور جب ان میں دشمن جنگ کا شعلہ کا سراغ دیکھ لیا صبح ہوتے کے دودھ کی طرح کھڑے ہو گئے اور خدا کی قسم میں نے ایسی شکست کبھی نہیں دیکھی، وہ ایک جانب چلے گئے اور میرے دو بیٹے زید کے بیٹوں حبیب اور عبداللہ تو ـــــ شکستیں پا کے تھے کہ پایا کے ساتھ میرے پاس ہوئے اور میں غصے کے ساتھ ان کے لئے کھڑا ہو گیا اور ان میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو قیدی بنا کر لے گئے اور میں نے بنی مازن میں ان جیسا کبھی تبدیلی دیکھے، وہ مسلمان اپنی شکست کے تھا ... گئے پھر اس کے بعد واپس آئے اور لوٹے اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو حصہ لگایا۔[لہ]

ایک عورت کا شکست خوردہ مسلمانوں کے قتل کا مطالبہ کرنا

اور یہ عجیب بات ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے کے جوش اور شکست خوردہ مسلمانوں پر ناراضگی کے غرض سے ہزیمت کے وقت ثابت قدم رہنے والی عورتوں میں سے ایک کو (حضرت ام سلیم بنت ملحان) نے اس حد تک پہنچا دیا کہ اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ حنین کے روز پیٹھ پھیر کر بھاگ جانے والے اصحاب کے متعلق قتل کا حکم نافذ کریں۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ یہ حضرت ام سلیم ـــــ اپنے خاوند ابوطلحہ

لہ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۰۵، ۹۰۶ -

کے ساتھ تھیں اور اپنے بیٹے عبداللہ سے حاملہ تھیں اور اپنی کمر کسے ہوئے تھیں اور ابو طلحہ کا اونٹ ان کے پاس تھا۔ انھیں خدشہ ہوا کہ وہ ان پر غالب آجائے گا۔ میں آپ نے اسکے سر کو اپنے قریب کیا اور اس کی مہار کے اس چھلے میں اپنا ہاتھ ڈال دیا جو اسکی ناک میں پڑا تھا۔ آپ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ام سلیم! انھوں نے جواب دیا! ہاں یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جو آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ آپکو ان پر قابو دے تو انھیں معاف نہ کرنا اور انھیں اس طرح قتل کرنا جیسے آپ مشرکین کو قتل کر رہے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو لوگ آپ کو چھوڑ گئے ہیں آپ انھیں اسی طرح قتل کریں جیسے آپ ان لوگوں کو قتل کر رہے ہیں جو آپ سے جنگ کر رہے ہیں اور بلاشبہ وہ اسی کے اہل ہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلیم! قد کفی اللہ ... اللہ کافی ہوگیا، اور خدا تعالیٰ کی بخشش وسیع تر ہے۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں، حضرت ام سلیم کے پاس ایک خنجر تھا اور ابو طلحہ نے آپ سے کہا: اے ام سلیم تمہارے پاس یہ کیسا خنجر ہے؟ آپ نے جواب دیا، میں نے اس سے خنجر رکھا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب ہوا تو میں اسکا پیٹ پھاڑ دوں گی۔

راوی بیان کرتا ہے کہ ابو طلحہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ وہ بات نہیں سن رہے جو یہ چندھی آنکھوں والی کہہ رہی ہے[1]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۸۸ – ۸۹، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۰۲، ۹۰۴ سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۲ –

اسی طرح ایک دوسری عورت نے بھی شکست خوردہ مسلمانوں کے قتل کا مطالبہ کیا، اور وہ اُم الحارث انصاریہ تھیں۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ حضرت ام الحارث انصاریہ نے اپنے خاوند ابو الحارث کے اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور اس کے اونٹ کا نام الجمار تھا۔ آپ نے کہا، اے حارث! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑتا ہے پس آپ نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور لوگ شکست کھا کر بھاگ رہے تھے اور آپ اونٹ سے الگ نہ ہوئی تھیں۔

حضرت ام الحارث بیان کرتی ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب میرے پاس سے گزرے (یہ بھی ثابت قدم لوگوں میں شامل تھے) تو حضرت ام الحارث نے کہا، عمر یہ کیا ہے؟

حضرت عمر نے جواب دیا، امر الٰہی ہے، اور حضرت ام الحارث کہنے لگیں، یا رسول اللہ! جو میرے اونٹ سے آگے اسے قتل کر دیجئے۔ خدا کی قسم! آپ نے دیکھا کہ ان لوگوں نے یعنی بنی سلیم اور اہل مکہ جنہوں نے لوگوں کے ساتھ شکست کھائی تھی آج ہمارے ساتھ کیا کیا ہے۔[1]

فوج سے بھاگنے والوں کے متعلق حکم

اسلامی قانون کے ماہرین نے حنین کے روز فرار اختیار کرنے اور شکست کھانے والے مسلمانوں کے مسئلہ کے متعلق گفتگو کی ہے اور ان کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ کے روز فرار اختیار کرنے کو حرام قرار دیا ہے، یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ ....

---

[1] الواقدی جلد ۳ ص ۹۰۲ تحقیق ڈاکٹر مارسڈن جونس ایڈیشن آکسفورڈ

……

……

…… جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ[1]

ترجمہ: اے مومنو! جب تم کفار سے فوج کی ملاقات کرو تو انھیں پیٹھ نہ دو، اور جو اس دن سوائے جنگ کیلئے ایک طرف ہونے یا جماعت کی طرف جگہ پکڑنے کے، اپنی پشت پھیرے تو وہ غضب الٰہی لے کر لوٹا اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس امر پر اجماع نہیں ہوا کہ بدر کے سوا فوج سے بھاگنا کبائر میں سے ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے حنین کے روز فرار اختیار کرنے والوں کو بخش دیا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے احد کے روز فرار اختیار کرنے والوں کو بخش دیا جیسا کہ قرآن کریم میں واضح طور پہ بیان ہوا ہے، سہیلی بیان کرتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے کیسے فرار کیا جبکہ فوج سے بھاگنا کبائر میں سے ہے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے وعید نازل کی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ بدر کے سوا علماء نے فرار کے کبائر میں سے ہونے پر اتفاق نہیں کیا، اور یہی قول حسن اور حضرت عبداللہ بن عمر کے غلام نافع کا ہے اور قرآن کریم کی ظاہری عبارت بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ ـــ اور جو اس دن اپنی پشت پھیرے ـــ

---

[1] سورۂ انفال ۱۵، ۱۶

پس یوم حنین میں یوم بدر کی طرف اشارہ ہے پھر بعد ازاں یوم احد کے فراریوں کے متعلق تحقیق نازل ہوئی اور وہ یہ قولِ الٰہی ہے کہ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ ـــــ اور اللہ نے انھیں معاف فرما دیا ہے، اور حنین کے روز بھی یہی ہوا ـــــ وَیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ ..... الیٰ قولہٖ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ـــــ اور ابن سلام کی تفسیر میں ہے کہ بدر کے روز فرار اختیار کرنا کبائر میں سے تھا، اور اسی طرح رومیوں کی عظیم جنگ، اور دجال کے وقت بھی فرار کرنا، کبائر میں سے ہوگا، پھر یہ کہ آپ کو چھوڑنے والے لوگ اسی وقت واپس آگئے اور انھوں نے آپ کے ساتھ ہو کر جنگ کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر فتح عطا فرمائی[1]

ان مسلمانوں کی گفتگو جن کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا تھا

اور حنین کے روز مسلمانوں کی شکست کے وقت زعمائے قریش میں سے مسلمان ہونے والے لوگوں نے جن کے دلوں میں ابھی تک ایمان داخل نہیں ہوا تھا گفتگو کی اور شکست پر ان کے چہروں کی شکنیں کھل گئیں اور انھوں نے ایسی باتیں کیں جو اس بات پر دلالت کرتی تھیں کہ انھیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی محبت نہیں، لیکن بعد میں وہ سب کے سب بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے اور وہ بہترین صحابہ میں سے تھے اور انھوں نے شکست کے وقت حنین کے روز جو بات کی تھی وہ صرف اس وجہ سے تھی کہ وہ نئے نئے اسلام لائے تھے اور ان کے اسلام لانے پر ابھی (مکہ میں شکست کھانے کے بعد)

---

[1] الروض الانف تحقیق و تبصرہ عبدالرحمٰن وکیل رحمہ اللہ جلد ۷ صفحہ ۲۰۸

دس دن بھی نہیں گزرے تھے اور ابھی ان کے دلوں میں اسلام جاگزیں نہیں ہوا تھا . . . . ان میں سے ابوسفیان بن حرب اور سہیل بن عمرو بھی تھے اور ابوسفیان بن حرب نے کہا ،

ان کی شکست سمندر تک ختم ہوگی ،

اور ایک صادق الایمان اور صحیح الاسلام آدمی نے جس کا نام ابو مغیث تھا ، ابوسفیان کی یہ بات سن کر اسے کہا ،

(خدا کی قسم اگر میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے تیرے قتل کی ممانعت کو نہ سنا ہوتا تو میں ضرور تجھے قتل کر دیتا)

اور صفوان بن امیہ کے ماں جائے بھائی کلدہ بن حنبل نے بلند آواز سے کہا . . . جو مکہ کے سیاہ فام لوگوں میں سے ایک تھا . . . . . .

آگاہ رہو جادو بیکار ہو گیا ہے ،

تو صفوان نے (جو ایک دانشمند اور دور اندیش آدمی تھا) اسے کہا ، اللہ تیرا منہ بند کرے خاموش رہ ، قریش کے کسی آدمی کا مجھ پر حکومت کرنا ، مجھے ہوازن کے کسی آدمی کے حکومت کرنے سے زیادہ محبوب ہے ۔

اور صفوان بن امیہ نے ناپسندیدگی کا یہ قول شرک پر قائم ہوتے ہوئے کہا اور وہ حنین کے روز مسلمانوں کے ساتھ تھا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد صفوان کو چار ماہ کی مہلت دی تھی جس میں وہ اپنے شرک پر قائم رہا پھر الجعرانہ میں مسلمان ہو گیا جبکہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس آ رہے تھے ۔

اور سہیل بن عمرو نے کہا (جو بعد میں بہترین صحابہ میں سے تھا) ـــــ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب شکست کی مصیبت کو روک نہیں سکیں گے۔ اور عکرمہ بن ابوجہل ان لوگوں میں شامل تھا جن کے دلوں میں ایمان راسخ ہو چکا تھا اور وہ اپنی موجودگی میں ان کلمات شماتت کو سُن رہا تھا اس نے ان خوش ہونے والوں سے کہا۔

یہ کوئی بات نہیں۔ امر اللہ کے ہاتھ میں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر حاصل نہیں۔ اگر وہ مغلوب ہو گئے ہیں تو کل انھیں غلبہ حاصل ہوگا

تو سہیل بن عمرو نے اُسے کہا، تو نیا نیا مسلمان ہوا ہے، تو عکرمہ نے جواب دیا۔

اے ابو یزید، ہم خواہ مخواہ دوڑ لگا رہے ہیں، ہماری عقلیں، ہماری عقلیں ہیں، ہم پتھر کی پرستش کرتے رہے ہیں جو نہ نفع دے سکتا ہو نہ نقصان۔[1]

ہوازن کو کیسے شکست ہوئی جب شکست کے بعد مسلمان واپس آگئے تو انھوں نے جنگ میں جان کی بازی لگا دی اور مشرکین کو زبردست نقصان پہنچایا اور شکست سے واپسی کے بعد تو بعض صحابہ کی کیفیت بگولے کی سی ہو گئی اور دشمنوں میں سے جو ان کے سامنے کھڑا ہوتا تھا وہ انھیں تباہ کر دیتے تھے ان لوگوں میں سے ایک ابوطلحہ انصاری بھی تھے (جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والوں میں شامل تھے) انھوں نے اکیلے ہی ہوازن کے بیس مشرکوں کو قتل کیا اور ان کا سامان غنیمت میں حاصل کیا۔[2]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۱۰ [2] مغازی الواقدی جلد ۳

گھڑسواروں کے سالار حضرت خالد بن ولید کا زخمی ہونا

شکست سے واپسی کے وقت پشت سے مسلمانوں کو قتل ہونے اور خطرناک زخموں کے لگنے کا سامنا کرنا پڑا (اور یہ جنگ کا طریق ہے)

اور جن لوگوں کو معرکہ حنین میں خطرناک زخم آئے ان میں گھڑسواروں کے سالار حضرت خالد بن ولید بھی تھے جن کا بہت سا خون بہہ گیا تھا، اور انھوں نے بکثرت خون بہہ جانے سے ضعف کی وجہ سے اپنے کجاوے سے ٹیک لگالی اور صحابہ میں سے عینی گواہوں نے بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالے نے کفار کو شکست دیدی اور مسلمان اپنی قیام گاہوں میں واپس آگئے تو اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں گھومتے پھرتے ہوئے فرماتے تھے کہ

مجھے خالد بن ولید کی قیامگاہ کے متعلق کون پتہ دیگا؟

یہاں تک کہ آپ کو اس کا پتہ مل گیا، آپ نے دیکھا کہ وہ اپنے کجاوے کے پچھلے حصہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے ہیں کیونکہ آپ کو سخت زخم آیا تھا، پس حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے زخم میں لعاب دہن لگایا تو آپ تندرست ہوگئے[1] اس طرح فریقین کے سخت شمشیر زنی کرنے اور زبردست جنگ کرنے اور جنگ میں ثابت قدمی دکھانے کے بعد ہوازن کو شکست ہوئی حالانکہ قبل ازیں انھیں فتح حاصل ہوئی تھی اور قریب تھا کہ ان کی فوج کے ہراول دستے مکہ پہنچ جائیں اور جیش نبوی نے ان خوفناک

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۲۳۸

شکست کے بعد ایسی فتح حاصل کی (عسکری نقطۂ نگاہ سے) کہ مسلمانوں نے عہدِ نبوی کے طویل دور میں ایسی فتح حاصل نہ کی تھی۔ مسلمانوں کے سامنے ہوازن کے بیس ہزار جانباز شکست کھا چکے تھے جبکہ مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار سے زیادہ نہ تھی جن میں مکہ کے وہ دو ہزار آدمی بھی شامل تھے جن کے اسلام میں دخول پر دس دن سے بھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔

اور مشرکین ہوازن نے معرکہ حنین میں سیکڑوں مقتولین کو کھو دیا اور چھ ہزار کے قریب آدمی مسلمانوں کی قید میں آگئے اور اسی طرح مسلمانوں نے ہوازن سے اس قدر غنیمت حاصل کی کہ عہد نبوی کے کسی معرکے میں انھیں اس کثرت سے غنیمت حاصل نہ ہوئی تھی۔ جیشِ نبوی نے حنین کے روز ۲۴ ہزار اونٹ غنیمت میں حاصل کئے جو اس دور میں عربوں کی گراں قدر متاع تھی۔ اسی طرح مسلمانوں نے چالیس ہزار بکریاں غنیمت میں حاصل کیں اور کئی لاکھ چاندی کے اوقیے[1] حاصل کئے۔

اور ہوازنی افواج میں سے جن لوگوں کے لئے نجات مقدر تھی ان پر رعب چھا گیا اور انھوں نے فرار کی پناہ لی اور ان فراریوں کا سرخیل ان کا بادشاہ اور سالار مالک بن عوف نصری تھا۔ بس وادیوں اور گھاٹیوں نے انھیں نگل لیا اور وہ پراگندہ ہو کر اپنی عورتوں، بچوں اور اموال کو مسلمانوں کے لئے غنیمت بنا کر چھوڑ کر بھاگ رہے تھے اور ان میں سے ہر ایک کو اپنی بچانے کی پڑی ہوئی تھی۔

---

[1] اوقیہ: نصف رطل کا چھٹا حصہ جو چوتھائی چھٹانک ہوتا ہے۔ مترجم

اور یہ ایک سخت غم انگیز مصیبت تھی جو ہوازن پر نازل ہوئی اور جزیرہ کے کسی عرب قبیلے پر اس قسم کی مصیبت نازل نہیں ہوئی تھی اور یہ وہ غم انگیز مصیبت تھی جس سے قبل ازیں مشہور تجربہ کار جانباز درید بن الصمۃ ہوازنی نے انتباہ کیا تھا اور ہوازن کے نوجوان بادشاہ اور سالار مالک بن عوف سے اپیل کی تھی کہ وہ اپنے اہل اور خاندان کو اس مصیبت میں جھونک اس نے معرکہ سے قبل وادی اوطاس میں اسے مشورہ دیا کہ وہ عورتوں ، بچوں اور اموال کو بلاد ہوازن کے بالائی مقامات کی طرف واپس لیجانے کا حکم دے اور گھوڑوں کی پشتوں پر سوار ہو کر مسلمانوں سے بھڑے لیکن مالک نے درید کی بات نہ مانی ، پس وہ شکست اور سخت غم انگیز اور تباہ کن مصیبت جس کے وقوع سے درید نے مالک کو انتباہ کیا تھا وقوع پذیر ہوگئی اور یہ بھی گردش تقدیر کی بات ہے کہ درید بن الصمۃ بھی اپنی موت سے دوچار ہوا اور حنین کے روز ایک سو ساٹھ سال کی عمر میں مشرک ہونے کی حالت میں قتل ہوا اور مالک باقی رہ گیا اور اسلام لایا اور بہت اچھا مسلمان ہوا اور ثقیف کے مشرکوں اور اپنے بلاد کے دیگر پڑوسیوں پر قہر کی تلوار ثابت ہوا ۔

اور عینی گواہوں نے آغاز کار مشرکین کے غالب آ جانے پھر شکست کھانے اور اس رعب کے متعلق بیان کیا ہے جو شکست کے بعد میدان کارزار کی طرف مسلمانوں کے پلٹنے کے بعد ان پر نازل ہوا تھا ،

عمرو بن زہیر اعرج عن عبداللہ العبسی نے ان لوگوں سے روایت کیا ہے جنہوں نے اسے بتایا ، وہ ربیعہ سے بیان کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ مجھے ہماری قوم کی ایک جماعت نے جو اس دن وہاں موجود تھے بتایا ، وہ بیان کرتے ہیں کہ

ہم نے مسلمانوں سے ملتے ہی تنگ نہیں میں [illegible] تھکائی پھر ہم نے ان پر ایک حملہ کیا کہ ہم ان کے کندھوں پر سوار ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم سپیدی مائل سفید خچر والے کے پاس آئے (جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے) اور اس کے اردگرد خوب صورت چہرے والے سفید آدمی تھے انہوں نے کہا: چہرے قبیح ہو گئے لوٹ جاؤ، پس ہم شکست کھا گئے اور مسلمان ہمارے کندھوں پر سوار ہو گئے اور یہی شکست ہوئی۔ اور ہم اپنے پیچھے التفات کرنے لگے! ہم انہیں سامنے آپ کو تلاش کرتے دیکھتے رہے۔ پس ہماری جماعت ہر طرف بکھر گئی، اور کچھ بھی ہمیں ہلاک نہ کر سکا، یہاں تک کہ ہم اپنے بلاد کے بالائی علاقوں میں پہنچ گئے۔ پس اگر کوئی ہم سے بات بیان ہوتی ہے تو ہم اسے اس رعب کی وجہ سے جھٹلا نہیں سکتے جو ہم پر طاری تھا جسے اللہ نے اسلام کو ہمارے دلوں میں ڈال دیا[1]

ثقیف اور ان کے سالار کا قتل

ثقیف ہوازن کے حلیفوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اور ثقیف بھی حنین کے معرکہ میں تھے

ان کا جھنڈا قارب بن الاسود کے پاس تھا اور ہوازن میں قتل کی خوب گرم بازاری ہوئی۔ اور ثقیف میں سے بنو مالک اور ان کے علمبردار قارب بن الاسود بن مسعود نے ثابت قدمی دکھائی۔ واقدی کے بیان کے مطابق جب وہ شکست کھا گئے تو اس نے اپنا ایک جھنڈا ایک درخت کے ساتھ لٹکا دیا اور وہ اور ان کے حلیف فرار ہو کر بھاگ گئے اور ان میں سے بنی غیرہ کے دو آدمیوں وہب اور [الجلاح] کے سوا اور کوئی آدمی قتل نہیں ہوا۔ اور اس روز بھی آل ثقیف کا سردار بھی قتل ہوا۔ ہاں ابن ہشام کے آدمی بچ گئے، وہ بیان کرتے ہیں کہ بنی ثقیف کا جھنڈا ذوالخمار کے پاس تھا پس جب ان کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور اس نے ثقیف کے مقتولین کا منظر دیکھا تو اس نے دیکھا کہ بنی مالک میں سے ان کے جھنڈے کے نیچے ایک سو کے قریب آدمی

حاشیہ [1] دیکھئے صفحہ ۲۰۳ پر سلسلہ نمبر (ن)

قتل ہوئے ہیں جن میں عثمان بن عبداللہ قرشی بھی تھا پس اس نے اُن کے ساتھ مل کر پوری جنگ کی۔ اور وہ ہوازن اور ثقیف کو جنگ پر برانگیختہ کرتے ہوئے قتل ہو گیا۔ اور الجلاح بنی ہنیدہ کا ایک جوان تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنیدہ کے بارے میں فرمایا۔ یہ نوجوان ہنیدہ کا سردار ہے۔ پس جب عثمان بن عبداللہ قتل ہوا۔ اور جب آپ کو اس کے قتل کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا " اللہ اسے ہلاک کرے وہ قریش سے بغض رکھتا تھا۔ اور اس وقت ثقیف کا جھنڈا ذوالخمار کے پاس تھا جس کا نام عوف بن ربیع تھا پس جب وہ قتل ہو گیا تو جھنڈے کو عثمان بن عبداللہ نے پکڑ لیا اور قتل ہونے تک جنگ کرتا رہا۔

مورخین بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص جس سے الجلاح مقتول پیدا ہوا تھا۔ جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ نوجوان ہنیدہ کا سردار ہے ہنیدہ ابن زبیر کی ایک عورت تھی جو تمام عرب میں پہلی ہوئی تھی اور ایک لونڈی کی جس عادت نے ہنیدہ کے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا۔ اور حضرت عمر بن الخطاب نے اپنی خلافت کے زمانے میں اس سے فرمایا:

کیا تجھے بہت خوشی ہوتی ہے کہ عامر بن طفیل اور علقمہ بن علاثہ کے اونٹ تیرے کی جگہ ہوتے۔ اس نے کہا یا امیر المومنین میں چاہتا ہوں کہ یہ بات ایسے ہی ہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "کاش کہ میری ماں ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس کی کوکھ سے مجھے وہ بچہ دیتا۔ جو اس نے تجھے دیا ہے اور وہ اپنی ماں کے لحاظ سے نیک تر لوگوں میں سے تھا۔ وہ اُن کے ساتھ کھانا کھاتی تھی۔ اور وہی اُن کے بستر پر سوتی اور خدمت کرتا تھا۔

اور ثقیف کے مسلمان ہونے والے اشیاخ نے بیان کیا ہے اور وہ معرکۂ حنین میں شامل تھے۔ اور انہوں نے شکست خوردہ لوگوں کے ساتھ شکست کھائی اور طائف

سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۴۲ ... تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۶۶۱ مغازی الواقدی جلد ۲ صفحہ

پہنچ گئے اور سب قلعے میں داخل ہو گئے اور رعب کے باعث لرزہ براندام تھے اور یہ بات
کرتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسلسل ہماری تلاش جاری رکھے — ہمارے
خیال کے مطابق —— اور ہم بہت گھبرائے ہوئے تھے، اور ہمارا آخری شکست
کے رعب سے قلعہ طائف کے اندر داخل ہو کر بھی یہ خیال کرتا تھا کہ آپ ابھی سے
پیچھے لگے ہوئے ہیں[1]

اور ثقیف کا سردار عثمان بن عبداللہ، عبداللہ بن ابی امیہ کے ہاتھوں قتل
ہوا۔ اور جب یہ اطلاع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ
عبداللہ بن ابی امیہ پر رحم فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے عثمان بن عبداللہ بن ربیعہ کو تباہ
کر دیا ہے، وہ قریش سے بغض رکھتا تھا۔ اور جب عبداللہ بن ابی امیہ کو یہ اطلاع ملی کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے رحمت کی دعا کی ہے تو اس نے کہا مجھے امید ہے کہ
اللہ تعالیٰ میرے اس کام میں مجھے شہادت سے سرفراز فرمائے گا۔ پس وہ طائف کے محاصرہ
میں مقتول ہوئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اگر جبار کا چہرہ چھپا نہ ہوتا تو آج میں سواروں کو دکھا دیتا[2]

اور امام احمد نے العلاء بن زیاد العدوی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا
"اے ابو حمزہ کیا تو نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو کر جنگ کی؟"
اس نے جواب دیا ہاں میں نے حنین کے دن آپ کے ساتھ مل کر جنگ کی تھی پس مشرکین
صبح کو نکلے اور انہوں نے ہم پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ ہم نے اپنے سواروں کو اپنی پشتوں کے
پیچھے دیکھا اور مشرکین میں ایک آدمی تھا جو ہم پر حملہ کرتا اور ہمیں تباہ و برباد کر دیتا تھا۔
پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ اترے اور اللہ تعالیٰ

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۲۸ تحقیق ڈاکٹر مارسڈن جونس ایڈیشن آکسفورڈ

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۳۰

نے انہیں شکست دی اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کو دیکھا تو لوٹ گئے۔ اور آپ کے پاس قیدی ایک ایک کرکے لائے گئے پس انہوں نے اسلام پر بیعت کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک آدمی نے کہا میرے ذمے ایک نذر ہے کہ اگر اسکو جو آج بھی تمام دن بار بار کرتا رہا تھا لایا گیا تو میں ضرور اسے قتل کر دوں گا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکست فرمایا اس آدمی کو لایا گیا اور جب اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اس نے کہا یا نبی اللہ میں نے اللہ کے حضور توبہ کی ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بیعت لینے سے رک گئے تاکہ دوسرا اپنی نذر پوری کرے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھنے لگا۔ تاکہ آپ اسے اس کے قتل کرنے کا حکم دیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ڈر گئے پس جب اس نے دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں کرتے تو اس نے آپ کی بیعت کر لی اور کہنے لگا۔ "یا نبی اللہ میری نذر" آپ نے فرمایا "میں آج صرف اسی لئے رکا تھا کہ تو اپنی نذر پوری کرے۔ اس نے کہا "یا رسول اللہ آپ نے مجھے اشارہ کیوں نہیں کیا؟" آپ نے فرمایا "نبی کی یہ شان نہیں ہوتی کہ وہ اشارہ کرے"[1]

اور بیہقی نے شعبی سے اور اس نے حارث بن بدل نصری سے بیان کیا۔ جو اپنی قوم کے ایک آدمی سے جو حنین کی جنگ میں شامل تھا۔ اور عمرو بن سفیان ثقفی سے روایت کی ہے۔ وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ مسلمان حنین کے روز شکست کھا گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عباس اور حضرت ابوسفیان بن حارث باقی رہ گئے راوی بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگریزوں کی ایک مٹھی لی اور ان کے چہروں پر دے مارا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ہم شکست کھا گئے اور یہ بات ہمارے تصور میں بھی نہ حتی کہ ہر پتھر یا درخت پر سوار ہماری تلاش میں ہے۔ ثقفی بیان کرتا ہے کہ میں اپنے گھوڑے کی پشت پر بیٹھا اور طائف میں داخل ہو گیا[2]

---

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ صفحہ ۳۲۱ [2] البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ صفحہ ۳۳۲

فصل پنجم

○ —— فتح کے بعد تعاقب

○ —— ہوازن کے بادشاہ اور سالار لشکر کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچ نکلنا

○ —— ہوازن کے شاعر اور معمر شہسوار درید بن الصمۃ کا قتل

○ —— طائف کا محاصرہ

○ —— محاصرے کی ناکامی

○ —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف کے محاصرے کو توڑنا اور جعرانہ کی طرف واپس آنا۔

○ —— مسلمانوں میں بے شمار غنائم کی تقسیم

○ —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤلفۃ القلوب کو سینکڑوں اونٹ عطا کرنا۔

○ —— ان عطیات کے بارے میں انصار کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہونا۔

○ —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوازن کے ۶ ہزار قیدیوں کو آزاد کرنا

○ —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج کی مدینہ کو واپسی۔

○ —— ثقیف کا اپنی مرضی سے اسلام قبول کرنا

○ —— حجاز میں بت پرستی کے مظاہرے کے آخری مظہر کا خاتمہ

ہوازن کے شکست خوردہ لوگوں کا تعاقب

حنین میں ہوازن کے مشرکین پر مسلمانوں کی زبردست فتح کی تکمیل کے بعد رسالہ۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے سالاروں کو مشرکین کے تعاقب

کرنے اور جس طرف بھی وہ جائیں ان کی تلاش کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ [illegible] اپنی شکست خوردہ فوجوں کو جمع نہ کرسکیں اور نہ ہی ان کو منظم کرسکیں۔ تب اسلامی فوج کی تمام ٹولیاں رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں ہوازن کا تعاقب کرنے لگیں۔ اور جیش نبوی کی تمام ٹولیاں مسلسل تعاقب میں لگی رہیں حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں ان کا تعاقب کرتے ہوئے طائف پہنچ گئیں جہاں ثقیف قلعہ بند ہو گئے تھے جو ہوازن کا ایک اہم بازو تھے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کے اس بازو کا محاصرہ کر لیا۔ جیسا کہ اس بحث میں عنقریب اس کی تفصیل بیان ہوگی۔ انشاء اللہ

معمر شہسوار درید بن الصمہ کا قتل

جس وقت جیش اسلامی تمام ہوازن کا تعاقب کر رہا تھا تو اسی دوران ایک مسلمان سپاہی نے ہوازن کے سردار اور معمر شہسوار درید بن الصمہ[1] کو قتل کر دیا جس کی عمر ایک سو ساٹھ سال تھی۔ یہی درید بن الصمہ ہے جس نے ہوازن کے بادشاہ اور سالار مالک بن عوف نصری سے اس وقت معارضہ کیا تھا جب وہ فوج کے ساتھ ان کی عورتوں بچوں مویشیوں اور تمام اموال کو وادی حنین میں ہانک لایا تھا لیکن مالک نے اس کی بات نہ مانی اور ہوازن کے تمام اموال مویشی اور بچے اسلامی فوج کے ہاتھوں میں غنیمت بن کر رہ گئے اور اسی بات سے درید نے مالک کو متنبہ کیا تھا کہ ہوا وہی بات درپیش ہوئی۔

---

[1] درید بن الصمہ جشم بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان سے متعلق اس کی کنیت (ابو قرہ) تھی اور ہوازن اسی منصور کا بھائی ہے۔ اور درید جشم کے قبیلے غزیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ درید کی ماں ریحانہ بنت معدیکرب تھی۔ جو عمرو بن معدیکرب کی بہن تھی اس بنا پر عمرو اس کا ماموں تھا۔ ابن قتیبہ کی کتاب الشعر والشعراء جلد ۲ صفحہ ۷۵۰ پر درید کے حالات اسی طرح بیان ہوئے ہیں اور درید جاہلیت کے مشہور بہادروں اور صاحب الرائے لوگوں میں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۷ پر)

[illegible]

دُرید بن صمہ (۲۰۹) [illegible] کے مشہور [illegible] یہ شعر بھی ہیں۔

میں نے [illegible] پر [illegible] چاہت کے [illegible]

جلا اور جب انہوں نے میری بات نہ مانی تو میں بھی [illegible] اور میں اُن کی گمراہی کو دیکھ رہا تھا۔ اور میں بھی کوئی [illegible] نہیں [illegible] اور میں [illegible] ایک [illegible] ہوں اگر [illegible] گمراہ ہو تو میں بھی گمراہ ہو جاؤں گا۔ اور اگر [illegible] راہ اختیار کرے تو میں بھی [illegible] اختیار کر لوں گا۔

انہوں نے ایک [illegible] کہا [illegible] ایک [illegible] ہلاک کر دیا [illegible] کیا [illegible] ہے [illegible] میں اس کے پاس آیا تو [illegible] [illegible] ہے۔ اور میں نے [illegible] [illegible] آدمی کی طرح [illegible] [illegible] کرتا ہے۔ [illegible] [illegible] تھا۔ [illegible] [illegible] تھا۔ [illegible] [illegible] [illegible] تھا۔ [illegible] [illegible] میرے دل کو [illegible] ہے اور [illegible] [illegible] تھا۔ [illegible] نے [illegible]

[illegible] کی۔ اور [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] تھا۔ [illegible]

سے نہیں بیٹھ سکتے تھے وغیرہ —— درید بن الصمہ بڑھاپے سے اپاہج ہو چکا تھا لیکن جنگی مہم میں شامل ہونا اسے اونٹ کے کجاوے میں بٹھا کر لایا گیا کیونکہ وہ عمر زیادہ کے باعث جنگ کے لئے چلنے پھرنے کی سکت نہیں رکھتا تھا اور شکست نے ہوازن کو منتشر کر دیا تو وہاں کوئی ایسا آدمی نہ تھا جو عمر رسیدہ درید بن الصمہ کی دیکھ بھال کرتا پس اسے کجاوے میں چھوڑ دیا گیا۔ اور اونٹ اسے کجاوے سمیت، پھر رہا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک نوجوان صحابی ربیعہ بن رفیع بن اہبان بن ثعلبہ نے چپکے سے اسے دیکھا تو اس نے اس کے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور وہ اسے عورت خیال کرتا تھا، اس لئے کہ وہ کجاوے میں تھا۔ پس نوجوان نے اسے بٹھایا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک سو سالہ بوڑھا ہے۔ اور نوجوان درید کو معلوم نہ تھا کہ یہ مشہور شہسوار درید بن الصمہ ہے۔ جب کمسن نوجوان نے کہا مجھے اس کے سوا کسی ایسے آدمی کی ضرورت نہیں کہ اس جیسا دین رکھتا ہو۔ درید نے اسے کہا " تو کون ہے؟

نوجوان نے کہا " میں ربیعہ بن رفیع سلمی ہوں۔ پھر اس نے اسے تلوار ماری مگر کمسن نوجوان کی تلوار نے اس پر کچھ اثر نہ کیا" درید نے کہا " تیری ماں نے تجھے بہت برے ہتھیار سے مسلح کیا ہے" کجاوے کے پیچھے سے میری تلوار لے اور اس سے مار کر" اور ہڈیوں سے نیچا اور دماغ سے اونچی کر" دیکھ میں اسی طرح جوانوں پر تلوار کا وار کیا کرتا تھا" پھر جب تو اپنی ماں کے پاس جائے تو اسے بتانا کہ تو نے درید بن الصمہ کو قتل کیا ہے" کتنے ہی ایسے دن ہیں جن میں نے تمہاری عورتوں کو بچایا تھا کہتے ہیں کہ جب ربیعہ نے درید پر وار کیا تو اس کے دونوں رانوں کے اندر کی جلد کے حصے جو گھوڑوں پر سواری کی وجہ سے کاغذات کی طرح پھٹے تھے موت کے لئے ننگے ہو گئے۔ پس جب ربیعہ نے اپنی ماں کے پاس واپس جا کر اسے درید کے قتل کے متعلق بتایا تو اس نے کہا " قسم بخدا" اس نے تیری تین ماؤں کو ایک ہی دن میں تین بار آزاد کیا تھا اور تیرے باپ کی پیشانی کے بالوں کو کاٹا تھا۔[1]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۱۴، سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۷۲، سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۸۵

دے دینا کیونکہ مرنے سے پہلے اُس نے قید کرنے کے بعد آزاد کر دیا تھا۔ نوجوان نے کہا مجھے تو یہ بات معلوم نہ تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ نوجوان کی ماں نے اُسے کہا کہ جب اُس نے تجھے جو کیا ہے احسان کے متعلق بتایا تو تُو اس کے قتل کرنے سے کیوں نہ رُک گیا۔ اس نے جواب دیا میں لات اور اُس کے بتوں کی رضا مندی سے دُور نہیں رہ سکتا[1]

اور عمرہ بنت درید نے ربیعہ کے درید کو قتل کرنے کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں:

میری زندگی کی قسم ہمیں بطن سمیرہ میں درید کے بارے میں ناکامی و نامرادی کا خوف نہیں اس کی جانب سے اللہ بنی سلیم کو جزا دے اور کیونکہ انہوں نے کیا ہے اس کے بدلے میں: انہیں بُری طرح ذلیل کرے اور جب ہم جنگ کے وقت ان کی طرف بڑھیں تو وہ ہمیں ان کے بہترین لوگوں کے خون سے سیراب کرے۔

اور جاہلیت میں درید نے جو سُلیم کی عورتوں اور مردوں کے ساتھ اُن کو آزاد کرکے قید پر جو احسانات کئے تھے انہیں بنی سلیم کو یاد دلاتے ہوئے کہتی ہے[2]

ان کی بڑی عظیم مصیبتیں ہیں جنہیں تُو نے ان سے دُور کیا۔ اور اُن کے دل حلق تک پہنچ چکے تھے۔ اور اُن کی کتنی ہی مستورات کو تُو نے قید سے چھڑایا۔ اور بنی سلیم کے کتنے ہی دوستوں نے تیرے نام سے تجھے آواز دی اور تُو نے انہیں جواب دیا۔ اور انہوں نے ہمیں بدی کی جزا میں رسوائی اور غم دیا ہے جس سے میری پنڈلیوں کا گودا پگھل گیا ہے اور تیرے گھوڑوں کے نشانات ذو بقر کے بطن سے [illegible] کے ویرانے تک پہنچ چکے ہیں۔

ہوازن کے سالار اعظم کا انجام

ہوازن کے سالار اعظم مالک بن عوف نصری کو جب یقین ہو گیا کہ بالآخر اُس نے شکست کھا لی ہے تو

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۳ ۔ الشعر والشعراء جلد ۲ از ابن قتیبہ

[2] حنین کے قریب ایک وادی کا نام ہے جہاں درید قتل ہوا تھا۔

شکست کھا کر سواروں کے ایک دستے کے ساتھ جو اس کے بڑے بڑے قائدین [illegible] کے علاوہ اور جنگی لیڈروں کے ارکان پر مشتمل تھا میدان سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس شخص نے مالک اور اس کے ساتھیوں کی سواریوں کے ساتھ تعاقب کرنے کی ذمہ داری لی تھی وہ حضرت زبیر بن العوام تھے مورخین نے بیان کیا ہے کہ سالار لشکر مالک نے جب دیکھا حضرت زبیر نمودار ہوئے تو آپ کی زرہ داری تھی (حضرت زبیر شجاعت اور بہادری میں مشہور ہو چکے تھے) تو وہ اپنے گھوڑے سے اتر گیا اور گھنے درختوں کے درمیان روپوش ہو گیا تاکہ وہ حضرت زبیر کے ہاتھوں قید نہ ہو کیونکہ مالک جانتا تھا کہ حضرت زبیر اس کو اپنے ہاتھ سے نکلنے نہیں دیں گے۔

اور تاریخ و سیر کی کتابوں میں بیان ہوا ہے کہ مالک بن عوف (شکست کے بعد) ایک اونچی جگہ پر کھڑا ہوا۔ اور اس کے ساتھ اس کے سوار اصحاب بھی تھے اور اس نے انہیں مخاطب کر کے کہا ٹھہرو ان دستوں میں سے جو گزر سکتے ہیں ان کے گزرنے تک اپنی جگہ پر ٹھہریں۔ اس نے کہا:

ٹھہر جاؤ تاکہ تمہارے کمزور لوگ گزر جائیں۔ اور تمہارے دوسرے آدمی آ ملیں۔

اور جب کمزور لوگ گزر گئے اور پہاڑوں کی چوٹیوں کی جانب نگاہ میں نکل گئے تو اس نے اپنے اصحاب سے کہا (اطلاع حاصل کرنے کے لئے) دیکھو تم کیا دیکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم لوگوں کو گھوڑوں پر سوار دیکھتے ہیں جو اپنے نیزوں کو اپنے گھوڑوں کے کانوں پر رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا۔ (اور وہ فوجی ماہر تھا اور قبائل کی عادت کے متعلق اسے معلومات رکھتا تھا) وہ تمہارے بھائی بنو سلیم ہیں اور ان کے بارے میں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

پھر اس نے کہا دیکھو! تم کیا دیکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم کچھ لوگوں کو دیکھ رہے ہیں جو سب [illegible] میں لپٹے ہوئے ہیں جو [illegible] اور انہوں نے اپنے نیزے اپنے گھوڑوں کی گردنوں پر رکھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا یہ خزرج ہیں اور ان کے بارے میں

انہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اپنے بھائیوں کے راستے پر چل رہے ہیں پھر اس نے کہا دیکھو، تم کیا دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم ایسے لوگوں کو دیکھ رہے ہیں گویا وہ گھوڑوں پر بیٹھے ہیں۔ اس نے کہا یہ کعب بن ربیعہ ہیں جو تم سے جنگ کرنے والے ہیں۔ پھر اس نے کہا دیکھو، تم کیا دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم دو کانوں کے درمیان ایک آدمی کو دیکھ رہے ہیں جو سرخ رنگ کی پگڑی کا شملہ بنائے ہوئے ہے اور اپنے پیروں کو دونوں طرف لٹکا رہا ہے۔ اور اپنے نیزے کو اپنے کندھے پر رکھے ہوئے ہے۔ اس نے کہا یہ ابن صفیہ ہے، زبیر بن العوام ہے۔ لات کی قسم! یہ ضرور تمہیں تمہاری جگہ سے ہٹا دے گا۔

اور پھر حضرت زبیرؓ نے مالک اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ اور قریب تھا کہ انہیں گھیر لیتے۔ پس جب مسلمانوں نے مالک کو آلیا۔ تو وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر پڑا، پھر درختوں کی پناہ لینے لگا، کہ حضرت زبیرؓ کے ساتھیوں میں کوئی شخص اسے دیکھ نہ پائے۔ پھر وہ قوم نخلہ کے بالائی حصے کا ایک پہاڑ میں چھپنے لگا۔ پس اس نے بھاگنے سے انہیں عاجز کر دیا۔ اور ہوازن کا بادشاہ اور سپہ سالار مسلسل دوڑتا رہا۔ یہاں تک کہ طائف میں پہنچ گیا۔ اور وہاں ایک محل میں قلعہ بند ہو گیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قصر لیہ میں مالک بن عوف کے قلعہ بند ہونے کی اطلاع ملی تو آپ نے اس کی تلاش یا اسے گرفتار کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اس لئے کہ آپ اس بات کے منتظر تھے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کی طرف اس کی راہنمائی کرے۔ اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کے وفد کو بادشاہ کی طرف ایک خاص پیغام بھیجا جو یہ ہے: اطلاع دے دو کہ اگر وہ مسلمان ہو کر آجائے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے معاف کر دیں گے۔ اور اس کے اہل و عیال اور مال و متاع لوٹا دیں گے۔ ایسی

ه مغازی واقدی جلد ۳ صفحہ ۹۱۰، سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۹۵، البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۴۲، ۳۴۳

مالک نے اسلام قبول کر لیا۔ اور وہ بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ اور شرک پر قائم رہنے والوں کے ساتھ جنگ کرنے میں بہترین مددگار بن گیا جیسا کہ عنقریب اس کتاب اپنے مقام پر اس کی تفصیل بیان ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں اور بچوں کے قتل سے روکنا

ایک معرکہ میں ایک مقتولہ عورت پائی گئی اور سیف اللہ خالد بن ولید کی طرف یہ بات منسوب کی گئی کہ انہوں نے قتل کیا ہے۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتولہ عورت کو دیکھا تو فرمایا یہ تو جنگ نہیں کر سکتی تھی۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو حکم دیا کہ وہ حضرت خالد کو جا کر کہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بچے عورت اور شیخ فانی یا مزدور کے قتل کرنے سے روکا ہے[1]

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کی ایک مقتولہ عورت کو دیکھا تو آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو فوج میں سے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ اسے میں نے قتل کیا ہے۔ میں نے اسے اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ اور اس نے مجھے قتل کرنا چاہا تو میں نے اسے قتل کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دفن کرنے کا حکم دیا تو اسے دفن کر دیا گیا۔

ہوازن کی متعدد باقی ٹولیوں کا صفایا

باوجودیکہ حنین میں ہوازن شکست کھا چکے تھے۔ پھر بھی ان کے بعض آدمیوں نے وادی اوطاس میں پڑاؤ کر لیا تاکہ وہ دوبارہ منظم ہو کے از سر نو مسلمانوں کے مقابلے میں ڈٹ جائیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو شکست خوردہ لوگوں کو تلاش کرنے اور ان کے تعاقب کرنے کا

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ [illegible] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ [illegible] صفحہ [illegible]

خود بھی شہادت سے ہمکنار ہوئے۔

اور اصحاب سیر و مغازی نے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں نے شکست کھائی تو طائف گئے اور ان میں سے کچھ فوج نے اوطاس میں پناہ کر لی اور کچھ نخلہ کی جانب چلی گئی جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعاقب کرنے کیلئے ان کی طرف آدمی بھیجا اور ابو عامر کے لئے جھنڈا باندھا تھا۔ اور اس فوج میں آپ کے ساتھ سلمہ بن اکوع کو بھی بھیجا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہوازن کو شکست ہوئی تو انہوں نے اوطاس میں کیمپ لگا دیا۔ اور ان میں سے بعض نے جن کا نام ... ہوتا تھا وہ اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے قتل ... تو وہ قتل اور قید ہو گئے پس ہم ان کے لشکر کی طرف آئے تو دیکھا کہ وہ منتظر ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ ان مشرکین ہوازن میں دس بھائی تھے جن میں سے ہر ایک نے ابو عامر اشعری سے مقابلہ کیا۔ اور انہوں نے ان میں سے نو کو قتل کر دیا پھر آخر میں خود بھی شہادت سے ہمکنار ہوئے۔

اور سیرۃ ابن ہشام اور واقدی میں بیان ہوا ہے کہ ابو عامر اشعری دستے کے سالار بنے ہوازن کی فوج میں دس بھائیوں سے ملاقات کی اور ان میں سے ہر ایک حملہ کرتا تھا۔ ان میں سے ایک نے مقابلے میں نکل کر کہا کون مقابلہ کرے گا؟ تو حضرت ابو عامر اشعری ان کے مقابلے میں نکلے۔ اور وہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ اس پر گواہ رہ۔ پس ابو عامر نے اسے قتل کر دیا۔ پھر دوسرا مقابلے میں نکلا اور اس نے ابو عامر اشعری پر حملہ کر دیا۔ اور وہ اسے دعوت اسلام دے رہے تھے اور دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ اس پر گواہ رہ۔ پس ابو عامر نے اسے قتل کر دیا۔ پھر دوسرے بھائیوں میں سے ایک اور مقابلے کیلئے نکلا تو ابو عامر نے اسے بھی قتل کر دیا۔ پھر وہ ایک ایک کر کے ابو عامر پر حملہ کرنے لگے اور ابو عامر کو قتل کرنے لگے۔ اور

لہ بخاری شریف ایک مشہور دینی کتاب ہے جسے امام بخاری نے لکھا ہے۔ اس میں بہت سی احادیث درج کی گئی ہیں۔

لہ سلمہ بن اکوع کے حالات ہماری کتاب "صحابہ کرام" میں دیکھئے جو ادارہ ... شائع ہوئی ہے اور اسلامی دنیا میں بہت مقبول ہوئی ہے۔

ابو عامر کی حملہ کرنے لگتے تو آپ پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ اے اللہ اس پر گواہ رہ۔ یہاں تک کہ آپ نے
نو کو قتل کر دیا۔ اور دسواں باقی رہ گیا۔ جس نے ابو عامر پر حملہ کیا۔ تو آپ اسے
دعوت اسلام دیتے تھے اور دعا کرتے تھے اے اللہ اس پر گواہ رہ۔ تو شریر جوان
نے کہا۔ اے اللہ مجھ پر گواہ نہ بننا۔ پس ابو عامر اس سے رک گئے تو وہ بچ گیا۔ اور بعد میں
مسلمان ہو گیا اور بہت اچھا مسلمان بنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اسے دیکھتے تو
فرماتے یہ ابو عامر کا بھگوڑا ہے۔ اور جنگ کے دوران بنی جشم کے ایک آدمی نے
ابو عامر کو ایک تیر مارا جو آپ کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا تو حضرت ابو موسیٰ اشعری نے ان کے پاس
جا کر کہا اے چچا! آپ کو کس نے تیر مارا ہے۔ تو ابو عامر نے تیر انداز کی طرف اشارہ کرتے
بتایا۔ یہ میرا قاتل ہے جسے تو دیکھ رہا ہے اور اسی نے مجھے تیر مارا ہے

حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس کی طرف توجہ کی اور اسے
جا ملا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو پیٹھ دے کر چلا گیا۔ تو میں نے اس کا پیچھا
کیا اور میں اسے کہنے لگا۔ کیا تجھے شرم نہیں آتی کیا تو عرب نہیں کیا تو ٹھہرتا نہیں۔
تو وہ لوٹا اور میں اور وہ مقابل ہوئے اور ہم نے تلوار کے دو دو وار کئے۔ پھر میں نے اسے قتل
کر دیا۔ پھر میں ابو عامر کی طرف گیا۔ میں نے کہا اللہ نے تیرے ساتھی کو مار دیا ہے
انہوں نے کہا اس تیر کو کھینچو۔ میں نے اسے کھینچا تو اس سے پانی بہہ پڑا۔ تو انہوں نے کہا اے
بھتیجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر میرا سلام کہو اور ان سے یہ بھی عرض کرو
کہ آپ میرے لئے بخشش طلب کریں اور ابو عامر نے لوگوں پر مجھے جانشین بنایا۔ اور
تھوڑی دیر بعد فوت ہو گئے۔ پس میں واپس آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر
گیا۔ اور آپ ایک بنی ہوئی چارپائی پر جس پر بچھونا پڑا ہوا تھا لیٹے ہوئے تھے۔
اور چارپائی کی رسیوں نے آپ کی پشت اور دونوں پہلوؤں پر نشان ڈال دئے
تھے۔ پس میں نے آپ کو اپنے اور ابو عامر کے متعلق اطلاع دی۔ اور یہ بھی بتایا کہ

اس نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کریں کہ آپ میرے لئے بخشش طلب کریں۔ حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا، پھر اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی اے اللہ عبید ابی عامر کو بخش دے۔ اور میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی کو دیکھا۔ پھر آپ نے فرمایا اے اللہ قیامت کے روز اسے بہت سی مخلوق سے بہت سے بندوں پر اسے فوقیت دے۔ حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں میں نے کہا میرے لئے بھی بخشش طلب فرمائیے۔ آپ نے فرمایا اے اللہ عبد اللہ بن قیس کے گناہ بخش دے۔ اور قیامت کے روز اسے اچھی جگہ داخل فرما۔[1]

جیشِ اسلام میں خود کشی کرنے والا شخص

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ حنین میں ایک آدمی نے شدید جنگ کی ہے یہاں تک کہ اسے سخت زخم آئے ہیں۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ دوزخی ہے تو مسلمان اس بات سے پریشان ہو گئے اور ان کے دلوں کا اس قدر صدمہ ہوا جیسے انہیں شک ہو جاتا ہے۔ پس جب زخموں نے اسے تنگ کیا تو اس نے اپنے ترکش سے تیر لیا اور اس سے خود کشی کر لی۔ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ وہ منادی کر دیں کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ فاجر آدمی سے بھی دین کی مدد کروا دیتا ہے۔[2]

عظیم غنائم

معرکۂ حنین میں ہوازن کی شکست کے بعد جیشِ اسلامی کے ہاتھ میں غنائم اور قیدیوں کی بہت بڑی تعداد آئی اور ایسی صورت میں آئی کہ اس سے پہلے جیشِ اسلامی کے ہاتھوں میں اتنی غنیمت کبھی نہ آئی تھی۔ یہ غنائم

---

[1] حیاۃ الصحابۃ جلد ۲ صفحہ ۳۲۳، سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۸۹، تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۷۴، مغازی واقدی جلد ۳ صفحہ ۹۱۵

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۱۵

اور قیدیوں کی تقریبی تفصیل ہے۔

اونٹ	۲۴۰۰۰
بکریاں	۴۰۰۰۰
قیدی	۶۰۰۰

طائف سے واپسی تک غنائم کا اسٹور کرنا

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف تک ہوازن کے تعاقب کا فیصلہ کیا تو غنائم اور قیدیوں کو الجعرانہ میں روک رکھنے کا حکم دیا۔ اور غنائم اور قیدیوں کے اہتمام اور نگرانی کا معاملہ مشہور خزاعی لیڈر بدیل بن ورقا کے سپرد کر دیا۔ یہ سب قیدی اور غنائم الجعرانہ میں حفاظت کے ساتھ رکھے گئے۔ یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف کے محاصرے سے واپس آ گئے۔ اور آپ نے الجعرانہ میں تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ جیسا کہ اس کتاب میں عنقریب اپنے مقام پر اس کی تفصیل بیان ہوگی ان شاء اللہ۔

محاصرۂ طائف

طائف کے محاصرے کو [illegible] ہوازن کے لشکر نکلنے معرکۂ حنین کا استمرار خیال کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ ثقیف (اہل طائف) ہوازن کے اہم اور زیادہ وزنی قبائل میں سے ہیں بلکہ حنین کے فیصلہ کن معرکے میں انہیں ہوازنی فوج کی ریڑھ کی ہڈی تصور کیا جا سکتا ہے۔ وہ عسکری واقعات کے تسلسل نے معرکۂ حنین کے بعد بتایا ہے کہ حنین میں مالک بن عوف کی قیادت میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے والی بڑی خطرناک فوج ثقیف کی تھی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حنین میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتح پانے کے بعد قبائل ہوازن میں سے جن قبائل نے اس معرکہ میں آپ کے خلاف شرکت کی تھی ان میں سے ثقیف کا کوئی ایسا قبیلہ باقی نہ رہا تھا جس کے متعلق آپ کوئی اہتمام کرتے آپ نے اپنی تمام فوج کو ان کے تعاقب میں لگا دیا۔ اور اس تعاقب کی غرض [illegible] تھا۔

یہاں تک کہ آپ طائف پہنچ گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ثقیف اپنے قلعوں میں بند ہو گئے ہیں۔ پس آپ نے سترہ دن تک ان کا محاصرہ کئے رکھا۔ لیکن طائف میں اپنے قلعوں میں قوت پکڑ جانے کے باعث آپ بغیر اُن سے لڑائی کئے چلے گئے اور انہیں چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی طرف ان کی رہنمائی کی اور انہوں نے مدینہ آ کر خوشی خوشی اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔

قبائل ہوازن کا انجام

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہوازنی قبائل کی قوت ثقیف کے سوا منتشر ہو گئی۔ وہ تمام طاقت اپنے سردار مالک بن عوف نصری کے قبول اسلام کے بعد بے دست و پا ہو گئی۔ اور اسلام کی جانب سے جنگ کرنے والا اسلامی لشکر بن گیا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی طرف سے ثقیف کا تعاقب کیا۔ اور ان کے قلعوں میں ان کا محاصرہ کیا۔ اس کے تذکرہ پر گفتگو کرنے سے قبل ضروری ہے کہ ہم قارئین کرام کو قبائل ثقیف کی تاریخ اور جاہلیت و اسلام میں ان کے مرکز کی اہمیت کی ایک جھلک دکھائیں۔

ثقیف کی تاریخ

مؤرخین اور اصحاب انساب بیان کرتے ہیں کہ ثقیف ہوازن کا ایک بطن ہے۔ اور ہوازن، منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کا بیٹا ہے۔

ثقیف، ہوازن کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اس سے بہت سے قبائل متفرع ہوتے ہیں۔ انہیں تین بڑے قبائل اکٹھا کرتے ہیں جو سب کے سب ہوازن کے قبائل ہیں اور وہ یہ ہیں۔

اول:- بنو سعد بن بکر

دوم:- بنو معاویہ بن بکر، یہ وہ ہیں جن سے مالک بن عوف نصری تھا۔

سوم: بنو منبہ بن بکر، یہ آخری قبیلہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ ثقیف کا نام قسی بن منبہ ابن بکر بن ہوازن ہے اور اسی قسی سے متعدد قبائل متفرع ہوتے ہیں جنہوں نے بعد میں اپنے باپ ثقیف کے نام سے شہرت پائی از آں جملہ قبائل میں اہم قبائل بنو جشم بن ثقیف، عوف بن عوف ابن ثقیف ہیں — اور بنی عوف کی شاخ مالک نسبہ میں ہیں — اور ان سے قبیلے بھی ہیں اور یہ سب قبائل دو قبیلوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں، اور وہ احلاف اور بنو مالک ہیں اور یہی وہ قبیلے ہیں جو ہوازن کے تحت مشرک ہونے کی حالت میں معرکۂ حنین میں شامل ہوئے تھے۔

زمانۂ [illegible] ثقیف اور اس کے متعلقات ہیں اور ثقیف جاہلیت میں ایک عربی قوت تھے جن کا خم ساز و سامان تھا اور جاہلیت میں کئی مشہور معرکوں میں انہوں نے شرکت کی ہے۔ ان سب میں انہوں نے اپنے مخالفین پر فتح پائی ہے اور جاہلیت میں ثقیف کی حربی تاریخ کا ایک واقعہ ہے کہ [illegible] قوم نے ثقیف سے جنگ کی۔ ثقیف ان کے مقابلہ میں نکلے اور ان کا سردار [illegible] تھا۔ پس ان سے ان کو شدید جنگ کی اور [illegible] نے بہت سے آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد انہیں شکست دی اور ان میں سے متعدد لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ پھر ان پر احسان کر دیا۔

اور جن جنگوں میں انہوں نے فتح حاصل کی ان میں ایک وادی [illegible] کی جنگ ہے جو طائف کی ایک مشہور وادی ہے اور شاید یہ ان مشہور جنگوں میں سے بڑی جنگ ہے جن میں ثقیف نے جاہلیت میں فتح حاصل کی تھی یہ معرکہ ان کے اور بنی عامر کے درمیان ہوا تھا جو ہوازن میں سے تھے اور مجمع الامثال العرب میں بیان ہوا ہے کہ —

ان بنی عامر نے اپنے حالات میں سے [illegible] کی [illegible] میں

ثقیف کے پاس چلے گئے اور بنو نصر بن معاویہ ثقیف کے حلیف تھے۔ پھر جب ثقیف کو بنی عامر سے جنگ کا سامنا ہوا تو انہوں نے بنی نصر سے مدد طلب کی۔ اور انہوں نے ان کی مدد کی اور ثقیف بنی عامر کے مقابلے میں نکلے اور غیلان بن سلمہ بن معتب ثقیف کا سالار تھا۔ پس انہوں نے ان سے ملاقات کی اور ثقیف نے ان کے ساتھ شدید جنگ کی اور بنو عامر اور ان کے ساتھی شکست کھا گئے اور ثقیف کو ان پر فتح حاصل ہوئی اور انہوں نے ان میں خوب قتل عام کیا۔

اور ان کے شہر کو طائف کا نام دینے کے بارے میں البکری نے معجم ما استعجم میں بیان کیا ہے کہ بنی ثقیف کو اس جگہ جسے آج کل طائف کہتے ہیں کی فضیلت کا علم ہوا اور یہ جگہ ہوازن کے بنی عامر بن صعصعہ کی تھی تو انہوں نے بنی عامر سے کہا: یہ تو پھل اور کھیتی کے لائق جگہ ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ تم نے اس پر چراگاہوں کو فضیلت دی ہے جنہوں نے اس کی آبادی اور اعمال کو نقصان پہنچایا ہے اور ہم تمہاری نسبت اس کے کام کو بہتر جانتے ہیں۔ پس تم کھیتی اور سبزی جمع کرو اور اپنے اس علاقے کو ہمیں دے دو ہم اسے آباد کر کے کھیتیاں بو لیں گے (انگور، پھل اور درخت) اور اسے اچھی طرح منظم کر لیں گے اور اسے کنووں کے لئے کھود دیں گے۔ اور اسے آبادی اور باغات سے معمور کر دیں گے۔ ہماری محنت اور توجہ اس کی طرف ہوگی اور تم اس سے غافل ہو گے اور تمہاری اپنی دوسری ہوگی۔ پس جب پھل پک جائیں گے تو ہم تمہارے ساتھ پھل تقسیم کر لیں گے علاقے میں حق کی وجہ سے تمہارا نصف حصہ ہوگا۔ اور ہم اس میں کام کرنے کی وجہ سے نصف حصہ لیں گے پس تم کھیتی اور سبزی کے درمیان ہو گے۔ اور عرب میں ایسی چیز یا کسی کے لئے اتنی نہیں ہوئی۔ پس بنو عامر نے طائف کو اس کی آبادی کے لئے ثقیف کے سپرد کر دیا۔ اور جب کٹائی کے دن آتے تو بنو عامر آ کر اپنا نصف پھل لے لیتے اور دوسرا نصف ثقیف لے لیتے اور بنو عامر اور ثقیف طائف کو تباہی سے بچاتے اور ایک زمانہ تک

کی حالت میں رہے۔ یہاں تک کہ ثقیف مجبور ہو گئے اور انہوں نے طائف کو محفوظ کر دیا۔ اور ان کی ایک فصیل بنائی جو اس کے اردگرد چکر لگاتی تھی۔ [illegible] کا نام طائف رکھا گیا اور جب وہ اپنے قلعوں کی کثرت کے باعث طاقت ور ہو گئے تو ہر طرح سے محفوظ ہو گئے۔ اور وہ ان تک نہ پہنچ سکے حتیٰ کہ اللہ نے ان پر غلبہ پایا اور ان کو اسی جیسے گھر میں اترے۔

ظہور اسلام کے وقت ثقیف کی حالت

ثقیف بڑی شدت سے کفر پر شیطان کے ساتھ قائم رہے تھے

یہاں تک کہ وہ مذہبی شدت سے تمسک کرتے ہوئے اپنے قلعوں میں بند ہو گئے اور سب سے آخر میں ہی وہ مسلمان ہوئے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شدت کفر کی وجہ سے ان پر بددعا کرنے کی بجائے ان کے لئے دعا کی۔ ان سب نے آخر اسلام قبول کر لیا۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس لوٹے اور قلعوں کو فتح نہ کر پائے تو آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ثقیف کے لئے بددعا فرمائیے تو آپ نے فرمایا: اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے اور لے آ۔

پس ثقیف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے طفیل اسلام کے ساتھ مشرف ہو گئے۔

ثقیف کا دفاع کیلئے منجنیقیں لانا

قریش سے صلح حدیبیہ کر لینے کے بعد جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے مکہ پر قبضہ کرنے اور اسے بت پرستی سے پاک کرنے کا ارادہ کیا تو ثقیف نے خیال کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر حملہ کریں گے تب انہوں نے اپنے ساتھیوں کو جو دوسرے قبائل میں سے تھے علاوہ بریں انہوں نے اپنے سردار عروہ بن مسعود اور دوسرے لوگوں کو جرش کی طرف بھیجا [illegible] لیں

ہے کہ وہ وہاں سے جباری آلات کے بنانے اور چلانے کی ٹریننگ حاصل کریں۔ یہ منجنیقیں، پتھر پھینکنے کے آلات اور ٹینکوں وغیرہ کی صورت میں تھا جو صرف قلعہ پر حملہ کرنے یا اس کے دفاع کے لئے استعمال کیا جاتا۔

جرش[۱] اس دور میں ایک عربی شہر تھا، جو رومی حکومت کے ماتحت تھا اور اس کے باشندے جباری آلات کے بنانے میں مشہور تھے۔ اس لئے ثقیف نے اپنے سردار عروہ بن مسعود کو ایک وفد کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس کو تیار کی تکنیک حاصل کریں اور جب ان کا محاصرہ کریں تو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں ان کے استعمال کرنے کا پورا ٹریننگ حاصل کریں۔ پس ثقیف نے پتھر اور آگ پھینکنے والے آلات منگوائے تھے اور بڑے بڑے تیروں وغیرہ سے ان پر آگ کے گولے پھینکے۔

محاصرہ سے قبل حربی کاروائیاں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین سے طائف میں ثقیف کے محاصرہ کے لئے جانے سے قبل طفیل بن عمرو الدوسی کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے پاس جائیں۔ عمرو بن حممہ کا ایک بت ذوالکفین ان کی حفاظت میں تھا اسے جلا دیں۔ چنانچہ طفیل نے جا کر ایک جگہ اکٹھا کر کے جلا دیا۔

---

[۱] ۔ طفیل بن عمرو بن طریف بن العاص الدوسی قبیلہ ازد کی ایک شاخ دوس سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اپنی قوم میں ایک مطاع اور معتبر شاعر تھا۔ اور اسلام کے سابقون اولین میں سے تھا۔ اس نے ہجرت سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے اسلام کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے جو کہ اسد الغابہ، اصابہ اور استیعاب میں تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد طفیل اپنی قوم کی طرف واپس چلا گیا تھا۔ بعد میں ہجرت سے قبل وہ مسلمان ہو گئے۔ اور صحابہ کی کتب میں بتایا گیا ہے کہ طفیل نے کئی بار سوائے اپنی قوم میں سے بہت سے لوگوں اور ان کی طرف واپس جا کر انہیں دعوت اسلام دیتے رہے۔

بھیجا کہ ان کے بت ذوالکفین کو تباہ کر دیں جو طفیل بن عمرو کا بت تھا اسی طرح آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی قوم دوس سے طفیل کے ساتھ جنگ میں شرکت کی اجازت کے لئے بھیجے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ [illegible] زنا غالب ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے کوئی نشانی عطا کرے جو ان کے مقابلے میں میری دعوت کی مددگار ہو تو آپ نے فرمایا "اے اللہ! اسے کوئی نشانی عطا فرما۔"

طفیل بیان کرتے ہیں: میں اپنی قوم کے پاس گیا اور جب میں ثنیہ کی آخری گھاٹی سے پہنچا تو چراغ کی مانند میری دونوں آنکھوں کے درمیان نور پیدا ہوا تو میں نے کہا: اے اللہ! میرے چہرے کے سوا کسی اور جگہ پیدا فرما دے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں گے کہ چونکہ اس نے ان کا دین چھوڑ دیا ہے اس لئے میرے ساتھ ایسا ہوا ہے۔ تو وہ میرے کوڑے کے سرے پر منتقل ہو گیا۔ اور قبیلے والے اس کو میرے کوڑے پر معلق قندیل کی طرح دیکھنے لگے۔ اور جب گھاٹی سے اُتر کر ان کی طرف میں آیا تو میرے پاس میرا باپ آیا۔ اور وہ بہت بوڑھا تھا۔ میں نے کہا: اے ابا جان! مجھ سے دور ہو جائیے۔ نہ میرا آپ کے ساتھ کوئی تعلق ہے اور نہ آپ کا میرے ساتھ کوئی تعلق۔ اس نے کہا: اے بیٹے کیوں؟ میں نے کہا: میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ اس نے کہا: اے بیٹے میرا دین بھی وہی ہے جو تیرا ہے اور وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر میری بیوی میرے پاس آئی اور اس سے بھی میں نے یہی بات کہی تو وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ وہ کہنے لگی: مجھے تو بچوں کے متعلق ذی الشریٰ (بت) سے ڈر ہے۔ میں نے کہا: میں ضامن ہوں۔ پھر میں نے دوس کو دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کرنے میں سستی کی۔ پس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ آیا۔ اور آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! دوس مجھ پر غالب آ گئے ہیں ان کے لئے بددعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے۔ اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ انہیں دعوت دو اور ان سے نرمی کرو۔ [illegible] میں لوٹ آیا اور اپنی قوم کے علاقے میں رہ کر اسلام کی دعوت دیتا[1] رہا یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ کی طرف ہجرت کر گیا۔ حضرت طفیل یمامہ میں شہید ہوئے۔ اور ان کے بیٹے عمرو بن طفیل زخمی ہوئے۔ پھر صحت مند ہو گئے اور یرموک کے دن حضرت عمر کی خلافت میں شہید ہوئے۔

---

[1] [illegible] دیکھئے کتاب الاستیعاب [illegible]

فوراً محاصرہ کریں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طفیل بن عمرو کو حکم دیا کہ وہ طائف میں اپنی قوم کے ساتھ مجھ سے ملے اور طفیل بن عمرو اسلام کے سابقین الاولون میں سے تھے اور اپنی قوم میں مطاع تھے۔ جب طفیل بن عمرو نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا۔ اور جب کہ آپ سے رخصت ہونے سے قبل طفیل نے کہا "یا رسول اللہ! مجھے کوئی وصیت فرمائیے" آپ نے فرمایا۔

"سلام کو رواج دو۔ اور کھانے کو خرچ کرو اور اللہ سے شرم کرو جیسے ایک صالح آدمی اپنے اہل سے شرم کرتا ہے۔ جب تو برائی کرے تو نیکی کر۔"

پس حضرت طفیل جلدی سے اپنی قوم کی طرف گئے اور ذوالکفین کو جلا دیا اور اس کے پیٹ میں آگ بھر کر کہنے لگے۔

"اے ذوالکفین میں تیرے پرستاروں میں سے نہیں ہوں ہماری پیدائش تیری پیدائش سے پہلے کی ہے۔ میں نے تیرے دل میں آگ بھر دی ہے۔"

اور حضرت طفیل کی قوم نے آپ کی دعوت کو قبول کیا۔ اور ان کی کمان میں ان کی قوم کے چار سو آدمی جمع ہو گئے اور آپ انہیں طائف میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔

اور انہوں نے اپنے ساتھ طائف جانے کے لئے جنگی ہتھیار، ٹینک اور منجنیق اٹھالئے اور جب انھوں نے طائف کی طرف مارچ کرنے کا ارادہ کیا تو بعض نے کہا۔ "اے گروہ ازد تمہارا جھنڈا کون اٹھائے گا؟"

طفیل بن عمرو نے کہا "جو اسے جاہلیت میں اٹھاتا تھا۔ انھوں نے کہا تو نے درست کہا ہے۔ اور وہ نعمان بن زرافہ اللہبی تھا اور یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف پہنچنے سے چار دن بعد طائف پہنچے۔[1]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۲۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف کی طرف مارچ

معرکۂ حنین کے خاتمہ کے بعد شوال میں

مسلمانوں کو ہوازن پر زبردست فتح حاصل ہوئی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم اور قیدیوں کو الجعرانہ (مکہ کے قریب) بھیج دیا۔ اس کے بعد آپ بنفس نفیس ہوازن کی عظیم فوج کے تعاقب میں لگ گئے اور بنو ثقیف کی وہ افواج جنہوں نے اپنے قلعے میں پناہ لی تھی اور طائف میں ان کے ساتھ لازم ہو گئے تھے!

طائف کی طرف جانے والی فوج کے ہراول کا سالار حضرت خالدؓ

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کے تعاقب کے لئے خروج ہونے کا فیصلہ کیا تو حضرت خالد بن ولید کو ہراول فوج کا سالار مقرر کیا۔ اور جب جیش نبوی مکہ سے حنین کی طرف نکلا تھا اس وقت سے حضرت خالدؓ سواروں کے سالار تھے۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے راستوں کے ماہر راہنماؤں سے بھی کام لیا تاکہ وہ طائف جانے والے راستے میں فوج کے آگے آگے چلیں۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل تعاقب کی کارروائی کو سرانجام دیتے ہوئے یہاں تک طائف پہنچ گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوج کو وادی نخلہ کے راستے طائف لے گئے جو آج کل الیمانیہ کے نام سے مشہور ہے جیسا کہ آپ پہلے کی مشہور وادی میں پہنچے واقدی بیان کرتا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین سے حضرت خالد بن ولید کو اپنے ہراول دستے کا سالار مقرر کیا۔ اور آپ انہیں راہنماؤں کے ذریعے طائف لے گئے۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف پہنچ گئے۔ اور ثقیف نے اپنے قلعہ کی مرمت کر لی تھی اور وہاں سے شکست کھا کر اس میں داخل ہو گئے تھے۔

اور ان کا دروازہ بند کر لیا تھا۔ اور یہ ان کے شہر کا قلعہ تھے جس کے دو دروازے تھے۔ اور انہوں نے جنگ کیلئے تیاری کی اور اپنے قلعے میں وہ چیزیں لے گئے۔ جو محاصرہ کی صورت میں ایک سال کے لئے کافی تھیں۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب ثقیف کی شکست خوردہ جماعت طائف آئی تو انہوں نے اپنے شہر کے دروازے بند کر لئے اور جنگ کیلئے تیاری کرنے لگے۔ اور عروہ بن مسعود اور غیلان بن سلمہ حنین اور محاصرہ طائف میں شامل نہ تھے۔ یہ دونوں جرش میں منجنیقوں اور محاصرہ میں قلعہ کے نزدیک پہنچنے والے آلات کے بنانے کی سکھلائی لے رہے تھے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے فارغ ہو کر طائف کی طرف روانہ ہوئے اور نخلہ یمانیہ پھر قرن، پھر ملیح، پھر لیہ کے بحرۃ الرغاء کے راستے چل پڑے۔ اور وہاں آپ نے ایک مسجد بنا کر اس میں نماز ادا کی۔ پھر آپ نے بحرۃ الرغاء میں نزول اجلال فرما کر ایک خون کا قصاص لیا۔ اور یہ پہلا خون تھا جس کا اسلام میں قصاص لیا گیا۔ بنی لیث کا ایک آدمی تھا جس نے ہذیل کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا۔ پس آپ نے اس کے بدلے میں اسے قتل کیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لیہ میں مالک بن عوف رئیس ہوازن کے قلعے کے متعلق حکم دیا۔ اور اسے گرا دیا گیا۔ پھر آپ الضیقہ کے راستے چلے۔ جب آپ چلے تو آپ نے اس کا نام پوچھا تو آپ کو بتایا گیا کہ اس کا نام الضیقہ ہے آپ نے فرمایا بلکہ یہ الیسریٰ ہے پھر آپ وہاں سے نخب آئے۔ اور سدرہ کے نیچے اترے جسے الصادرہ کہا جاتا تھا جو ثقیف کے ایک آدمی کی جائداد کے قریب تھا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پیغام بھیجا کہ یا تو تو نکل جا ورنہ ہم تیرے باغ کو ویران کر دیں گے۔ اس نے نکلنے سے انکار کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ کے برباد کرنے کا حکم دے دیا۔[1]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۲۲، ۹۲۴ سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۲۵، ۱۲۶

محاصرۂ طائف کا آغاز

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ ثقیف قلعہ بند ہو گئے ہیں تو اس کے بعد آپ نے اپنی فوج کے ساتھ طائف کی طرف مسلسل بڑھنا جاری رکھا اور وہ سخت جانبازانہ اپنے معبود (لات) کی طرف جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے، شدید میلان رکھتے تھے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے قلعوں میں داخل ہونے کی راہ ہموار کرنے کے لئے ایک کھلی جگہ پر جو جنگی حکمت عملی کے نقطۂ نظر سے موزوں نہ تھی۔ اور ثقیف کے قلعوں کے قریب تھی وہاں پڑاؤ کر لیا اور ثقیف تیراندازی اور حرب کی ہر طرح سے برچھا بازی کے بڑے ماہر تھے، چنانچہ اسلامی فوج ابھی بیٹھ کر پڑاؤ ڈال رہی تھی یا بوجھ اتارنے بھی نہ پائی تھی کہ اسے ان تیروں کی شدید بوچھاڑ کا سامنا کرنا پڑا۔ تو اسلامی فوج پر ٹڈیوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ اور مسلمانوں کے بہت سے آدمی اس بوچھاڑ کے نتیجے میں زخمی ہو گئے۔ اس بات نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پڑاؤ تبدیل کرنے پر آمادہ کیا۔ اور آپ نے اس جگہ پڑاؤ کیا۔ جہاں آپ کی فوج دشمنوں کے تیروں سے مامون تھی اور یہ پہلا مشہور تجربہ کار انصاری جانباز حباب بن منذر کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اپنے پڑاؤ کو تبدیل کر لیا تھا، جب آپ نے جنگی حکمت عملی کے علاقے میں پڑاؤ کر لیا اور بدر کے عظیم معرکہ کو سرانجام دیا۔ اور اس میں آپ کو فتح حاصل ہوئی تھی۔

بالکل اسی طرح حضرت حباب بن منذر نے خیبر میں یہود کے محاصرہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ سے ہٹنے کا مشورہ دیا تھا جس میں آپ نے یہود کے محاصرے کے لئے پڑاؤ کیا ہوا تھا، اور اس میں آپ کے اصحاب یہود مدینہ کے ان تیروں سے زخمی ہو گئے تھے جن سے انہوں نے قلعوں کے برجوں سے بہت سی مخلوق کو بیکار کر دیا تھا۔ اور طائف کے محاصرہ میں بھی حباب نے یہی کہا۔ جب اس نے دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی جگہ پڑاؤ کئے ہوئے ہیں جو عسکری بابت سے

سے لشکر گاہ سے غیر مناسب تھی اس لئے کہ وہ پڑاؤ ثقیف کے قلعوں کے محاصرہ کے لئے پڑا تھا۔ واقدی بیان کرتا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اترے۔ حضرت حباب بن منذر آگئے اور آپ نے کہا یا رسول اللہ ہم قلعہ کے قریب آگئے ہیں۔ پس اگر یہ حکم امر الٰہی سے ہوا ہے تو ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور اگر رائے سے ہوا ہے تو ان کے قلعوں سے پیچھے ہٹ جانا چاہئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے[1]

لیکن بالآخر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حباب بن منذر کی رائے پر عمل کیا۔ انہوں نے آپ سے استدعا کی (ایک فوجی ماہر کی طرح) کہ آپ ایک ایسی جگہ کو انتخاب کریں جہاں فوج اس سبب دشمن کے تیروں سے محفوظ رہے۔ اور یہ بات اس وقت کے بعد ہوئی۔ جبکہ اسلام کے متعدد سپاہی ثقیف کے تیروں کی بوچھاڑ سے زخمی ہو چکے تھے۔

اب ہم ان کبار مجاہدین میں سے جو طائف کے محاصرہ میں شامل تھے، ایک صحابی حضرت عمرو بن امیۃ الضمری[2] کی زبانی آپ کو سناتے ہیں کہ محاصرہ کا آغاز کیسے ہوا؟ اور حضرت حباب بن منذر کے مشورہ سے کس طرح پڑاؤ کی جگہ کو تبدیل کیا گیا۔ حضرت عمرو بیان کرتے ہیں کہ

کچھ دیر ان کے تیر ہماری طرف آتے رہے۔ اور ہم پر جب تیر نازل ہوتے تھے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ گویا وہ بہت زیادہ ٹڈیاں تھیں اور ہم ان سے بچتے رہے۔ یہاں تک کہ کچھ مسلمانوں کو زخم آئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حباب بن منذر کو بلایا۔ اور فرمایا کہ ایک بلند جگہ تلاش کرو جو دشمن سے پیچھے ہو

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۲۵

[2] ان کے حالات ہماری کتاب "غزوۂ احد" میں دیکھئے۔

حضرت حباب چلتے چلتے بستی سے باہر طائف کی مسجد کی جگہ پر پہنچ گئے۔ اور آ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو وہاں منتقل ہونے کا حکم دے دیا۔

حضرت عمرو بن امیہ الضمری بیان کرتے ہیں کہ میں ابو محجن کو دیکھ رہا تھا جو قلعے کے اوپر سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ تیروں کی طرح چلے اور جوڑے سے تیر مار رہے تھے اور ان کا کوئی تیر خطا نہ جاتا تھا۔

محدثین بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی مسجد کے پاس جو وادی ہے آ کر وہاں بیت کی تجلی اور خرافاتی باتیں کر رہے تھے۔ ان باتوں کو ثقیف نے اپنے قلعے کے دفاع کے لئے اختیار کیا تھا۔ محدثین بیان کرتے ہیں کہ ثقیف نے ایک ساحرہ عورت کو باہر نکالا۔ اور وہ ننگی تھی۔ اس کے ساتھ جنہیں شرم کی وجہ سے چھپایا جاتا ہے فوج کے سامنے آئی۔ اشارہ اس وقت کی بات ہے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قلعے کی حفاظت کو دور کرنے کیلئے آئے تھے۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ٹیلے کی طرف منتقل ہو گئے جسے حضرت حباب بن منذر نے منتخب کیا تھا اللہ تعالیٰ نے طائف پر حملہ کیا تو یزید بن زمعہ بن اسود اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر قلعے کے آگے آئے انہوں نے ثقیف سے امان طلب کی۔ وہ ان سے گفتگو کرنا چاہتے تھے پس انہوں نے انہیں امان دے دی کہ ان کے ساتھ بات

یزید بن زمعہ بن اسود بن المطلب بن اسد بن عبد العزّی القرشی الاسدی۔ ان کی والدہ قریبہ بنت ابی امیہ مخزومیہ تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہ کی بہن تھیں۔ یزید قدیم مسلمان تھے اور مہاجرین حبشہ میں شامل تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ اور آپ سے حدیث کی روایت کی ہے جاہلیت میں قریش ان سے مشورہ لیتے تھے اور وہ اس طرح کہ قریش کسی امر کا ان کے سامنے ذکر کرتے پھر قطعی فیصلہ کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک وہ فارغ نہ ہوتے اختیار کرتے۔ اگر آپ اتفاق نہ ہوتے تو وہ آپ کے معاون ہوتے یہاں تک کہ آپ کے رفقاء میں سے ہی مقام پر واپس آجاتے۔

کی۔ اور وہ اس طرح کہ جب وہ اُن کے قلعے کے نزدیک آئے تو انہوں نے انہیں تیر مار کر ہلاک کر دیا۔ اور محاصرہ طائف میں مسلمانوں کے پہلے شہید تھے۔

یزید بن زمعہ کے قاتل کا قتل

اور جس شخص نے شہید یزید بن زمعہ کے ساتھ غداری کی تھی۔ اور وہ ہذیل بن ابی الصلت تھا جو مشہور شاعر اور فلاسفر (امیہ بن ابی الصلت) کا بھائی تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے مصیبت میں الجھا دیا۔ یہ ہذیل مناسب موقع پر اپنی ایک ضرورت کو پورا کرنے کے لئے قلعے سے نکلا۔ اور اس کا خیال تھا کہ کوئی مسلمان اسے نہیں دیکھ رہا۔ جبکہ شہید یزید بن زمعہ کا بھائی یعقوب بن زمعہ[1] اس کی گھات میں تھا اور قلعے کے دروازے کے پاس ہی گھات لگائے ہوئے تھا۔ اور جونہی ہذیل بن ابی الصلت باہر نکلا تو زمعہ نے پکڑ کر قید کر لیا۔ پھر وہ اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آیا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ یہ میرے بھائی کا قاتل ہے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس پر اختیار دے دیا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔

قلعہ طائف میں مسلمانوں کے داخل ہونے کی کوشش

مسلمانوں نے قلعہ طائف میں داخل ہو کر اسے فتح کرنے کی سخت کوشش کی لیکن ثقیف کی مقاومت بڑی سخت تھی۔

---

[1] یعقوب بن زمعہ بن اسود۔ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت جعفر نے اسے صحابہ میں شامل کیا ہے۔ اور عبدالرزاق نے عمرو بن شعیب عن عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ شعب ابی وہب سے ایک گدھا نکلا جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑ لیا۔ اور تکبیر کہی۔ اور وہاں اسے کے بھائی یعقوب بن زمعہ نے غصب کر کے واپس کر دیا۔

اور قلعوں پر آگ ڈالتے اور انھیں کمزور کرنے کی کوشش میں، تاکہ انہیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا جاسکے۔ جیش نبوی نے منجنیق کو استعمال کیا۔ اور اس کے ذریعے مسلمانوں نے اہل طائف کے قلعوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے گولے پھینکے، تاکہ قلعوں میں جیش اسلامی کے داخل ہونے کیلئے فصیلوں کے شگافوں سے راستہ کھل جائے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ منجنیق کے ہتھیار نے طائف کے قلعوں پر خاطر خواہ اثر نہ کیا اور قلعے اور ان کے پھاٹک سلامت رہے۔ یہ قلعے اپنی جگہ کھڑے رہے اور وہ شہر پناہ نہ ٹوٹ سکی اور فوج کے لئے کچھ راستوں سے قلعوں میں عام فوج کے داخل ہونے کیلئے راستہ بنانے اور دشمن کی صفوں کو کمزور کرنے کیلئے ایک پیادہ دستہ نے کوشش کی، اور یہ پیادہ کوشش یہ تھی کہ فوج کے کچھ جوان دبابہ (جسے ٹینک نما کہا جا سکتا ہے) قلعے کی طرف ڈھالوں کے پیچھے چھپتے چھپاتے بڑھے، یہاں تک کہ اس کی فصیلوں تک پہنچ گئے اور انہوں نے ڈھالوں کی حفاظت کے فصیلوں میں سوراخ کرکے راستہ بنانے کی کوشش کی۔ تاکہ اسلامی فوج قلعے میں داخل ہو جائے اور وہاں اندر سے جنگ کی جدوجہد کی۔ کیونکہ مسلمانوں کو اس بات کا یقین تھا کہ جب وہ قلعے میں داخل ہوگئے اور انھیں ان کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کی پڑی تو وہ شہر پناہ پر غالب آجائیں گے۔

طائف کے قلعوں کے اردگرد گوکھرو بکھیرنا

اور دوسری جانب قلعوں کی جانب دشمن کی
(روکنے کے لئے) اسلامی فوج کی

مسلمانوں نے طائف کے قلعوں کے اردگرد گوکھرو بکھیر دیئے، اور مسلمانوں نے دشمن کی پیش قدمی کو روکنے کیلئے گوکھرو بکھیر دیئے۔ اور مسلمانوں نے دشمن کی پیش قدمی کو روکنے کیلئے گوکھرو کو بطور ایک وسیلے کے استعمال کیا۔ تاکہ جب دوسرے فریق جو قلعوں کی حفاظت اور تعینات کے بڑے قلعے میں سوراخ کرنے کے لئے نکلے تھے حملہ کرنے کی کوشش کریں گے تو وہ انہیں روک سکیں

قلعۂ ثقیف پہ دبابوں کے حملے کی ناکامی

مگر مسلمان دبابیوں نے قلعہ کی دیوار میں رستہ بنانے کی جو کوشش کی وہ ناکام ہو گئی، ثقیفیوں کو اس کوشش کا پتہ چل گیا۔ اور وہ بھاری وزنی اسلحہ سے مسلح تھے جن میں آگ پھینکنے والے آلات وغیرہ بھی تھے) جب انہوں نے ان دبابوں کے شگافوں پر جو قلعہ کی فصیلوں تک پہنچ گئے تھے۔ آگ پھینکنے والے آلات مسلط کر دیئے۔ اور انہوں نے ان شگافوں کو بھسم کر دیا جن کی حفاظت آتش گیر کرتے تھے۔ پس یہ دبابی بھاگ اٹھے اور ثقیفیوں نے انہیں نیچے تیروں اور پگھلے ہوئے ٹکڑوں کے ذریعہ اور ان میں سے بعض کو زخمی اور بعض کو قتل کر دیا۔ اس موقع پر مسلمان اسلامی پڑاؤ کی طرف واپس ہونے پر مجبور ہو گئے ۔

اور اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ ______ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منجنیق نصب کی۔ اور اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تو حضرت سلمان فارسیؓ نے آپ سے

ے سلمان فارسی کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ یہ سلمان الخیر کے نام سے مشہور تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ حضرت سلمان سے ان کے نسب کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں سلمان بن اسلام ہوں۔ اصل میں فارس کے رام ہرمز کے باشندے تھے۔ اسلام سے قبل آپ کا نام مابہ بن بوذخشان بن مورسلان بن بہبوذان بن فیروز بن سہرک تھا۔ اور آپ ملوک کی اولاد میں سے تھے۔ اور بلاد عرب میں آ گئے ملازمت کرنے کے خواہاں تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلام کی ہدایت سے سرفراز فرمایا اور سچے دین حنیف کی تلاش میں مدینہ منورہ آ گئے اور اسلام قبول کر لیا ان کے قبول اسلام کا قصہ بڑا عجیب ہے دیکھئے اسد الغابہ، استیعاب اور حلیۃ الاولیاء دیکھئے) حضرت سلمان عظیم صحابی تھے۔ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ آپ ہی کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سلمان منا اہل البیت، اور آپ ہی نے غزوہ کے وقت مدینہ کو بچانے کیلئے نبی پاک کو خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ (دیکھئے ہماری کتاب غزوۂ احزاب ... صفحہ ۱۲۳

عرض کیا: یا رسول اللہ، آپ منجنیق کو ان کے قلعے پر نصب کریں۔ ہم فارس کے علاقے میں منجنیقوں کو قلعوں پر نصب کرتے تھے اور دشمن بھی ہمارے خلاف انھیں قلعوں پر نصب کرتا ہے۔ اور ہم منجنیق کے ذریعے دشمن کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اور وہ بھی نقصان پہنچاتے ہیں۔ قیام لمبا ہو گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا انھوں نے اپنے ہاتھ سے منجنیق بنائی اور اسے قلعۂ طائف پر نصب کیا اور یہ اس منجنیق اور ٹینک کے علاوہ تھی جنھیں طفیل بن عمرو الدوسی لے کر آئے تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعے کے اردگرد گھیرا ڈال دیا اور مسلمان ٹینک کے نیچے داخل ہو گئے۔ اور وہ بیل کے چمڑے کا تھا۔ اور اس دن کو الشدخہ کہتے ہیں۔ دریافت کیا گیا کہ شدخہ کیا ہے؟ کہنے لگے جو مسلمان ان میں سے مقتول ہوئے تھے۔ وہ ٹینک کے نیچے داخل ہو گئے۔ پھر قلعے کی فصیل کو کھودنے کے لئے انھیں فصیل کے پاس لے گئے۔ بنی ثقیف نے ان پر آگ سے تپی ہوئی لوہے کی سلاخیں پھینکیں جنھوں نے ٹینک کو جلا دیا اور مسلمان ان کے نیچے سے باہر نکل گئے اور ان میں سے مقتول ہوئے تکلیف اٹھانی پڑی تکلیف اٹھائی۔ پھر ثقیف نے ان پر تیر اندازی کی۔ اور ان میں سے کچھ آدمی قتل ہو گئے۔[1]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۱ آپ کو بیت المال سے پانچ ہزار روپے ملا کرتا تھا۔ آپ سب وصول کر کے محتاجوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔ اور مدائن کا امیر ہوتے ہوئے بھی کھجور کے پتوں سے ٹوکریاں وغیرہ بناتے تھے اور انھیں بیچ کر اس کی قیمت سے کھانا کھاتے تھے۔ حضرت عثمان کی خلافت کے آخر ۳۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی بعض معاصر علما میں ابو عمر سے روایت ہے کہ حضرت سلمان ۲۵۰ برس زندہ رہے اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت سلمان حواری [illegible] میں سے تھے

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ [illegible] ، [illegible] جلد ۲ صفحہ ۹۲۴ - ۹۲۰

ثقیف کے بعض جانبازوں کا قلعے سے باہر نکلنا اور اسلام قبول کرنا

طائف کے محاصرہ کے دوران ثقیف والوں کے غلاموں میں سے چودہ پندرہ آدمی قلعے سے باہر نکلے اور مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو کر اسلام لے آئے اور اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کی کہ طائف کے عبید میں جو غلام قلعہ سے اتر کر ہمارے لشکر میں آ جائے گا وہ آزاد ہو جائے گا۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ جو غلام قلعہ سے اتر آئے گا وہ آزاد ہو گا۔ تو قلعہ سے چودہ پندرہ غلام باہر نکل آئے۔

ان میں منبعثؓ تھے ان کا نام المضطجع تھا۔ جب یہ آئے تو ان کا نام تبدیل کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام المنبعث رکھا۔ آپ عثمان بن عامر بن معتب کے غلام تھے۔ اسی طرح یحنس بن عقبہ بن ازرق بھی آئے اور یہ بنی کلدہ ثقفی کے غلام تھے، پھر بنی ہاشم کے حلیف ہو گئے۔ پس ابو بکرہ نے باہم ایک شدید نکاح

؎ ابو بکرہ کا نام نفیع بن حارث بن کلدہ ہے۔ حارث بن کلدہ کے غلام تھے۔ ابو بکرہ نے طائف کے محاصرہ کے دوران اسلام قبول کیا۔ اور آپ مشہور صحابہ میں سے تھے۔ حضرت ابو بکرہ بہت عبادت گزار تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راویان حدیث میں شامل ہیں۔ آپ ہی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں جنگ کریں اور ایک دوسرے کو قتل کرے تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہوں گے۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا ہے کہ بصرہ میں اصحاب رسول نے سکونت اختیار کی ہے ان میں عمران بن حصین اور ابو بکرہ سے افضل کوئی نہیں۔ حضرت ابو بکرہ کی وفات ۵۱ھ اور بعض کہتے ہیں کہ ۵۲ھ میں ہوئی۔ اپنی وصیت کی تھی کہ آپ کی نماز جنازہ حضرت ابو برزہ اسلمی پڑھائیں۔

؎ ان کا نام المضطجع تھا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام منبعث رکھا۔ آپ نے اسلام قبول کیا۔ اور بہت اچھے مسلمان ہو گئے۔

کیسان اور وردان بھی تھے جو عبداللہ بن ربیعہ ثقفی کے غلام تھے اور وہ فرات بن زہیر بن [illegible] کا دادا تھا۔ اور یحنس النبال تھے جو یسار بن مالک کے غلام تھے ان کا آقا بعد میں مسلمان ہو گیا تو حضرت نبی کریم نے ان کی ولاء اسے لوٹا دی — [illegible] ثقیف کے غلام تھے۔ ۔ ۔ ۔ اور ابراہیم بن جابر خرشہ ثقفی کے غلام تھے۔ اور یسار بن عبداللہ کے غلام تھے۔ انہوں نے اولاد نہیں چھوڑی۔ ابوبکرہ نفیع بن مسروح حارث بن کلدہ کے غلام تھے۔ اور ابوبکرہ کنیت کرتے تھے۔ چونکہ وہ قلعہ سے ایک چرخی میں اترے تھے ... اور نافع ابو السائب۔ غیلان بن سلمہ کے غلام تھے۔ بعد میں غیلان نے بھی اسلام قبول کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ولاء انہیں واپس کر دی۔ ۔ اور مرزوق عثمان کے غلام تھے۔ ان کی اولاد کوئی نہیں تھی۔

ان سب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا۔ اور ان میں سے ہر ایک آدمی کو مسلمانوں کے ایک آدمی کے حوالے کر دیا۔ وہ ان کی ضروریات کو پورا کرتا اور ان کی دیکھ بھال کرتا۔ ابوبکرہ کو حضرت عمرو بن سعید بن العاص، اور نافع کو حضرت خالد بن سعید اور وردان کو حضرت ابان بن سعید، اور یحنس النبال کو حضرت عثمان بن عفان، اور یسار بن مالک کو حضرت سعد بن عبادہ، اور ابراہیم بن جابر کو حضرت اسید بن الحضیر کے ساتھ ملا دیا گیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ انہیں قرآن و سنت کی تعلیم دیں۔ پس جب ثقیف نے اسلام قبول کیا، تو ان کے اشراف نے ان سے آزاد کردہ غلاموں کے بارے میں بات چیت کی جن میں حارث بن کلدہ بھی شامل تھے کہ انہیں غلامی میں واپس کر دیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔ اب ان تک پہنچنے کی کوئی راہ نہیں۔ اس بات سے اہل طائف کو بڑی تکلیف پہنچی۔ اور وہ اپنے غلاموں پر ناراض ہوئے، کیونکہ یہ بات ان پر بھاری تھی۔

سیرت ابن ہشام جلد [illegible] ص [illegible]، مغازی الواقدی [illegible]، طبقات [illegible] جلد [illegible] ص [illegible]

بھی آزاد اب اسلام کے فرزند تھے اور اس کی پناہ میں تھے اور اس نے ان کی تربیت بھی طرح پرورش کی۔ اور اسی نے ان میں سے، ان کے اور ان کے مالکوں کے حقوق برابر کرنے کے بعد ایسے آدمی بنائے جو نیکی کے راستوں کے چراغ اور ہدایت کی مشعل تھے۔ اور انہی میں سے تاریخ اسلام کے مشہور زاہد محدث حضرت ابوبکرہ صحابی بھی تھے

طائف میں غطفان کے سردار کی بری کارروائیاں

مورخین بیان کرتے ہیں کہ احمق مطاع

بنی غطفان کے سردار عیینہ بن حصن فزاری[1] کی حالت تھا، بھی جیش نبوی میں شامل تھا جس نے محاصرۂ طائف کی ذمہ داری لی تھی اور عیینہ نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا تھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں بھی شامل ہوا تھا۔ لیکن واقعات نے ثابت کر دیا (جیسا کہ مورخین نے بیان کیا ہے) کہ یہ بدو سردار (محاصرۂ طائف تک) ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر ایمان ابھی ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا تھا۔ اور یہ ایسے ہوا کہ جب اسے یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کا پلہ بھاری ہے اور دیگر عربوں میں سے جو لوگ شرک پر قائم رہ گئے ہیں ان کے مسلمانوں پر غالب آنے کی کوئی امید نہیں تو اس نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ اور صرف اسی کی بنا پر مسلمانوں میں شامل ہو گیا کہ یہ قیدیوں اور غنائم سے اپنا حصہ وصول کرے گا۔

اور ہم نے جو بات بیان کی ہے اس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دنوں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے آغاز میں عربوں نے ارتداد اختیار کیا تو احمق مطاع عیینہ بن حصن اس تباہ کن فتنے کے لیڈروں میں سے ایک تھا۔ اور اسی عیینہ بن حصن فزاری نے طلیحہ بن خویلد کے ساتھ شامل ہو کر مسلمانوں کے خلاف بڑے خطرناک فیصلہ کن معرکوں میں حصہ لیا... اور غطفانی سردار کے رسول کریم

---

[1] عیینہ بن حصن کے حالات ہماری کتاب "غزوۂ خندق" جلد ۲ میں دیکھیے۔

نے اپنے جنگی اوزار بھی ادھار دیے اور ان سے بھی استعمال کیا۔ کیونکہ یہ ایک معاہد سردار تھا اور قبیلہ سے بہت بڑا بزرگ اس کے پیچھے تھے۔ فتح مکہ کے روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے عیینہ آپ کے بائیں جانب اور بنو تمیم کا سردار اقرع بن حابس آپ کی دائیں جانب تھا۔ اور اسی عیینہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی غنائم سے ایک سو اونٹ عطا کیا تھا۔ اس نے محاصرہ طائف کے دوران اسلام اور اسلام کی اس فوج کے خلاف جو طائف کا محاصرہ کئے ہوئے تھی۔ جو سازش کی وہ اس کی ایک بڑی کاسہ لیسی کی اور ثابت کر دیتی ہے کہ بظاہر مسلمانوں کے ساتھ تھا اس کا باطن مشرکین کے ساتھ ہے۔

کتب سیر و مغازی میں بیان آیا ہے کہ عیینہ بن حصن نے طائف کے محاصرہ کی بے قاعدہ طور پر لڑائی دیکھ کر جب اس نے اسلامی فوج میں ایک طالب ترکیب کی طرح معلوم کر لیا کہ فوج طائف کے قلعوں کی دیوار سے مضبوطی کے باعث ان میں داخل نہیں ہو سکی تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثقیف کے ساتھ گفتگو کرنے کی اجازت طلب کی۔ اور پھر وہ خود گیا تا کہ اسلامی فوج سے مذاکرات کر سکے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان سے گفتگو کروں تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دے دی۔ پس وہ ان کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کیا میں تم کے ساتھ قریب آؤں؟ انہوں نے جواب دے دیا۔ اور ابو محجن نے دے دیا ہوں کہا قریب آ جا تو وہ قریب ہو گیا۔ پھر اس نے ثقیف سے ان کے قلعے میں جانے کی اجازت طلب کی۔ تو انہوں نے اسے اجازت دے دی۔

پس جب وہ قلعے میں ان کے ساتھ مل گیا تو بجائے اس کے کہ انہیں دعوت اسلام دے یا انہیں مصالحت کرنے کا مشورہ دیتا تو اس نے انہیں مسلمانوں کی طاقت جان لینے پر سمجھایا اور ان کے سامنے مسلمانوں کی حقیقت حال کو واضح کیا کہ وہ ان کا محاصرہ جاری رکھنے کی سکت نہیں رکھتے۔ علاوہ ازیں اس نے ثقیف کی اس حسن تدبیر

پر فوقیت کا اظہار تھا۔ جس نے جیش اسلامی کے مقابلہ میں ظاہر کی تھی اور جس نے حنین والوں کی
کمی فتح کی جنگ کو مختصر کرنے سے عاجز کر دیا تھا۔

عیینہ نے ثقیف سے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، قسم بخدا میں نے جو کچھ تم سے دیکھا ہے اس نے مجھے خوش کر دیا ہے۔ خدا کی قسم! کاش عرب میں تمہارے سوا کوئی دوسرا نہ ہوتا۔ خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تم جیسے دشمن سے کبھی جنگ نہیں کی۔ اب وہ تو اکتا گئے ہیں۔ اپنے قلعے میں ڈٹے رہو۔ تمہارا قلعہ مضبوط ہے اور تمہارے ہتھیار بہت ہیں اور تمہارا پانی مسلسل بہنے والا ہے۔ اور تمہیں اس کے قطع ہونے کا خوف نہیں۔۔ پھر وہ باہر چلا گیا۔ پس جب وہ نکلا تو ثقیف نے ابی محجن سے کہا: ہم اس کی آمد کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور ہمیں خدشہ ہے کہ اگر یہ منع جاری یا ہمارے قلعے کی کسی کمزوری کو دیکھ پاتا تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آگاہ کر دیتا۔ ابو محجن نے کہا: میں اسے جانتا ہوں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے مخالف ہے تو وہ ان پر تنقید کرنے والا نہیں ہے[1]۔

اور جب عیینہ بن حصن مسلمانوں کے لشکر کی طرف آیا تو اس نے انہیں قلعے سے اور ان کے متعلق مختلف بیان کرنے کی کوشش کی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ انہیں ... میں ڈال دے کہ اس نے ترغیب کیا تھی جانے کے بارے میں دشمن سے جا ملنے کا مشورہ دیا ہے۔ اس لئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قلعوں میں داخل ہوئے بغیر واپس لوٹ جائیں گے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ کو ٹوکا ہے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو عیینہ کی منافقانہ حالت سے مطلع کر دیا ہے اور اس نے بھی جھوٹ بولا ہے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ سے دریافت کیا کہ تو نے انہیں کیا کہا

---

[1] مغازی واقدی صفحہ ۹۲۹ جلد ۳ ... سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ... امتاع الاسماع جلد ۱ صفحہ ۲۹

محمد نے تم کو بخش دیا۔ میں نے انہیں کہا کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ اور قسم بخدا جب تک تم مسلمان نہ ہو گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے حق میں کچھ نہ کریں گے۔ پس تم اپنی جانوں کے متعلق امان حاصل کرو ورنہ تم سے پہلے بھی [illegible] خیبر والوں کے حق میں [illegible] ہیں جو زندہ ہیں [illegible] والے تھے انہوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار کئے رکھا۔ اور جب وہ اپنی بات سے فارغ ہوا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے جھوٹ بولا ہے۔ تو نے انہیں فلاں فلاں بات کہی ہے تو وہ شرمندہ ہو گیا۔ اور [illegible] تھے انہیں اللہ سے بخشش کا طلب گار ہوں۔ حضرت عمر بن الخطاب نے رسول کریم صلی اللہ سے عطا [illegible] کے بارے میں قتل کا حکم نافذ کیا جائے کیونکہ اس نے عظیم غدر کیا ہے۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن کردوں۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے مشورے کا جواب نہ دیا [illegible] کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں۔

اور حضرت ابوبکر صدیق نے اس [illegible] شخص پاس سے [illegible] کی روایت ہے جب خیبر [illegible] باطن میں [illegible] لوٹا آتا ہے تو نبی [illegible] خیبر کے [illegible] تم [illegible] اور [illegible] تلوار کے ساتھ ہم سے جنگ کرتا تھا پھر وہ مسلمان ہو گیا ہے [illegible] اور ہمارے دشمن [illegible] خلاف [illegible] سکتا ہے۔ [illegible] اس سے استغفار کیا [illegible] کی طرف متوجہ ہو [illegible] دوبارہ کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ اور اس [illegible] خلفائے [illegible] کی سوانح [illegible] میں [illegible] اس واقعہ کا اثبات کرتی ہیں [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] اسلام سے جنگ کرنے کیلئے سب سے پہلے [illegible] کی اس [illegible] اپنی قوم [illegible] اسے قتل کر دیا [illegible] وہ [illegible] ہو گئے [illegible] کے [illegible] کر دیا گیا۔ [illegible] اسلامی فوج کی اکثریت کے غائب [illegible]

[illegible] جلد [illegible] ص ۲۲۸

ہو گئے تو ایک حضرت سلامہ بن زبیر کی کمان میں شام سے عیینہ پر کھڑے تھے لیکن طلیحہ لوگوں نے مزید کے جانب شمال کی صورت سے اس گلے کی ایک بہادر عیینہ بن حصن کو ان مرتدین میں حتی نقصان کر رہا تھا۔ رکھ دیا۔ اور جب حضرت خالد بن ولید کی کمان میں مسلمانوں اور طلیحہ بن خویلد اسدی کے درمیان معرکہ ہوا تو عیینہ طلیحہ کی مرتد جماعت کا سالار تھا اور بزاخہ میں تمام مرتدین کی کمان ملی ہوئی تھی اور جب طلیحہ شکست کھا کر بھاگا تو عیینہ کے بیٹے اسے پکڑ کر لے گئے اور ان سے یہ کہہ کر حضرت ... گئے کیا اسلام سے مرتد ہو گئے اور وہ انہیں کہا۔ خدا کی قسم اسلام نے میرے دل کو نہیں چھوڑا۔ یہاں تک کہ میں اس سے نکل گیا۔ اہل تحقیق نے عیینہ بن حصن کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ ان کے ارتداد کے لیے دوسروں کی طرح قتل کا حکم جاری ہوا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ اسلام لایا اور توبہ کی اور جب خلیفہ صدیقؓ نے اسے معاف کر دیا تو وہ بہت اچھا مسلمان بن گیا۔

واللہ اعلم بالصواب

حضرت خالد بن ولید کا مبارزت طلب کرنا

مؤرخین نے کہا ہے کہ طائف کے معرکہ طائف کے دوران

محاصرہ کے دنوں کے دوران حضرت خالد بن ولید نے میدان میں نکل کر ثقیف کے جوانوں کو چیلنج کیا۔ اور ان سے مبارزت طلب کی۔ لیکن وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گئے۔ اور ان میں سے کوئی ایک آدمی بھی قلعے سے باہر نہ نکلا۔ حضرت خالد نے للکارا۔ کون مقابلہ کرے گا۔ مگر ثقیف کا کوئی آدمی آپ کے مقابلہ پر نہ آیا۔ اور وہ اپنے قلعے کی فصیل اور برجوں کے پیچھے ہے اور آپ نے مبارزت طلب کرتے للکارا۔ مگر کوئی شخص آپ کے مقابلہ میں نہ آیا۔

پھر آپ نے ثقیف کا سردار اور لیڈر عبد یالیل کھڑا ہوا۔ اور اس نے حضرت خالد کو آواز دی اور بتایا کہ ثقیف کا کوئی آدمی ہرگز آپ کے مقابلے میں باہر نہ نکلے گا

اور وہ اپنے قلعوں میں محفوظ رہنے کو بہتر خیال کرتے ہیں۔ اس نے کہا۔
ہم میں سے کوئی آدمی آپ کے مقابلے میں نہیں اُترے گا بلکہ ہم اپنے قلعہ میں مقیم رہیں گے اور اس میں اتنا کھانا موجود ہے جو سالوں تک ہماری کفالت کرے گا۔ اگر آپ اس کھانے کے ختم ہونے تک ٹھہر سکتے ہیں تو ہم سب اپنی تلواروں کے ساتھ تمہارے مقابلے میں نکلیں گے یہاں تک کہ ہمارا آخری آدمی تک مر جائے گا[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باغات کو تلف کرنے کا حکم دینا اور پھر اس سے رُکنا

مسلمانوں نے طائف کی فصیلوں میں داخل ہونے اور اس کے قلعوں کو فتح کرنے کے لئے جدوجہد کوششیں کیں اور مختلف وسائل کو اپنایا تاکہ جنگی مشقتیں کم ہو جائیں اور بڑے بڑے پتھروں کو پھینکنے والے آلات سے ان پر گولہ باری کی اسی طرح ان میں سے فدائیوں کا ایک دستہ ٹینکوں کی حفاظت میں فصیلوں میں سوراخ کرنے اور راستے کھولنے کے لئے بڑھا تاکہ ان سے اسلامی فوج داخل ہو جائے مگر انہیں کامیابی نہ ہوئی اور ثقیف کے قلعے مسلمانوں کے سامنے چٹان کی طرح کھڑے رہے۔ ان میں سے کوئی آدمی قلعے سے باہر نہیں نکلتا تھا۔ بلکہ وہ محاصرہ کرنے والے مسلمانوں پر تیر اندازی کرنے اور تیر پھینکنے کو ہی کافی سمجھتے تھے تاکہ مسلمان جس بھاری اسلحہ کو فصیلوں پر حملہ کرنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ اسے جلا دیں جیسا کہ انہوں نے ان ٹینکوں پر آگ پھینکی تھی جو چمڑے کے تھے ان فدائیوں نے قلعے کی فصیلوں پر حملہ کرنے کے لئے کام کیا تھا۔ جب انہوں نے انہیں جلا دیا۔ اور بعض فدائیوں کو بھی زخمی کر دیا۔

بعض مورخین کا بیان ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعہ طائف

---

[1] سیرت حلبیہ

طرح کہ اگر دشمن دیکھیں تو آپ نے ان کو پریشان کرنے اور انھیں قلعوں سے نکلنے پر مجبور کرنے کے لئے ان کی مزروعات کے تلف کرنے سے رک گئے۔ اور بعض کا بیان ہے کہ آپ نے ثقیف کی بعض مزروعات کو تلف کر دیا اور پھر اتلاف کو روکنے کا حکم دے دیا۔

اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں بیان کیا ہے کہ جب محاصرہ لمبا ہو گیا اور آپ کے متعدد اصحاب قتل ہو گئے تو آپ نے ثقیف کے انگوروں کو کاٹنے کا حکم دے دیا تو لوگ انھیں کاٹنے لگے۔

اور بعض مورخین کا بیان ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کی مزروعات کو کاٹنے کا حکم دے دیا تو حضرت عمر بن الخطاب نے سفیان بن عبداللہ ثقفی کو آواز دی: خدا کی قسم ہم تمہارے میلوں تک کے انگوروں کو ضرور قطع کریں گے۔ تو سفیان نے کہا: تب بھی تم پانی اور مٹی کو تو نہیں لے جا سکتے نہیں۔ جب سفیان نے دیکھا تو پکارا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمارے اموال کو کیوں کاٹتے ہیں؟ آپ ہم پر غالب آ گئے تو آپ انھیں لے لیں گے اور یا آپ انھیں اللہ یا رشتہ داری کے تعلق کے لئے چھوڑ دیں۔ جیسا بھی آپ خیال کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں انھیں اللہ اور رشتہ داری کی خاطر چھوڑ دیتا ہوں۔

اسی طرح جیش اسلامی میں سے دو آدمیوں ابو سفیان بن حرب اور مغیرہ

---

[۱] سیرت حلبیہ

[۲] المواہب میں بیان ہوا ہے کہ وہ رشتہ داری یہ تھی کہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نانی ثقفیہ تھی وہ یوں کہ آپ کی والدہ حضرت آمنہ کی ماں برہ بنت عبدالعزیٰ تھی اور عبدالعزیٰ کی ماں ام حبیب بنت اسد تھی۔ اور اسد کی ماں برہ بنت عوف تھی اور ان کی ماں قلابہ بنت حارث تھی اور قلابہ کی ماں ہند بنت یربوع ثقیف میں سے تھی۔

بن شعبہ ثقفی نے ثقیف کی جانب پکار کر کہا امان دو تاکہ ہم گفتگو کریں۔ پس ان دونوں کو ثقیف نے امان دی تو وہ دونوں قلعہ کے قریب ہو گئے تب انھوں نے قریش کی عورتوں کو آوازیں دیں جو قلعے میں تھیں اور یہ قیدی بننے سے ڈرتی تھیں اور ان میں ابو سفیان بن حرب کی بیٹی بھی تھی جو عروہ بن مسعود کی بیوی تھی اور اس سے ایک ہاں ایک بیٹا بھی تھا جس کا نام داؤد بن عروہ تھا۔ اور سعید بن تعب کی بیٹی الفراسیہ بھی تھی۔ جو قارب بن اسود[1] کی بیوی تھی۔ جس سے اس کا بیٹا عبدالرحمٰن بن قارب تھا اور ایک اور عورت بھی تھی۔ انہوں نے باہر نکلنے سے انکار کر دیا۔

پھر جب انہوں نے ان دونوں کی بات نہ مانی تو اسود بن مسعود نے ان دونوں سے کہا "اے ابو سفیان اور مغیرہؓ کیا ہم تمہیں اس بات سے بہتر بات نہ بتائیں جو تم لائے ہو؟ بنی الاسود کا مال جہاں ہے تم جانتے ہی ہو۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اور طائف کے درمیان "عقیق" نامی وادی میں آ ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور طائف میں اس سے زیادہ آباد اور عمارت پوری کرنے والا مال اور کوئی نہ تھا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] قارب بن اسود بن مسعود بن معتب مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف الثقفی اور ثقیف کے وفد [illegible] عروہ بن مسعود کا بھتیجا تھا۔ [illegible] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔ احلاف کا جھنڈا اس کے پاس تھا۔ احلاف سے مراد [illegible] ثقیف کا ایک قبیلہ ہے جو ثقیف کے دو حصے ہیں ایک بنو مالک دوسرے احلاف یہ قارب ثقیف کے معززین میں سے تھا۔ ابن حجر نے [illegible] ثقیف کے وفد بھیجنے سے قبل مسلمان ہو گیا [illegible] ثقیف نے عروہ بن مسعود کو اس وقت قتل کر دیا تھا جب اس نے ثقیف کو اسلام کی دعوت دی تب قارب اور ذوالخمار بن عروہ نے [illegible] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اسلام قبول کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے فرمایا جس سے تم چاہو دوستی کرو۔ ان دونوں نے جواب دیا۔ ہم اللہ اور اس کے رسول کے دوست ہیں اور ثقیف کے بت لات کے توڑنے میں قارب بن اسود بھی شریک تھا۔

اسے قتل کر دیا ہے۔ اور نہ کبھی یاد رکھو۔ پھر آپ دونوں ان سے بات کریں کہ وہ اس ماں کو بچے لئے ہیں اور باپ کے اللہ اور رشتہ داری کی خاطر چھوڑ دیں۔ کیونکہ باپ ابوسفیان کے درمیان تعلقات قرابت پائے جاتے ہیں جو کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ جب ان دونوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بجیر کو چھوڑ دیا۔

طائف سے محاصرہ اٹھانا

طائف کے قلعوں میں داخل ہونے اور انہیں فتح کرنے کیلئے جیش اسلامی نے بہت کوششیں کیں۔ لیکن وہ قلعے بہت مضبوط اور محفوظ تھے اور لڑائی بھی مقابلہ کی طاقت رکھتے تھے۔ اور ثقیف ان کا دفاع کر رہے تھے۔ اور وہ غذائی مواد جمع کر چکے تھے جو سال بھر تک ختم نہ ہوتا تھا۔ طویل محاصرے کیلئے تیار ہو چکے تھے۔ کنوؤں اور چشموں کا پانی بھی ان کے پاس وافر تھا۔ اور مسلمان کھلے میدان میں کھلے پڑے تھے۔ ثقیفیوں کے بیوی بچے محفوظ اپنے شہروں میں تھے اور اپنے قلعوں میں قلعہ بند تھے۔ وہاں کے ان وسائل بھی ان کے پاس تھے۔ اور اسلامی فوج نے طائف کی مضبوط، بلند اور محفوظ فصیلوں میں داخل ہونے کے لئے بڑی بڑی مشقت کی کوششیں کیں۔ انہوں نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ اور باہر تیر برسانے اور پتھر پھینکنے اور گرم تیر پھینک کر اور آگ پھینکنے والے سب ہی حربے استعمال کر کے ان کی مدافعت کر رہے تھے۔

طائف کی فتح کے لئے مسلمانوں نے مسلسل پندرہ روز تک کوششیں کیں۔ ایک دوسری روایت کا بیان ہے کہ محاصرہ بیس روز سے بھی زیادہ دن تک رہا۔[1] اور مسلمانوں نے طائف کی فتح کی کوشش میں اپنے بارہ آدمی شہید کروائے[2] جبکہ اس کے مقابل مشرکین

---

[1] البدایہ والنہایہ [illegible] مغازی الواقدی [illegible]

[2] سیرت ابن ہشام [illegible]

قیدیوں کے علاوہ صرف بارہ آدمی کام آ گئے۔ ان دونوں غزوات میں مسلمانوں نے محاصرے کے دوران قتل ہوئے تھے اور مسلمانوں کے تمام شہداء ثقیف کے تیروں سے زخمی ہوئے۔ جنہیں وہ برجوں اور فصیلوں سے ان پر پھینکتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ جاری رکھنے یا توڑنے کے بارے میں ماہرین سے مشورہ

جب محاصرہ طائف پندرہ یا بیس دن گزر گئے اور مسلمانوں کو ثقیف کے حصار میں کوئی شگاف نظر نہ آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر میں موجود اپنے بڑے بڑے تجربہ کار ماہرین کے ساتھ اس معاملے کے متعلق غور و خوض کیا کہ کیا طائف کا محاصرہ جاری رکھنا مفید رہے گا یا اسے توڑنا بہتر رہے گا۔

ان مشوروں کے اختتام پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے قائل ہو گئے کہ محاصرے کو جاری رکھنا مصالح اسلامی کے مفاد میں نہیں ہے۔ اس لئے آپ نے طائف کا محاصرہ توڑنے اور ثقیف کو اپنی حالت پر چھوڑ کر واپس جانے کا فیصلہ کر لیا تاکہ اللہ تعالیٰ خود انہیں مسلمانوں کے قبضے میں دے دے۔ وہ خود آ کر آپ کی اطاعت قبول کر لیں۔ اور ان عرب عناصر میں شامل ہو جائیں جو سب سے آخر میں داخل ہو چکے ہیں، اسلام میں داخل ہو جائیں۔

بعض آثار میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ثقیف کے بارے میں آپ کو اجازت نہیں دی۔ (یعنی طاقت سے ان پر حملہ کرنے کی)

اور ایک حدیث میں ہے کہ خولہ بنت حکیم بن امیہ سلمیہ نے جو حضرت عثمان کی بیوی تھیں، کہا: یا رسول اللہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو فتح دے تو مجھے بادیہ بنت غیلان

بنت مسعود بن سلمہ یا فارعہ بنت عقیل کے زیورات عنایت فرما دیں ۔ اور یہ ثقیف کی بڑی زیور والی عورتیں تھیں ۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا "اے خویلہ مجھے ثقیف کے بارے میں اجازت نہیں ملی ۔"

اور خویلہ نے اس بات کا ذکر حضرت عمر بن الخطابؓ سے کیا ۔ تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا یا رسول اللہ آپ نے خویلہ سے کیا بات کی ہے؟ میرا خیال ہے آپ نے یہ بات اسے کہی تھی ۔ فرمایا وہ بات کہی ہے ۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا آپ کو ان کے بارے میں اجازت نہیں ملی ؟ آپ نے فرمایا نہیں ۔

حضرت عمرؓ نے کہا کیا میں کوچ کا اعلان نہ کر دوں ۔ ؟

آپ نے فرمایا "ہاں" اور حضرت عمرؓ نے کوچ کا اعلان کر دیا ۔[1]

اسی طرح ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا جس نے اس بات کی وضاحت کر دی کہ آپ ثقیف سے جو بات حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ آپ کو حاصل نہ ہوگی ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا "میں نے دیکھا کہ مجھے ایک مکھن کا بھرا ہوا پیالہ دیا گیا ہے اور اسے مرغ نے چونچ ماری ہے اور جو کچھ اس میں تھا اسے گرا دیا ہے ۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ میرا خیال ہے کہ اس وقت آپ جو کچھ ان سے حاصل کرنا چاہتے ہیں آپ اسے حاصل نہیں کر سکیں گے" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا بھی یہی خیال ہے ۔[2]

اور اصحاب مغازی نے بیان کیا ہے کہ جب مسلمانوں کے لئے طائف کی فتح دشوار ہو گئی تو اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے محاصرے کے بارے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ ص ۱۲۸ ۔ مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۳۶ امتاع الاسماع جلد ۱ ص ۴۱۵ السیرۃ الحلبیہ جلد ۳ ص ۱۲۲ ۔

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۳۶ سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ ص ۱۲۵ امتاع الاسماع جلد ۱ ص ۴۱۵

[illegible] آپ کو کیا ہو گیا ہے تو حضرت [illegible] نے عرض کیا یا رسول اللہ لوگ بڑی مصیبت میں گھس گئے ہیں اگر آپ ان کی تلاش میں نکلے تو [illegible] پکڑ لیں گے اور اگر آپ نے ان کو چھوڑ دیا تو آپ کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

حضرت عمر بن الخطاب اور ابو سفیان کے درمیان نوک جھونک

مورخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر [illegible] اور ابو سفیان بن حرب کے درمیان [illegible] ان دونوں [illegible] مکالمہ ہوا تھا۔ ابو سفیان نے [illegible] پر چڑھ کر زور سے آواز دی۔ اے فلاں بن فلاں [illegible] خدا کی قسم [illegible] [illegible] نہیں پڑا ہے [illegible] [illegible] [illegible] اور [illegible] نہیں کریں گے۔ اور [illegible] کو [illegible] بتایا ہے۔

حضرت عمر [illegible] نے آواز دی اے ابن حرب خدا کی قسم [illegible] [illegible] [illegible] گا۔ اور [illegible] [illegible]۔

ابو سفیان نے کہا اے ابن خطاب اگر [illegible] [illegible] اور [illegible] [illegible] پیدا کرے گی۔ حضرت عمر نے کہا [illegible] [illegible] نہیں پاتے گا [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

تھا تو ان نے اسے [illegible] کہا گیا۔

[illegible] ان کا دل [illegible] [illegible]

پر تیر برسنے لگے تو لوٹ رہے تھے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف فتح کرنے کی اجازت نہیں ملی۔ حضرت عمرؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے یہ بات کہی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! تو حضرت عمرؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! آپ کو طائف فتح کرنے کی اجازت نہیں ملی؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔[1]

رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے [illegible]

طائف کا محاصرہ توڑنے پر جیشِ نبوی کی برافروختگی

اصحاب کے ساتھ محاصرہ طائف جاری رکھنے یا [illegible] کے بارے میں مشورہ کیا تو جب اور مشورے کے بعد محاصرہ طائف کے جاری رکھنے کے [illegible] کے بعد آپ نے محاصرہ توڑنے کا فیصلہ کیا۔ درحقیقت آپ ثقیف کو ان کے قلعوں میں محصور چھوڑتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی سے [illegible] اسلام میں داخل ہونے کی توفیق دے گا۔ [illegible] مکہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیتے ہوئے، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے [illegible] حضرت عمر بن الخطاب کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بتا دیں کہ آپ نے طائف کے محاصرے کو توڑنے کا فیصلہ کیا ہے، پھر لوگوں میں کوچ کا اعلان کر دیں اور حضرت عمرؓ نے فرمانِ نبوی کے مطابق عمل کیا۔

وہ جیشِ نبوی کے عوام نے یہ بات سنی اور ثقیف کو اپنے قلعوں میں [illegible] اور کوچ کرنے کے احکام سنے تو جیش میں برافروختگی کے کچھ آثار پیدا ہوئے۔ اور [illegible] کی [illegible] سے [illegible] کا مظاہرہ کیا۔ [illegible] لوگوں نے بعض [illegible] غصے کا اظہار کیا اور کہنے لگے ہم ثقیف کو چھوڑ کر [illegible] چلے جائیں۔ حالانکہ [illegible] نے مقابلے میں بہت [illegible]

---

[1] مغازی [illegible] جلد ۱ ص [illegible]

محاصرہ سے واپسی پر اعتراض کرتے ہوئے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے پاس گئے۔ فلاں فلاں کے سبب یہ واضح ہو رہا ہے محاصرہ ختم کیا۔ ان صحابہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو وزیروں سے مطالبہ کیا کہ وہ آپ سے ثقیف کے محاصرہ کے بارے میں گفتگو کریں، یہاں تک کہ ثقیف ذلیل ہو کر اطاعت کر لیں۔

اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے محاصرہ کے خاتمہ کی باتیں بتا کے انہیں محاصرہ ترک کرنے پر رضامند کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ان صحابہ نے اصرار کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ثقیف سے جنگ جاری رکھیں۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مطالبہ سے ناراض نہیں ہوئے بلکہ آپ نے اس مطالبہ کو سنا اور آپ نے ان لوگوں کے حکم کے بعد ثقیف پر دوبارہ حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اور جب مسلمانوں اور ثقیف کے درمیان از سر نو جنگ چھڑ گئی اور ثقیف جیسا کہ معلوم ہی ہے اپنے قلعوں میں قلعہ بند تھے اور مسلمان کھلے میدان میں تھے۔ پس ثقیف نے قلعوں سے ان پر تیر اندازی کی۔ اور جب اسلامی لشکر کے دو طرف سے بچنے کی کوئی صورت نہ رہی۔ بہت سے زخمی ہوئے۔ اور اس وقت ان صحابہ نے تسلیم کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے قلعوں سے محاصرہ توڑنے کا جو حکم دیا تھا وہی درست تھا۔

واپسی اور واپسی کی بابت حضرت عمرؓ کی تجویز: واقدی یہ بھی معاہدہ کے ظہور کا یہ معاہدہ سے مروی ہے اور واپسی اور محاصرہ توڑنے کی تجویز کی بابت گفتگو کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا — کیا آپ کو ثقیف کے بارے میں اجازت نہیں ملی؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ حضرت عمر نے عرض کیا — کیا ... میں لوگوں میں کوچ کا اعلان نہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں۔

پس حضرت عمر نے کوچ کا اعلان کر دیا۔ اور مسلمان باتیں کرنے لگے اور ایک دوسرے

کے پاس جا کر کہتے تھے ہم طائف کو فتح کئے بغیر نہیں جائیں گے جب تک اللہ ہمیں فتح نہ دے ہم پیچھا کرتے رہیں گے اور قسم خدا کی ہم نے کہا: دشمنوں کی جن قوموں سے جنگ کی ہے، یہ ان سے بہت کمزور اور قلیل ہیں، پس اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو منتشر کر دیا۔ اور یہ لومڑی کی بھٹ کے لیے ہیں اگر ہم نے ان کا محاصرہ کیا تو یہ اپنے قلعہ میں ہی مر جائیں گے۔

پس ان کے درمیان بہت اختلاف ہوا۔ اور بہت باتیں ہوئیں۔ اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس جا کر بات چیت کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ پر آسمان سے امر الٰہی نازل ہوتا ہے۔ تو انہوں نے حضرت عمرؓ سے بات کی، مگر انہوں نے ان کی بات کو قبول نہ کیا۔ اور فرمایا: تم نے حدیبیہ دیکھا ہے، اور مجھے ایسا شک پیدا ہوا تھا جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور میں نے اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی باتیں کیں، کاش میں ایسا نہ کرتا۔ اور آپ نے جو کچھ کیا اس میں بلاشبہ اللہ کی طرف سے بھلائی تھی اور صلح حدیبیہ میں۔ اتنی بڑی جو فتح حاصل ہوئی تھی اس سے بڑھ کر لوگوں کے لئے اور کوئی فتح زمانہ میں نہیں ہوئی۔ اور میں نے اسلام میں اتنے آدمی داخل ہوتے جتنے آدمی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے روز سے لیکر معاہدہ لکھنے تک داخل ہوئے تھے اتنے ہی اس سال داخل ہوئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا ہے اس میں بھلائی ہے۔ اور میں کبھی بھی آپ سے اس بارے میں گفتگو نہیں کروں گا۔ اور اللہ کا حکم ہی مقدم ہے اور جو چاہتا ہے اپنے نبی کی طرف وحی کرتا ہے۔

اور واقدی ایک دوسری جگہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ثقیف کے ساتھ دوبارہ جنگ کرنے کے بارے میں، بنی نوفل کے مشورہ کرنے ... اے عثمان کی

[illegible]

بات بیان کرتے ہیں: محاصرہ کرتے اور ثقیفیوں کے تیروں سے بے شمار زخم کھانے کے بعد معاملہ مزید طوالت پکڑ کے محاصرہ توڑنے کے فیصلہ کو سمجھنے کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتا ہے

مجھے کثیر بن زید نے ولید بن رباح سے اس نے حضرت ابوہریرہ سے بتایا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ثقیف کے محاصرہ پر پندرہ دن گزر گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوفل بن معاویہ الدیلی سے مشورہ لیا اور فرمایا

"اے نوفل! تمہاری کیا رائے ہے۔ نوفل نے کہا "یا رسول اللہ! لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے۔ اگر آپ نگرانی کرتے رہے تو اسے پکڑ لیں گے اور اگر آپ نے اسے چھوڑ دیا تو وہ آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔"

حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف کے فتح ہونے کی اجازت نہیں ملی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو لوگوں میں کوچ کے اعلان کرنے کا حکم دیا۔ لوگ شور و غل کرنے لگے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صبح کو جنگ پر چلو"۔ پس وہ صبح کو جنگ پر گئے تو مسلمانوں کو بہت زخم آئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انشاء اللہ ہم واپس جانے والے ہیں" تو لوگ اس بات سے خوش ہو گئے اور فرمانبرداری اختیار کر لی۔ اور کوچ کرنے لگے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔[1]

عیینہ بن حصن کا ثقیف پر فخر کرنا اور حضرت عمرو بن العاص کا اسے ڈانٹنا

اور جب مسلمان طائف کا محاصرہ چھوڑ کر اور کوچ کرنے لگے تو سعید بن عبید بن اسید بن عمرو بن علاج ثقفی نے آواز دے کر کہا "آگاہ ہو قبیلہ ثقیف ٹھہرا ہوا ہے" تو عیینہ بن حصن نے ثقیف کی مقاومت پر تعجب کرتے ہوئے کہا "بے شک خدا کی قسم وہ بزرگ اور کریم لوگ ہیں۔

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ [illegible]

تو حضرت عمرو بن العاص نے اسے کہا۔ اللہ تیرا ستیاناس کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچنے والی مشرک قوم کی تعریف کرتا ہے اور تو اس کی مدد کرنے آیا ہے عیینہ نے کہا، خدا کی قسم میں آپ لوگوں کے ساتھ ثقیف سے لڑنے نہیں آیا۔ بلکہ میں نے چاہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم طائف کو فتح کریں اور میں ثقیف کی ایک لڑکی حاصل کروں اور اس سے وطی کروں شاید وہ میرے لئے کسی بچے کو جنم دے کیونکہ ثقیف برکت والی قوم ہے اور ایک روایت میں ہے کہ عقلمند اور مبارک قوم ہے۔

حضرت عمرو نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ السلام کو عیینہ کی بات کی اطلاع دی تو آپ مسکرا دیئے اور عیینہ بن حصن کی اس ناپسندیدہ بات کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہ کی۔ بلکہ عیینہ جو کچھ کہتا تھا، اس کے جواب میں صرف اتنا فرمایا کہ یہ احمق مطاع ہے[لہ]

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف سے کچھ حاصل کئے بغیر محاصرہ اٹھا دیا اور وہ اپنے شہر پر قائم رہے، یہاں تک کہ ان کے اردگرد پڑوسی علاقوں کے رہنے والے تمام قبائل مسلمان ہو گئے۔ پس انہوں نے اپنے آپ کو محاصرے کی سی حالت میں پایا۔ وہ تنگی محسوس کرنے لگے۔ ان کے اردگرد ماحول دشمنانہ تھا۔ جو ہر جانب سے ان کا گھیراؤ کئے ہوئے تھا۔ پس وہ اسلام میں داخل ہونے پر مجبور ہو گئے۔ اور ان میں سے ایک وفد نے مدینہ جا کر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ یہ بعد کا واقعہ ہے۔

ثقیف کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ توڑا، اور واپس چلے گئے تو آپ کے بعض اصحاب نے خواہش کی کہ آپ ثقیف کیلئے بددعا کریں۔ مگر آپ نے اس کے برعکس ان کی ہدایت کیلئے اللہ سے دعا کی۔

[لہ] مغازی الواقدی ص۹۲۳، سیرۃ ابن ہشام جلد۴ [illegible]

ترمذی نے عبداللہ بن عثمان بن خثیم کی حدیث سے جو ابی الزبیر اور جابر سے مروی ہے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ ثقیف کے تیروں نے ہمیں جلا دیا ہے ان کے خلاف اللہ سے بددعا کیجیے تو آپ نے فرمایا اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے[1] اور بعض کے نزدیک آپ نے فرمایا کہ اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں لے آ[2] اور اللہ انہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو قبول کرتے ہوئے عرصے میں مسلمان اور اطاعت گذار بنا دیا۔

اور اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ چھوڑنے اور فوج کے ساتھ کوچ کرنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا، کہو لا الہ الا اللہ وحدہ، صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ

اور جب انہوں نے کوچ کیا۔ اور چلے تو فرمایا آئبون ان شاء اللہ عابدون لربنا حامدون[3]

اور ابن کثیر کا بیان ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ نے کوچ کرتے وقت ثقیف کے بارے میں فرمایا

اے اللہ انہیں ہدایت دے اور ہمیں ان کے خرچ میں کفایت کرے

محاصرۂ طائف کے شہداء

طائف کے محاصرے کے دوران، مشرکوں کے صرف تین آدمی مارے گئے اور مسلمانوں کے بارہ جوانوں نے شہادت پائی جو سب کے سب ثقیف کے تیروں سے قتل ہوئے ان میں نو مہاجرین و تین انصار شامل تھے جن کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت سعید بن سعید بن العاص ————— اموی

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ [illegible] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ [illegible] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ [illegible] البدایہ والنہایہ

۲۔ حضرت حبیب بن جناب الکنانی — حلیف تھے نسب کے لحاظ سے ازدی

۳۔ حضرت یزید بن زمعہ بن الاسود — اسدی

۴۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکر صدیق — آپ کو تیر لگا تھا، جس کے زخم سے مدینہ میں وفات ہوئی — تیمی

۵۔ حضرت عبداللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ — مخزومی

۶۔ حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ العنزی — حلیف تھے بنو عدی کے عدوی

۷۔ حضرت السائب بن الحارث بن قیس — سہمی

۸۔ حضرت عبداللہ بن الحارث — سہمی

۹۔ حضرت جلیحہ بن عبداللہ — عدوی لیثی

۱۰۔ حضرت ثابت بن الجذع — انصاری

۱۱۔ حضرت حارث بن سہل — انصاری

۱۲۔ حضرت المنذر بن عبداللہ — انصاری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی کے لیے کونسا راستہ اختیار کیا؟

طائف کا محاصرہ اٹھا لینے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ واپس آگئے جہاں حنین کے مال غنیمت اور قیدی تھے۔

جو مسلمان حنین کے روز [illegible] تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپسی پر وہی راستہ اختیار کیا جس راستے آپ طائف گئے تھے۔ [illegible] قرآن شریف اور پھر مکہ کے راستے چلے [illegible] جعرانہ [illegible]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستہ اور راستے میں آپ نے ایک [illegible]

۵ [illegible] قرآن [illegible] کی [illegible]

[illegible]

چیزیں، جو برتاؤ، عدل و انصاف اور اعلیٰ اخلاق کے بارے میں مختلف اقسام کی احسن تر پر مشتمل تھیں۔ ہر مسلمان قائد اور لیڈر کو جو کسی پارٹی یا قوم کا ذمہ دار ہے چاہیے کہ وہ اپنے اپنا نصب العین بنائے تاکہ وہ اس کے لئے چراغ راہ ثابت ہو اور وہ عملی معاملات میں اس سے نور حاصل کرے۔ تاکہ وہ ان کے اس اعتماد، احترام، محبت اور تقدیس کا مستحق ہو۔

ہم تفصیل سے یہ معلوم کر چکے ہیں کہ کس طرح فوج کی اکثریت نے کم ہمتی کا اظہار کیا اور وہ طائف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لوٹنے پر راضی نہ تھیں، بلکہ انہوں نے جنگ جاری رکھنے کا مطالبہ کیا۔ اور اس کے برعکس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فوج کے سالار اعلیٰ تھے اپنے سپاہیوں کو طائف سے کوچ کرنے کا اعلان کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اور ہم نے دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً حملہ سے واپسی پر اصرار نہیں کیا۔ بلکہ آپ نے فوج کے پر افروختہ اور واپسی سے ناراض عناصر کو راضی کرنے سمجھانے ان پر اپنی رائے کو ٹھونسا نہیں، اور نہ ہی گفتگو کے بغیر واپسی کا حکم دیا جب ان کا عمل ناکام ہو گیا، اور طائف کے تیروں سے فوج کو بہت زخم آئے تو پر افروختہ عناصر نے تسلیم کر لیا کہ محاصرہ جاری رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں، پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوج کے ساتھ واپس آگئے۔ اور فوج کے تمام عناصر نے بھی واپسی کی تجویز کو تسلیم کر لیا۔ اور یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک عسکری سبق ہے جس میں غور و فکر کرنے میں ان قائدین کا بہت فائدہ ہے جو کسی سطح پر قیادت کے مراکز میں کام کرتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ

حضرت ابو رہم غفاری بیان کرتے ہیں کہ وہ طائف سے واپسی پر اپنی اونٹنی پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تھے اور ان کے پاؤں میں دو موٹے جوتے تھے اچانک ان کی اونٹنی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سے ٹکرا گئی اور ان کے جوتے کا کنارہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی پر لگا۔ اور اس نے آپ کو تکلیف دی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو نے مجھے تکلیف دی ہے ذرا پاؤں پیچھے کر اور آپ نے اس کے پاؤں پر کوڑا مارا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ مجھے اپنے معاملے کے بارے میں دہشت نے آلیا اور مجھے خوف ہوا کہ میں نے جو گناہ عظیم کیا ہے اس بارے میں قرآن میں میرے متعلق حکم نازل ہوگا پس جب ہم نے الجعرانہ میں صبح کی تو میں اونٹ چرانے گیا۔ اس دن خوف کے باعث میرا برا حال تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد آ گئے اور آپ مجھے طلب فرما چکے تھے اور جب میں شام میں مویشی کو چرا کر لایا تو میں نے پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا ہے پس میں آپ کے پاس آیا۔ اور میں منتظر تھا آپ نے فرمایا "تو نے اپنے پاؤں سے مجھے تکلیف دی ہے اور میں نے تجھے کوڑا مارا ہے میری ضرب کے عوض یہ بکریاں لے لو۔ ابو رہم بیان کرتا ہے کہ آپ کا مجھ سے راضی ہونا مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

اور ابو عبداللہ بن سعد واقدی بیان کرتے ہیں کہ جب طائف سے واپسی پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، اور آپ مجھ سے گفتگو فرما رہے تھے اور میری ناقہ آپ کی ناقہ سے ٹکرا رہی تھی اور میری ناقہ بڑی طاقت ور تھی اور تیز تھی، میں اسے ایک طرف رکھنا چاہتا تھا، مگر وہ میری منشا کی نہ تھی پس وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ سے ٹکرا گئی اور آپ کے پاؤں کو چوٹ آ گئی آپ نے فرمایا تو نے مجھے تکلیف دی ہے۔ اور آپ نے رکاب سے اپنا پاؤں نکالا گویا وہ ورم کر گیا تھا تو پھر آپ نے میرے پاؤں کو چھڑی سے ٹہوکا دیا اور آپ کچھ دیر خاموش ٹھہرے اور میں سمجھا کہ اس وقت آ گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میرے بارے میں عذاب کا حکم نازل ہوگا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ جب ہم اترے تو میں نے اپنے دوستوں سے کہا میں تمہاری سواریوں کو چرایا کرتا تھا لیکن آج میرے چرانے کا دن نہیں ہے اور جب میں شام

کہ ان کے پاس سواریاں لائیں تو میں نے کہا:

"کوئی میری تلاش میں آیا تھا؟"

انہوں نے جواب دیا: "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری تلاش میں آئے تھے۔"

میں نے سچے دل سے کہا: "خدا کی قسم یہ بڑی بات ہے۔" میں نے کہا:

"کون آیا تھا؟"

انہوں نے جواب دیا: "ایک اتفاق آیا تھا۔" وہ بیان کرتا ہے کہ یہ بات مجھے ناپسند تھی اس لئے کہ ابھی ہم مشرک رہتے تھے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ پھر اس کے [illegible] کا ایک آدمی میری تلاش میں آیا تو میں خوف زدہ ہو گیا۔

یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چلا گیا۔ اور آپ میرے سامنے مسکرانے لگے۔ پھر فرمانے لگے "شاید تو نے مجھے اپنے کوڑے سے تکلیف پہنچائی تھی۔"

پھر فرمانے لگے۔ "یہ بکریوں کا بدلہ۔ پس میں نے وہ لے لیں تھیں۔ اور وہ [illegible] بکریاں تھیں۔"

اسی طرح ابو رہم الغفاری بیان کرتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] مقام سے اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہو تا یا تو میں آپ کے بہت

[illegible] القصویٰ پر سوار تھے۔ [illegible]

[illegible] اسحاق بن ابراہیم بن [illegible] بیان کرتا ہے کہ مجھے ابن عبداللہ نے [illegible] بتایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سفید کپڑے کا ایک لمبا جوڑا جھنڈا بنایا۔ [illegible] سے روایت آیا ہے میں کہتا ہوں واقدی نے بیان کیا ہے [illegible] کے [illegible] ایک جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا۔ دیکھئے ہماری کتاب [illegible]

کرنے کے لئے میں آپ کے آگے کھڑا ہو گیا اور میرے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ پس آپ کجاوے پر سوار ہو گئے تو میں نے آپ کو جا پکڑا۔ اور جب آپ کے پیچھے پہنچا اور آپ ناقہ کے پیچھے سے پر اپنا کوڑا مارنے لگے۔ اور وہ سب کو پیچھے چھوڑ گئے۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا "آپ کو کوڑا لگا ہے؟"

میں نے جواب دیا "ہاں! میرے ماں باپ آپ پر قربان" راوی بیان کرتا ہے جب آپ جعرانہ میں ٹھہرے تو آپ نے غنائم کے ایک طرف بکریوں کا ایک ریوڑ دیکھا اور آپ نے غنائم کے مالک سے ان کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے آپ کو کچھ بتایا جو مجھے یاد نہیں رہا پھر آپ نے: "ابو زرعہ کہاں ہے؟" میں نے کہا "میں یہاں ہوں" فرمایا "کل آپ کو کوڑے سے تکلیف پہنچی تھی، اس کے عوض یہ بکریاں لے لو۔" راوی بیان کرتا ہے میں نے انہیں شمار کیا تو وہ ایک سو بیس بکریاں تھیں پس میں نے ان سے مال کمایا

سراقہ بن جعشم کا اثر انگیز واقعہ

سراقہ بن جعشم مدلجی ایک مشہور شہسوار تھا۔ اور جب قریش نے اعلان کیا کہ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مردہ یا زندہ حالت میں لائے گا، اسے سو اونٹ انعام دیا جائے گا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ان کے بیچ سے نکل کر مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے اور اس اعلان پر سراقہ مدینہ کی طرف جاتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی معلوم ہونے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے یا گرفتار کرنے کے ارادے سے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے ہتھیار لئے۔ مگر ناکام ہوا۔ اور اس نے جو ارادہ کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے اس پر قدرت نہ دی تو اس نے یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو قریش کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ سے امان لکھوالیں تاکہ وہ اسے عزت کے موقع پر دکھائے۔ آپ نے حضرت ابو بکر کو حکم دیا تو آپ نے اسے اونٹ کے شانے پر

مطلب لکھ دیا' پس سراقہ نے امان کی اس دستاویز کو جو اونٹ کے شانے پر تحریر تھی۔ سنبھال کر رکھا۔ سال گزرتے گئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند ہوگئی یہاں تک کہ معرکۂ حنین پیش آیا جو سب سے بڑا عربی معرکہ تھا' آپ کی فتوحات نے آپ کو حجاز پر غلبہ کامل تک پہنچا دیا۔

اور سراقہ کے امن کی دستاویز کے اظہار کا وقت بھی آ گیا۔ تاکہ وہ کسی گزند سے محفوظ رہے۔ پس سراقہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دستاویز کو اس وقت نکالا' جب آپ طائف سے واپس تشریف لا رہے تھے تو آپ نے اس کے مطابق اس سے سلوک کیا۔ یہ سراقہ بن مالک ہی اس دلچسپ داستان کو خود ہمارے سامنے بیان کرتے ہیں۔ سراقہ بیان کرتے ہیں۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقام الجعرانہ کی طرف آ رہے تھے تو میں آپ سے ملا اور میں نے آپ کو اسی طرح دیکھا جیسا لوگ آپ کے آگے فوج کی ٹکڑیوں کی صورت میں ایک دوسرے کے پیچھے چل رہے تھے' پس میں انصار کے سواروں کی ایک ٹکڑی میں شامل ہو گیا۔ اور وہ مجھے نیزے مار کر کہنے لگے۔ پرے ہٹ جا تو کون ہے۔؟ اور انہوں نے مجھے نہ پہچانا' اور میں جب قریب ہو گیا اور میں نے معلوم کر لیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری آواز سن رہے ہیں تو میں نے حضرت ابوبکر کی تحریر کردہ دستاویز پکڑی اور اپنی دو انگلیوں کے درمیان رکھی۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ بلند کر کے آواز دی۔ میں سراقہ بن مالک بن جعشم ہوں۔ اور یہ میری دستاویز ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج وفا کا دن ہے اسے قریب کر لو۔ پس مجھے آپ کے قریب کر دیا گیا اور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی کو دیکھ رہا تھا جو درخت خرما کے گودے کی طرح تھی' پس جب میں آپ کے پاس آیا تو میں نے سلام کیا اور صدقہ آپ کے پاس لے گیا اور میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ اگر گمشدہ اونٹ

میرے حوضوں پر آئیں جنہیں میں نے اپنے اونٹوں کیلئے بھرا ہے اگر میں انہیں پانی پلا دوں تو کیا مجھے اجر ملے گا؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں ہر جگر والے جانور کے بچے میں اجر ملے گا"

فقہی مسئلہ

معرکۂ طائف سے واپسی کے دوران رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلم کا ایک آدمی ملا جس کے پاس بکریاں بھی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تعریف کر رہا تھا۔ اس نے کہا "یا رسول اللہ یہ میرا حصہ ہے جسے میں نے آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔" آپ نے فرمایا "تم کن لوگوں میں سے ہو؟" اس نے جواب دیا "میں اسلم کا ایک آدمی ہوں" آپ نے فرمایا "میں مشرک کے ہدیہ کو قبول نہیں کرتا۔" اس نے عرض کیا "یا رسول اللہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں، میں بریدہ بن الحصیب کے پاس گیا جسے اپنے مال کا صدقہ دے چکا تھا" راوی بیان کرتا ہے کہ بریدہ آئے اور انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے عرض کیا کہ اس آدمی نے درست کہا ہے "یہ میری قوم کا سردار ہے جو صفاح میں رہتا ہے۔" آپ نے فرمایا تو صفاح سے کیوں آیا ہے؟ اس نے جواب دیا "آج کل وہ صفاح سے زیادہ سرسبز ہے۔ پھر کہنے لگا "جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ ہم سوار ہی ہیں پس ہم الجعرانہ گئے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کے بالمقابل چلتا ہوا نکلا اور یہ کہہ رہا تھا "یا رسول اللہ میں اپنے ساتھ بکریوں کو الجعرانہ لے جاؤں؟" آپ نے فرمایا "نہیں" بلکہ ہمیں الجعرانہ میں ملنا ہم تجھے اور بکریاں دیں گے ان شاء اللہ

پھر اسلمی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دین کے بارے میں کوئی بات دریافت کی" کہا کہ پریشان لگے ہوتے تھے اس نے کہا۔

"یا رسول اللہ مجھے اونٹوں کے باڑے میں نماز کا وقت آ جاتا ہے کیا میں اس میں

نماز پڑھ لیا کریں؟

فرمایا: ہاں۔

اس نے کہا "یا رسول اللہ! لمبا اوقات پانی ہم سے دور ہوتا ہے اور آدمی کے پاس اس کی بیوی بھی ہوتی ہے۔ کیا وہ بیوی اس سے قربت کر سکتا ہے؟ فرمایا ہاں اور وہ تیمم کر لیا کرے" اس نے کہا یا رسول اللہ! ہم میں حائضہ بھی ہوتی ہیں فرمایا وہ بھی تیمم کریں۔

راوی بیان کرتا ہے پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم الجعرانہ پہنچ گئے۔ اور آپ نے اسے سو بکریاں عطا کیں۔

کیا ثقیف نے جیشِ رسولؐ کی واپسی کے بعد اس کی پارٹیوں کی اطاعت کی

طائف کا محاصرہ ختم ہوا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اس کے کہ آپ کی فوج طائف کو فتح کرے وہاں سے واپس آ گئے۔ مورخین اور اہلِ سیر کا اس بات پر اتفاق ہے۔

مگر اس کے علاوہ کچھ روایات بیان کی جاتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد اسلامی فوج کی کچھ ٹولیوں نے از سرِ نو طائف کا محاصرہ کر لیا اور ان ٹولیوں نے جو (جیشِ نبوی کی واپسی کے بعد [illegible] شکل میں آ گئی تھیں) ثقیف کا محاصرہ تنگ کر دیا۔ یہاں تک کہ ثقیف نے ان ٹولیوں کی اطاعت قبول کر لی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مان لیا اور یہ کارروائی صخرؓ ابی العیلہ احمسی کی تھی جو اپنی قوم احمسؓ کے ساتھ طائف کے ساتھ آیا تھا اور یہ تنگ کر رہے تھے۔

ـہ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۳۸ و ۹۳۹ حضرت اسماعیل بن عبداللہ بن [illegible] بن [illegible] بن اسلم بن [illegible] ابی [illegible] ابی [illegible] سے [illegible] عثمان بن ابی حازم نے اپنے باپ دادا سے حضرت صخر سے روایت کی ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ ہم سے حضرت عمر بن الخطاب ابو حفص الفریابی ابان عمرو یعنی ابن عبداللہ بن ابی حازم نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا صخر یعنی ابو العیلۃ الاحمسی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے گھوڑ سواروں کے ساتھ گیا اور سے معلوم ہوا کہ آپ فتح کئے بغیر واپس چلے گئے ہیں۔

پس صخر نے عہد کیا کہ وہ طائف کا اس وقت تک نہیں چھوڑے گا۔ جب تک وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہ مان لیں اور اس نے: نہیں اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مان نہیں لیا اور صخر نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا۔

اما بعد یا رسول اللہ! ثقیف نے آپ کا حکم مان لیا ہے اور میں ان کے سواروں کے ساتھ انہیں لا رہا ہوں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے جمع ہونے کیلئے منادی کرنے کا حکم دے دیا۔ اور احمس کیلئے دس دعائیں کیں اے اللہ احمس کے سواروں اور پیادوں میں برکت دے۔

جب وہ لوگ آگئے تو مغیرہ بن شعبہ ثقفی نے گفتگو کی۔ اور کہا یا رسول اللہ صخر نے میری پھوپھی کو پکڑ لیا ہے حالانکہ وہ اس دین میں داخل ہو چکی ہے جس میں مسلمان داخل ہو چکے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا۔ جب لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے اموال اور اعمال محفوظ کر لیتے ہیں۔ مغیرہ کو اس کی پھوپھی واپس کر دو تو اس نے اسے اس کی پھوپھی واپس کر دی۔ اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بنی سلیم کے پانی کے متعلق پوچھا جو اسلام سے بھاگ کر اس پانی کو چھوڑ گئے تھے اس نے کہا یا رسول اللہ مجھے اور میری قوم کو اس پانی پر آباد کیجئے۔"

آپ نے فرمایا "بہت اچھا" پس آپ نے اسے آباد کر دیا۔ وہ بنی سلیم

ہو گئے تو انہوں نے معتز کے پاس آکر کہا کہ وہ ان کا پانی انہیں دیدے تو اس نے انکار کر دیا۔ تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: "یا رسول اللہ! ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ہم معتز کے پاس آئے ہیں کہ وہ ہمارا پانی ہمیں دیدے مگر وہ ہماری بات نہیں مانتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اے معتز! جب لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے خون اور اموال محفوظ کر لیتے ہیں۔ ان کا پانی انہیں دے دیجئے۔ اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! بہت اچھا۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ اس شخص کے پانی پینے کے باعث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ حیا سے سرخ ہو رہا تھا۔ الواقدی اس حدیث کی روایت میں متفرد ہے۔[1]

امام ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ میں ثقیف اور غزوۃ الطائف کے واقعہ پر عنوان باندھتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حکمتِ الٰہی اس بات کی متقاضی تھی کہ فتح کو اس سال موخر کر دیا جائے تاکہ وہ قتل سے بچے رہیں اور نابود نہ ہو جائیں۔ اس لئے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب آپ طائف کی طرف گئے تو آپ نے انہیں اللہ کی طرف دعوت دی نیز یہ بھی دی کہ وہ آپ کو پناہ دیں۔ تاکہ آپ اپنے رب کے پیغام کو پہنچا سکیں اور یہ واقعہ آپ کے چچا ابوطالب کی وفات کے بعد کا ہے۔

پس انہوں نے آپ کی بات کو رد کیا۔ اور آپ کی تکذیب کی۔ اور آپ غمگین ہو کر واپس آ گئے۔ اور قرن ثعالب (قرن منازل) کے پاس آپ کو ہوش آیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بادل میں جبرئیل ہے اور پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دے کر کہا "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رب کہتا ہے اور اس نے آپ کی قوم کی اس بات کو اور جو انہوں نے آپ کو جواب دیا ہے اسے سن لیا ہے اگر آپ پسند کریں تو میں دونوں پہاڑوں کو ان پر الٹ دوں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ انہیں مہلت دو شاید

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۴ ـ صفحہ ۳۴۹ ـ ۳۵۰

ان کی اصلاب سے ایسے لوگ پیدا کرے جو خدائے واحد کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔

پس آپ کے قول — جنکا انہیں مہلت دی ... مناسب حال ہے کہ ان کا قلعہ فتح نہ ہوتا کہ وہ سب قتل نہ ہو جائیں یا جنگ کو ملتوی کر دیا جائے تاکہ وہ اس کے بعد آئندہ سال (سنہ ۹ھ) رمضان میں مسلمان ہو جائیں کیونکہ یہ وہ سال ہے جس میں ثقیف کے سادات مدینہ آئے اور آنحضور سے ملے۔ پھر اہل ثقیف کے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور یہی سبب ہے جو امام ابن ... نے اختیار کیا ہے ان سے پہلے، بلکہ عروہ بن مسعود اور اس کی قوم، جو مجید سے تعلق رکھتی تھی کہ انہیں گھر میں اترنے کے خبر آنے لگے اور اس نے ان کا محاصرہ اس وقت چھوڑ دیا جب آنحضرت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مان لیا۔ پس وہ اپنی مدد کیا اور وہ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اپنے قلعے اور مال محفوظ کر لئے اور وہ اسلامی فوج بن گئے۔ واللہ اعلم

غنائم اور قیدی جعرانہ میں

مسلمانوں نے جنگ حنین میں جو نتیجے بعد عظیم غنائم حاصل کیں جن میں اونٹ بکریاں (جس سے زیادہ اس دور میں عربوں کی ثروت معلوم نہیں تھی) ۲۴ ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور بہت سی چاندی تھی۔ اسی طرح چھ ہزار عورتیں اور بچے قیدی ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔

اور یہ قیدی اسلامی فوج کے غلام بن گئے۔ جیسا کہ اس وقت کا جنگی قانون ہے جب دو مخالف دینوں سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان جنگ ہوتی ہے تو ہارنے والے جنگی غلام بن جاتے ہیں جب سے تمام مذاہب آج تک اس پر قائم رہے ہیں۔[1] یہ سب قیدی ہوازن تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی ... تھے

---

[1] غلامی کے متعلق مسئلہ ... ہماری کتاب غزوہ بنی قریظہ میں دیکھئے۔

ہمیشہ آپ نے ان سب کو معاف کر دیا جیسا کہ ذیل میں اس کی تفصیل بیان ہوگی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکۂ حنین میں فتح حاصل کرنے کے بعد طائف کے شکست خوردہ مخالفین کے اہم بازو یعنی ثقیف کے تعاقب کا فیصلہ کیا۔ آپ نے قیدیوں کے تعاقب سے واپس آنے تک الجعرانہ میں غنائم اور قیدیوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا۔

دوسرا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غنائم کی حفاظت کا حکم دینے میں [illegible] روز مرہ کے [illegible] میں ایک غلام جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے تھے اور [illegible] اونٹوں اور بکریوں کا حکم بسر بن سفیان خزاعی کو دیا۔

الجعرانہ میں قیدیوں کی رہائش گاہوں کی تعمیر

ہوازن کی شکست کے بعد قیدی اسلامی فوج کی نگرانی میں آئے امانت تھے اور اسلامی تعلیمات رحمت و شفقت کی تعلیمات ہیں خصوصاً اسیر و مسکین کے ساتھ۔ ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے لئے رہائش گاہیں تعمیر کی جائیں جن میں وہ [illegible] سے پناہ حاصل کر سکیں۔ یہاں تک کہ آپ طائف سے واپس آکر ان کے بارے میں قطعی فیصلہ کر دیں گے۔

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی فوج کے سامان اور اسباب زندگی کے محاسبات کے نگران بسر بن سفیان کو حکم دیا کہ وہ تمام قیدیوں کو کپڑے خرید کر پہنائیں۔ پس سفیان نے کپڑے خرید کر ان سب کو پہنا دیئے۔

واقدی بیان کرتے ہیں کہ حنین سے ہوازن کے چھ ہزار آدمی قیدی ہوئے تھے۔ اور چوبیس ہزار اونٹ تھے اور بکریوں کی تعداد معلوم نہیں کہ کتنی تھیں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ چالیس ہزار تھیں۔

غنائم کے متعلق احکام مؤلف کی دوسری کتاب غزوۂ [illegible] میں دیکھئے۔

پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے حضرت بسر بن سفیان خزاعی کو حکم دیا کہ وہ جا کر قیدیوں کے لئے کپڑے خریدے اور انہیں ہجرؓ کی چادریں زیب تن کرائے اور ان میں سے کوئی آدمی بے لباس نہ رہے۔ پس بسرؓ نے لباس خریدے اور سب قیدیوں کو پہنا دیے۔[1]

اعراب کا قیدیوں اور غنائم کی تقسیم کے متعلق اصرار

ہوازن کے قیدیوں کی تعداد قریباً چھ ہزار تھی

ہوازن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے اور حضرت حلیمہ سعدیہ جو آپ کی رضاعی ماں تھیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امید پر [illegible] جب وہ مسلمان ہو کر اپنے بچوں کی رہائی کا مطالبہ کرتے ہوئے آئیں گے تو آپ انہیں فوج کے درمیان تقسیم کرنے سے قبل ہی آزاد کر دیں گے۔ غنائم اور قیدیوں کی تقسیم کو تقریباً ایک ماہ تک مؤخر کر دیا۔[2] لیکن ایک ماہ تک ہوازن میں سے کسی آدمی نے رجوع کر کے قیدیوں کے متعلق کوئی مطالبہ پیش نہیں کیا۔ حالانکہ ان کی اپیل پیش کرنے کے لئے یہ مدت کافی تھی۔

ادھر قیدی اور غنائم زیادہ عرصہ سے جنگی قانون کے مطابق فوج کا حق تھے جس کے بعد جب سے قرآن نے [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف کے تحت تھا کہ آپ ان کو مفاد عامہ کے مطابق خرچ کر سکیں۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کی تمام فوج میں قیدیوں کی [illegible] تقسیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور غنائم اور قیدیوں کی تقسیم کے بعد ہوازن کا ایک وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیدیوں کی آزادی

---

[1] الاکتفاء [illegible] ہجر بحرین کا ایک شہر ہے جس سے چادریں [illegible] کی بنی ہوئی [illegible]

[2] مغازی الواقدی [illegible] دیکھئے مغازی الواقدی جلد [illegible] صفحہ [illegible] السیرۃ [illegible] جلد [illegible] صفحہ [illegible]

[illegible] جلد [illegible] صفحہ [illegible] سیرت حلبیہ جلد [illegible] صفحہ [illegible] تاریخ طبری جلد [illegible] صفحہ [illegible]

[illegible]

کا مطالبہ کرتے ہوئے آیا۔ لیکن معرکۂ حنین میں شرکت کرنے والی مختلف قوموں کے افراد میں تقسیم کرنے کے بعد آیا۔ پھر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کی خوشنودی کے لیے آمادہ ہوا۔ اور قیدیوں کو رہا کر دیا۔ حالانکہ وہ سب جنگی قیدی تھے جو بجا طور پر آپکے پاس رہتے۔ اور جن بیشمار اعراب نے معرکۂ حنین میں شرکت کی تھی انہوں نے طائف سے آپکی واپسی کے بعد اصرار کیا کہ آپ غنائم اور سامان کو تقسیم کرنے میں جلدی کریں۔ حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو تنگ کر دیا اور آپکے ارد گرد ایک دائرہ سا بنا لیا یہاں تک کہ بھیڑ کی کثرت سے آپکے مونڈھے سے چادر گر گئی۔

اصحاب مغازی و سیر بیان کرتے ہیں کہ اعراب راستے ہی میں آ آ کر آپ سے لپٹنے لگے اور کہنے لگے، ہماری غنیمت ہم میں تقسیم کر دیجئے، یہاں تک کہ وہ آپ کو مجبور کرتے ایک ببول کے درخت کے پاس لے گئے جس سے آپکی چادر الجھ گئی تو آپ نے فرمایا، مجھے میری چادر واپس دے دو۔ لوگو! مجھے میری چادر دو، اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر اس درخت کے کانٹوں کی تعداد کے برابر بھی تہامہ کے اونٹ ہوتے تو بھی میں انہیں تم میں تقسیم کر دیتا۔ اور پھر تم مجھے بخیل، بزدل اور کذاب نہ پاتے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے پہلو میں کھڑے ہو کر اس کی کوہان سے کچھ اون پکڑی اور اسے اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان رکھا، اور پھر اسے بلند کر کے کہا۔

"اے لوگو! مجھے خدا کی قسم ہے، مجھے تمہاری غنیمت سے کوئی حق نہیں ہے، اور نہ اس اون سے" اور بعض کے نزدیک آپ نے فرمایا کہ "خدا کی قسم اللہ نے جو غنیمت تمہارے لئے حلال کی ہے نہ وہ اس اون جتنی چیز میرے لئے جائز ہے، ہاں میں خمس کا حقدار ہوں —— اور خمس بھی تمہیں واپس کر دیا

چاہیے کہ میں سوئی بھی واپس کر دوں بلاشبہ خیانت قیامت کے دن عار اور رسوائی کا باعث ہوگی۔

امانت — اور مسلمان سپاہی کا بلند کردار

محمد بن حنین بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے سپاہیوں کی اشتباہ کے ختم ہونے پر اعلان کیا کہ کوئی سپاہی خفیہ طور پر کوئی چیز نہ لے (تقسیم سے قبل خواہ کسی قدر قلیل ہو) اس نے کہا جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ خیانت نہ کرے۔ اور لوگوں نے اپنی غنائم کو ایک جگہ رکھ دیا یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عامل مقرر کر دیا۔

اور حضرت عقیل بن ابی طالب (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کے اعلان کرنے سے قبل) اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان کی تلوار خون سے لتھڑی ہوئی تھی بیوی نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے مشرکین سے جنگ کی ہے۔ آپ نے غنائم سے کچھ حاصل کیا ہے۔ حضرت عقیل نے کہا: یہ ایک سوئی ہے جس سے تم اپنے کپڑے سی سکتی ہو۔ اور وہ سوئی اپنی بیوی کو دے دی جو فاطمہ بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ تھی۔ پھر انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کے اعلان کو سنا کہ جس نے غنیمت سے کوئی چیز حاصل کی ہے اسے واپس کر دے تو حضرت عقیل واپس آ کر بیوی سے کہنے لگے: خدا کی قسم مجھے معلوم ہوا ہے کہ تیری سوئی بھی جاتی رہی۔ چنانچہ انہوں نے سوئی لی اور غنائم میں پھینک دی۔

اللہ اکبر! آپ نے ملاحظہ فرمایا دیکھئے کہ امانت اور امانت کا شعور کیسا ہوتا ہے کہ سپاہی جو اپنی زندگی کو موت کے لئے پیش کیا ہے مسلمان کے مال میں سے جس میں وہ خود بھی ان کے ساتھ شریک ہے اپنے لئے ایک سوئی بھی حلال نہیں سمجھتا۔ خدا کی قسم یہ تربیت کا شاہکار ہے جو دلوں کی بلندی اور حق کے جھنڈوں کو بلند کرتی اور باطل کے جھنڈوں کو گرد میں ملا دیتی ہے اور یہ وہ بات اور ایسی تربیت ہے جو دلوں کی آبیاری کرتی ہے۔

اور ایک آدمی عبداللہ بن زید مازنی ؓ[1] نے جنگ کے میدان میں مشرکین کی ایک کمان لے لی۔ وہ اس سے تیر اندازی کیا کرتا تھا جب اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کی آواز سنی تو اسے غنائم میں واپس کر دیا۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کے بعد کہ جس شخص نے غنیمت سے کوئی چیز لی ہے وہ اسے واپس کر دے، ایک سوت کا گولا آپ کے پاس لا کر کہنے لگا۔ یارسول اللہ! یہ مجھے دے دیجئے، جو کچھ میرے اور بنی عبدالمطلب کے حصے کا وہ تیرا ہے۔ تو اس آدمی نے اسے غنیمت میں واپس کر دیا۔ اور ایک اور آدمی رسی لے کر آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! یہ رسی مجھے اس جگہ سے ملی ہے جہاں دشمن نے شکست کھائی ہے میں اسے اپنے کجاوے پر باندھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا غنیمت سے جو میرا حصہ ہے وہ تیرا ہوا۔ مگر تو مسلمانوں کے حصے کا کیا کرے گا؟

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے عرق گیر میں سیاہ و سفید دھاریوں کا ایک جامہ پایا جو خیانت سے حاصل کیا گیا تھا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس [illegible] اس طرح عرق گیر یا کمبل جیسے بہت سے عرق گیروں کی طرح میں آیا۔[2]

---

[1] عبداللہ بن زید بن عاصم بن کعب بن عمرو بن خنساء بن مبذول الانصاری۔ یہ احد میں اور اس کے بعد کے تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے اور انہوں نے ہی واقدی کے بیان کے مطابق وحشی حبشی کے ساتھ شامل ہو کر مسیلمہ کذاب کو قتل کیا تھا۔ اور مسیلمہ نے ان کے بھائی حبیب بن زید کو قتل کیا تھا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ اور عبداللہ بن زید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے رواۃ میں شامل ہیں۔ اور عبداللہ بن زید یزید بن معاویہ کے زمانہ میں ۶۳ھ میں حرہ کے روز قتل ہوئے۔

[2] صحیح بخاری جلد ۲۔ البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۶۵۔ مغازی واقدی جلد ۳ صفحات ۹۱۸، ۹۱۹۔ سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۳۵۔

غزوۂ حنین کے غنائم کی تقسیم

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے قریب جعرانہ میں ٹھہر گئے (جہاں غنائم حنین جمع کئے گئے تھے) تو آپ نے انصار کے ایک سردار حضرت زید بن ثابت کو غنائم کے شمار کرنے اور پھر انہیں اسلامی شریعت کی ہدایت کے مطابق مجاہدین کو دینے کا حکم فرمایا۔ پس حضرت زید نے غنائم کو شمار کیا۔ اور پھر انہیں مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ اور ہر آدمی کو چار اونٹ اور چالیس بکریاں حصہ میں ملیں۔ یہ پیادہ کا حصہ تھا۔ اور سواروں میں سے ہر ایک کو بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں حصے میں ملیں۔

یہ شریعت اسلام میں مجاہدین میں تقسیم کے قوانین ہیں جس کے مطابق پیادہ سپاہی کا ایک حصہ ہوتا ہے اور سوار کے تین حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ تو سپاہی کا اپنا ہے اور دو حصے اس کے گھوڑے کے ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام پیادوں اور سواروں کے درمیان بڑا فرق کرتا ہے اور سوار جنگ میں پیدل سپاہی کی نسبت دشمن پر بہت بھاری پڑتا ہے پس گھڑ سوار پیادہ سے بہت سی وجوہ کے لحاظ سے اس ٹینک ڈویژن کی طرح ہوتا ہے۔ جو اس کی ملکیت ہو۔ اور جو سپاہی پیادہ کی نسبت گھوڑے کا مالک ہو وہ دشمن کو بہت زیادہ قتل کرنے والا ہوتا ہے۔ اور جس شخص کے پاس ایک سے زیادہ گھوڑے ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت میں ان کا حصہ نہیں لگایا۔ یعنی آپ نے صرف اسی گھوڑے کا حصہ لگایا ہے جس پر اس نے جنگ کی ہے[1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤلفۃ القلوب کو شاندار عطیات دینا

سورۃ انفال کی آیت جو قرآن کریم میں جنگ کے ان غنائم کے بارے میں نازل ہوا ہے جنہیں اسلامی فوج حاصل کرتی ہے یہ فیصلہ کرتی ہے کہ خمس کو غنائم سے الگ رکھا جائے۔ تاکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] دیکھئے مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۴۸

تھے، جو اسی کے خاص تصرف میں ہوتا کہ آپ اسلام کے مفاد کے مطابق جیسے آپ رسول اللہ ہونے کی حیثیت سے دوسروں سے بہتر جانتے ہیں، اس میں تصرف کر سکیں، یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس قول میں واضح طور پر بیان ہوا ہے کہ

واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل[1]

اسلام کی فاتح فوج نے حنین میں دشمن کے اموال سے جو کچھ غنیمت میں حاصل کیا اس پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غنائم میں چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار کے قریب بکریاں اور چاندی کی بہت بڑی مقدار تھی۔ اس بنا پر یہاں غنائم کا خمس سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے الگ کر لیا گیا تھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خمس میں سے اسلام کے مفاد کے مطابق تصرف کیا۔ آپ نے اس خمس کے بہت سے حصے کو حدیث الاسلام مؤلفۃ کے قلوب مائل کرنے کے لئے خرچ کیا۔ تاکہ ان کے ذہن دین کی طرف مائل ہوں اور دین کے دائرہ میں پہنچ جائیں اور جن لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کیا۔ ان میں سے اکثر وہ تھے جو معرکہ حنین سے قبل مکہ میں تقریباً بیس دن قبل مسلمان ہوئے تھے۔ اور کچھ وہ لوگ تھے جو ابھی تک دین سے بعید تھے

ان مؤلفۃ القلوب کے نام جنہیں غنائم میں حصہ دیا گیا

یہ ان مؤلفۃ القلوب کے اسماء کی فہرست ہے جنہیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت اور اونٹ اور چاندی کی مقدار ان کے مرتبہ کے مطابق عطا دیا۔

	اونٹوں کی تعداد	چاندی کے اوقیوں کی تعداد
۱۔ ابو سفیان بن حرب	۱۰۰	۴۰

---

[1] الانفال آیت

نام	اونٹوں کی تعداد	چاندی کے اوقیہ کی تعداد
۲. معاویہ بن ابو سفیان	۱۰۰	۴۰
۳. یزید بن ابو سفیان	۱۰۰	۴۰
۴. حکیم بن حزام	۱۰۰	
۵. النضیر بن الحارث بن کلدہ[۱]	۱۰۰	
۶. اسید بن جاریہ الزہری	۱۰۰	
۷. العلاء بن جاریہ	۵۰	
۸. مخرمہ بن نوفل	۵۰	
۹. الحارث بن ہشام	۱۰۰	
۱۰. سعید بن یربوع[۲]	۵۰	
۱۱. صفوان بن امیہ	۱۰۰	
۱۲. قیس بن عدی	۱۰۰	
۱۳. عثمان بن وہب	۵۰	
۱۴. سہیل بن عمرو	۱۰۰	

---

[۱] اسد الغابہ میں اس کا نام النضر بیان کیا گیا ہے جو تصحیف ہے۔ ابن الحارث بن کلدہ العبدری النضیر بن الحارث کا بھائی تھا جو معرکۂ بدر کے بعد قتل ہوا تھا اور النضیر مؤلفۃ القلوب میں سے تھا۔

[۲] سعید بن یربوع بن عنکثہ بن عامر بن مخزوم قرشی مخزومی فتح کے سال مسلمان ہوا۔ اس کا نام صرم تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سعید رکھا۔ مدینہ میں سکونت اختیار کی اور آنکھیں جاتی رہیں حضرت عمر بن الخطاب آنکھوں کے جانے میں اس سے تعزیت کرنے آئے اور اسے کہا جمعہ کی مسجد اور جماعت نہ چھوڑنا۔ اس نے کہا میرا کوئی رہنما نہیں تو آپ نے بیت المال سے ایک رہنما ان کے پاس بھیجا۔ ۵۴ھ میں سعید نے مدینہ میں ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

نام	اونٹوں کی تعداد	چاندی کے اوقیوں کی تعداد
۱۵۔ حویطب بن عبد العزیٰ	۱۰۰	
۱۶۔ ہشام بن عمرو	۵۰	
۱۷۔ اقرع بن حابس تمیمی	۱۰۰	
۱۸۔ عیینہ بن حصن الفزاری	۱۰۰	
۱۹۔ مالک بن عوف النضری	۱۰۰	
۲۰۔ عباس بن مرداس	۱۰۰	
۲۱۔ علقمہ بن علاثہ ثقفیؓ		

غنیمت کا پہلا سوالی - ابوسفیان

مورخین بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان بن حرب پہلا شخص تھا جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اسے غنائم میں سے عطیہ دیا جائے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ کے آگے چاندی پڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ یا رسول اللہ! آپ قریش سے زیادہ مالدار ہو گئے ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔ ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ اس مال سے مجھے عطا فرمایئے۔ آپ نے فرمایا اے بلال ابوسفیا

لہ علقمہ بن علاثہ بن عوف بن احوص بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بنو ربیعہ بن عامر کے اشراف میں سے تھا اور مؤلفۃ القلوب میں شامل تھا اور اپنی قوم میں دانش مند اور گفتگو کرنے والا سردار تھا۔ اس نے عامر بن طفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب سے فخر میں مقابلہ کیا تھا (معاملہ کو [illegible] تھے) علقمہ طائف سے واپسی کے بعد مرتد ہو کر شام چلا گیا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو اس نے جلدی سے واپس آ کر بنی کلاب بن ربیعہ میں پڑاؤ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کی طرف دستہ بھیجا گیا اور دستے کے جوانوں نے [illegible] کیا اسے [illegible] لے آئے تو علقمہ نے [illegible] مسلمان ہونے کا اظہار کیا اور انہوں نے اس کے بیٹے [illegible] سے موافقت جس کو حضرت ابوبکرؓ نے [illegible] علقمہ نے توبہ کی تو حضرت ابوبکرؓ نے اسے قبول کیا اور وہ بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ [illegible] حضرت عمرؓ نے اسے شام کا [illegible] والی بنایا تو وہ وہیں فوت ہوا۔

کیلئے چالیس اوقیئے چاندی تولئے اور اسے ایک سو اونٹ دیجئے

ابوسفیان نے کہا "میرے بیٹے یزید کو بھی عطا فرمائیے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یزید کے لئے بھی چالیس اوقیے چاندی تول دو اور اسے ایک سو اونٹ بھی دے دو"

ابوسفیان نے کہا "یا رسول! میرے بیٹے معاویہ کو بھی عطا فرمیئے۔"

آپ نے فرمایا "اے بلال! اس کے لئے چالیس اوقیے تول دو اور ایک سو اونٹ بھی اسے دیدو"

ابوسفیان نے کہا "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں "آپ کریم ہی ہیں۔ میں نے آپ سے جنگیں کی ہیں اور آپ کیا ہی اچھے جنگجو ہیں، پھر میں نے آپ سے صلح کی ہے۔ اور آپ کیا ہی اچھے صلح کرنے والے ہیں! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور آپ نے ہی اسے سب کی عطیات دیئے"

درویش حکیم بن حزام

واقدی بیان کرتا ہے کہ حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ میں نے حنین میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو اونٹوں کا سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا فرما دیئے۔ پھر میں نے ایک سو اونٹوں کا سوال کیا تو وہ بھی آپ نے مجھے دیدیئے۔ پھر میں نے ایک سو اونٹوں کا سوال کیا تو وہ بھی آپ نے مجھے دے دیئے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حکیم بن حزام یہ مال بظاہر اچھا اور شیریں ہے جو شخص اسے دلی سخاوت سے لیتا ہے اس کے لئے اس میں برکت ہوتی ہے اور جو شخص اسے دلی حرص سے لیتا ہے اس کے لئے اس میں برکت

لہ مغازی للواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۴۵

نہیں ہوتی۔ اور اس کی مثال اس شخص کی سی ہوتی ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر کا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے اور تو جن کی پرورش کرتا ہے ان سے آغاز کر۔

راوی بیان کرتا ہے حکیم بن حزام کہا کرتے تھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ میں آپ کے بعد کسی کو کسی چیز کی تکلیف نہیں دوں گا۔ اور حضرت عمر بن الخطاب حکیم بن حزام کو عطیہ دینے کے لئے بلایا کرتے تھے۔ مگر وہ ان کے لینے سے انکار کر دیتے تھے تو حضرت عمر فرمایا کرتے تھے اے لوگو میں تمہیں حکیم پر گواہ بناتا ہوں کہ میں انہیں ان کے عطیہ کی طرف بلاتا ہوں اور وہ اس کے لینے سے انکار کرتے ہیں تو ابن ابی الزناد بیان کرتا ہے کہ حکیم بن حزام نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سو اونٹوں کے سوا اور پھر کچھ نہیں لیا۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عباس بن مرداس کی ناراضگی

اصحاب سیر و مغازی بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداس سلمی (بنی سلیم کے سردار) کو صرف چار اونٹ عطا کئے تو اس نے اشعار میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب کیا۔ وہ کہتا ہے ؎

"میں نے ہموار زمین میں دشمن پر حملہ کر کے غنیمت کا مال حاصل کیا۔ اور میں نے سوئے ہوؤں کو اٹھایا کہ وہ رات کے آخری حصے میں سفر کریں اور جب لوگ سو جاتے تھے تو میں اس وقت نہیں سوتا تھا لیکن میرا اور میرے گھوڑے عبید کا مال غنیمت عیینہ اور اقرع کے درمیان ہے۔ مجھے چھوٹے چھوٹے چار اونٹ دیئے گئے ہیں اور میں جنگ میں اچانک ٹوٹ پڑنے والا آدمی ہوں پس نہ مجھے کچھ دیا گیا ہے اور نہ مجھے روکا گیا ہے اور حصن اور حابس مجمع میں مرداس سے فوقیت نہیں رکھتے اور نہ ہی میں ان دونوں سے کمتر آدمی ہوں اور آج آپ جس کو گرا دیں گے وہ بلند نہ ہو سکے گا۔"

---

[1] تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۹۱۵

لیکن جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عباس بن مرداس کے شعروں کے ذریعہ شکایت کی اطلاع ملی تو آپ برافروختہ نہیں ہوئے اور نہ ہی آپ نے اس کی عقوبت کا ارادہ کیا، یہاں تک کہ صحابہ میں بعض نے یہ سمجھا کہ شاید آپ نے عباس بن مرداس کی زبان ہی کاٹ دینے کا حکم دے دیا ہے۔ تو فرمایا میرے لئے اس کی زبان بند کردو۔ اور عرب کے نزدیک زبان بند کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص عباس بن مرداس کے طریق کے مطابق کسی کی ہجو کرے اس کے ساتھ احسان کر کے اس کو خاموش کرا دیا جائے اور آپ نے اسے ایک سو اونٹ عطا فرمائے تھے۔

غنائم حنین کی تقسیم پر اعتراض کرنے
والے لوگوں کی تعریف

تقسیمِ غنائم کے دوران بعض منافقین کی باتیں

تقسیمِ غنائم کے دوران، جیشِ نبوی میں موجود بعض عناصر کے دلوں میں نفاق کے نتیجے میں ایسے خیالات پیدا ہونے لگے اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ناپسندیدہ باتیں کہیں اور آپ پر الزام لگایا کہ آپ نے جو کچھ کیا ہے اس میں عدل سے کام نہیں لیا اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا خیال نہیں کیا گیا۔ جب آپ نے یہ بات سنی تو آپ کا رنگ متغیر ہوگیا، مگر آپ نے ان لوگوں کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی، البتہ ان ناپسندیدہ باتوں سے آپ کو دکھ ہوا تھا۔

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۳۷، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۴۷، تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۲، سیرۃ نبویہ اور واقدی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداس سے فرمایا تو نے یہ کہا ہے کہ میرا اور میرے گھوڑے عبید کا مال عیینہ اور اقرع کے درمیان بانٹ دیا گیا ہے، حضرت ابوبکر نے عرض کیا عیینہ اور اقرع کے درمیان، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں ایک ہی ہیں، آپ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے شعر نہیں کہتے، یہ آپ کے لئے مناسب نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ویسے ہی ہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا نہ آپ کو شعر سکھایا اور نہ یہ آپ کی شان کے مطابق ہے۔

صحاح میں اہل حدیث نے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین میں غنائم تقسیم کیں تو ایک آدمی نے جو انصار میں شمار ہوتا تھا کہا کہ آپ نے اس سے اللہ کی رضامندی طلب نہیں کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع ملی تو تکلیف کے باعث آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔ انہیں اس سے بھی زیادہ اذیت دی گئی ہے۔[1]

اور ایک دوسری صحیح روایت میں ہے ابو وائل سے بیان ہوا ہے کہ حنین کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو ترجیح دی تو آپ نے اقرع بن حابس کو ایک سو اونٹ عطا فرمائے اور عیینہ کو بھی اتنے ہی اونٹ دیئے اور دیگر لوگوں کو بھی دیئے تو ایک آدمی نے کہا اس تقسیم سے خدا تعالیٰ کی رضامندی مطلوب نہیں ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کے قول کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے زیادہ اذیت دی گئی اور انہوں نے صبر کیا۔[1]

اور دیگر صحیح روایات میں جو ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔ بیان ہوا ہے کہ بنی تمیم کا ایک آدمی جسے ذوالخویصرہ کہا جاتا تھا تقسیم غنائم کے وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے آپ سے کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے آج جو کچھ کیا ہے میں نے اسے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا! آپ نے کیا دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ میں نے آپ کو عدل کرتے نہیں دیکھا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برافروختہ ہو کر فرمایا۔ تیرا برا ہو اگر میرے پاس عدل نہیں ہے تو کس کے پاس ہے؟

---

[1] صحیح بخاری مصری صفحہ ۲۱

حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، عنقریب اس کے کچھ پیروکار پیدا ہوں گے جو دین میں غلو کریں گے اور اس سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ تیر کے پھل پر غور کیا جائے گا تو کوئی چیز موجود نہ ہوگی، وہ خون اور گوبر سے سبقت کر جائے گا۔[1]

ایک اور طریق سے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ

حنین سے واپسی پر ایک آدمی جعرانہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حضرت بلال کے کپڑے میں چاندی تھی، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے لوگوں کو دیتے رہے تھے۔ اس آدمی نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم عدل سے کام لیجئے۔ آپ نے فرمایا: تو ہلاک ہو، جب میں عدل نہیں کرتا تو عدل کون کرے گا؟ اگر میں نے عدل نہیں کیا تو میں ناکام و نامراد ہو گیا۔ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کو قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا: میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ لوگ کہیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں۔ یقیناً یہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھتے ہیں، وہ ان کے حلقوں سے آگے نہیں جائے گا۔ اور یہ دین سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

اور زہری کی حدیث سے صحیح میں ایک دوسری روایت ہے ابوسعید ابو سلمہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں غنائم تقسیم کر رہے تھے۔ اور ہم آپ کے پاس بیٹھے تھے کہ ذوالخویصرہ تمیمی ایک آدمی آیا اور آپ کے پاس آ کر کہنے لگا: یا رسول اللہ! عدل سے کام لیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] سیرۃ ابن [illegible] جلد [illegible] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳[illegible]

تو ہلاک ہو، اگر میں نے عدل نہیں کیا تو میں ناکام و نامراد ہو گیا۔ پھر کون عدل کرے گا؟ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا "یا رسول اللہ مجھے اس کے قتل کی اجازت دیجیے۔" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اسے چھوڑ دو یقیناً اس کے کچھ ساتھی ہوں گے۔ تمہارا آدمی ان کی نماز کے ساتھ اپنی نماز اور ان کے روزوں کے ساتھ اپنے روزے کو حقیر سمجھے گا۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے گلوں سے آگے نہیں جائے گا۔ وہ اسلام سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ وہ اس کے پھل کی طرف دیکھے گا تو اس میں کوئی چیز نہ دیکھے گا، پھر وہ اس کے تیر کو دیکھے گا۔ تو اس میں کوئی چیز موجود نہ ہوگی۔ وہ گوبر اور خون سے سبقت کر جائے گا۔ ان کی علامت ایک سیاہ فام آدمی ہوگا جس کا ایک بازو عورت کے پستان یا گوشت کے ہلتے ہوئے ٹکڑے کی طرح ہوگا۔ وہ لوگوں کے اختلافات کے وقت نمودار ہوں گے۔ ابو سعید بیان کرتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ اور میں گواہی بھی دیتا ہوں کہ حضرت علی ابن ابی طالب نے ان سے جنگ کی اور میں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے اس آدمی کے متعلق حکم دیا پس اس کی تلاش ہوئی اور اسے آپ کے پاس لایا گیا یہاں تک کہ میں نے اسے ان صفات کے ساتھ دیکھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی تھیں۔" ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ مسلم نے بھی اسے اسی طرح قاسم بن فضل کی حدیث سے ابو نضرہ سے اور ابو سعید سے بیان کیا ہے۔[1]

غنائم کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراضگی

سبب حقیقی کبریٰ کے
زمانے سے دور

موجودہ تہذیب کی اصطلاح کے مطابق، ایک فوجی معاہدہ تھا۔ جو انصار، اوس اور خزرج اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان طے پایا تھا اور اس میں انصار نے رسول کریم کی

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۶۲، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۴۸، تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ

حفاظت کا عہد کیا تھا کہ وہ اپنی جانوں اور اپنی عورتوں اور بچوں کی طرح آپ کی حفاظت کریں گے ...... اور دشمنانِ اسلام کے خلاف ہر معرکہ میں یہ انصار ہمیشہ ہی پیش پیش [illegible] رہے ہیں اور انہوں نے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی تھی اور یہ تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی تھی۔ انصار ہی نے ہجرت کے بعد آپ کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھائی تھی۔ حالانکہ انہیں علم تھا کہ سارا عرب و تمام جزیرۂ عرب جس کے باشندے ان دنوں مشرک اور توحید کے دشمن تھے دشمنی کریں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ مکہ سے ہجرت کرنے والوں کے ساتھ انصار نے جو شریفانہ موقف اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں اس کی تعریف کی ہے۔

وَالَّذِينَ ....

....

....

قرآن حکیم ۱

اور انصار جیسا کہ اللہ نے ان کا نام رکھا ہے، ہر موقع میں اللہ کے رسول کے مددگار تھے۔ اور وہ اپنی کثرت تعداد اور جنگ میں اپنی شدید شجاعت کے باعث اس فوج میں جس کی کمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے مرکز ثقل تھے۔ اور بدر کے عظیم معرکہ میں جس کے بعد مسلمان تاریخ کے وسیع ترین دروازے میں داخل ہوئے۔ تمام اسلامی فوج تین سو تیرہ جانبازوں پر مشتمل تھی جن میں صرف انصار کے تقریباً دو سو تیس جانباز تھے۔

---

۱ الحشر آیت ۹ ۲ الانفال آیت ۷۴

اور جب غزوہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مکہ کی فتح کرا دیا اور جو دس ہزار جاں نثاروں پر مشتمل تھی اور جو بیس سے زیادہ قبائل سے تیار ہوئی تھی اس میں صرف انصار کا قبیلہ قریباً نصف فوج کی نمائندگی کرتا تھا کیونکہ اس میں صرف ان کی تعداد چار ہزار جانبازوں پر مشتمل تھی۔

اور حنین کے فیصلہ کن معرکہ میں جب جنگ کے پہلے مرحلہ میں فوج کو شکست ہوئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو میدان حرب کی طرف واپس آنے کی اپیل کی۔ تو سب سے پہلے آپ نے انصار صحابہ کی وہ میدان کی طرف پلٹ آئے اور وہ اس فیصلہ کن معرکہ کا ہراول بن گئے۔ جس میں بالآخر مسلمانوں کو ہوازن کے مشرکین پر زبردست فتح حاصل ہوئی۔ مگر انصار کرام نے ان بیشمار عطیات پر جو حنین کی غنائم میں سے قبائل کے بعض حدیث الاسلام زعما کو دیئے گئے جن کے اسلام پر ابھی پورا ایک ماہ سے زیادہ نہیں گزرا تھا، بدگمانی کا اظہار کیا۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ایک اونٹ دیئے گئے۔

اور یہ کام اس ہادی دعوت نے جس کے دل میں دنیا کی محبت کی کوئی جگہ نہیں۔ ان کی تالیف قلوب اور انہیں اسلام کی طرف کھینچنے کی خواہش کے جذبے سے کیا، جیسا کہ آپ نے بعد میں انصار کے سامنے جب انہوں نے موضوع کے متعلق جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا، اس کی تحریک کی وضاحت کی۔

مورخین اور اصحاب حدیث جیسے بخاری اور مسلم نے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور عرب کے قبائل کے زعما کو غنائم سے بیشمار عطیے دیئے۔ تو انصار سے جو کچھ صادر ہوا۔ اسے رسول کریم سے ناراضگی کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔

اور جب اس ناراضگی کی اطلاع آنحضورؐ تک پہنچی تو آپ اس سے بہت متاثر ہوئے

یہاں تک کہ واضح طور پر آپ پر فتح کے آثار نظر آنے لگے۔ آپ انصار سے بہت محبت رکھتے تھے اس لیے آپ نے انصار کو بلایا۔ اور جو کچھ انہوں نے کہا تھا اس کے متعلق اور آپ نے مؤلفۃ القلوب کو جو بے شمار عطیات دیئے تھے جس کے باعث انہیں ناراضگی ہوئی تھی، اس کے متعلق آپ کے اور ان کے درمیان مکمل گفتگو ہوئی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انصار اصحاب کے سامنے اپنا نقطۂ نظر اور ان اسباب کو واضح کیا۔ جو زعماء مکہ اور دیگر قبائل کے زعماء کے مؤلفۃ القلوب کو جزیل عطیات دیئے گئے تھے۔ پس انصار نے رسول کریم صلی اللہ کی رضا مندی کو تسلیم کر لیا حتیٰ کہ انہوں نے تقسیم دولت پر اپنی رضا مندی کا اعلان کر دیا۔ اور وہ آپ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ رونے کے قریب پہنچ گئے۔ سیرۃ حدیث اور اصحاب مغازی و سیر نے اس ڈرامائی واقعے کی تفاصیل بیان کی ہیں۔ ہم بیان کرتے ہیں۔

حنین کی غنائم میں سے انصار کے بہادر سپاہیوں کا حصہ جو اوروں سے زیادہ نہ تھا۔ جبکہ عیینہ بن حصن، ابو سفیان بن حرب، صفوان بن امیہ اور اقرع بن حابس جیسے آدمیوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک سو اونٹ حاصل کیے۔ اور انہیں اسلام کی مد میں کوئی سبقت حاصل نہ تھی۔ رواۃ حدیث اور اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں انصار نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراضگی میں جو بات کہلوائی وہ یہ تھی کہ

"جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم سے جنگ کی تو اس وقت ہم آپ کے اصحاب تھے اور جب تقسیم غنائم کا وقت آیا تو آپ کی قوم اور آپ کا خاندان آپ کے ساتھ تھا۔۔۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ فعل کس کا ہے اگر یہ اللہ کا فعل ہے تو ہم صبر کرتے ہیں اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے تو ہم آپ کی رضا مندی چاہتے ہیں۔"[۱]

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۵۸، ۹۵۹، سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۲۴

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں کو ایک ایک سو اونٹ دے رہے تھے تو دیگر انصار کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کرے وہ قریش کو غنائم دے رہے ہیں اور ہماری تلواروں سے ان کا خون ٹپک رہا ہے[1]

اور دوسرے انصار نے کہا — خدا کی قسم یہ عجیب بات ہے کہ ہماری تلواروں سے ان کا خون ٹپک رہا ہے اور غنائم ان میں تقسیم ہو رہی ہیں[2] اور امام بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ انصار نے کہا

جب کوئی سخت مصیبت ہوتی ہے تو ہمیں بلایا جاتا ہے اور غنیمت ہمارے غیروں کو دی جاتی ہے۔[3]

خزرج کے سردار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کی ناراضگی کی اطلاع دینا

خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ سادات قریش اور دیگر قبائل کے زعماء کو جو غنائم دی گئی ہیں ان کے باعث انصار کے دلوں میں رنج پایا جاتا ہے۔ حضرت سعد نے کہا آپ کو جو غنیمت ملی ہے اور آپ نے اس میں جو تصرف کیا ہے اس کی وجہ سے انصار کا یہ قبیلہ اپنے دل میں آپ سے ناراض ہے۔ آپ نے غنائم کو اپنی قوم میں تقسیم کر دیئے ہیں اور آپ نے عرب کے قبائل کو عظیم عطیات دیئے ہیں اور انصار کے اس قبیلہ کو کچھ نہیں ملا[4] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! تیری اس بارے میں کیا پوزیشن ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں بھی اپنی قوم کے ساتھ ہی ہوں گا[5]

اور بعض مصادر میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[6] اے سعد تیری

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۵۶ [2] صحیح بخاری [3] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۵۸ بروایت صحیحین حدیث شعبہ [4] سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۲۴ [5] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۵۷ منقول از صحیح بخاری

[6] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۳ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۵۷

س بارے میں کیا پوزیشن ہے؟ تو سعد نے کہا میں بھی انہی کی طرح کا ایک ادنیٰ فرد ہوں۔ اللہ ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ کہاں سے حکم ہوا ہے؟

انصار کا غنائم کے بارے میں حضور علیہ السلام سے غصہ ہونا اور آپ کا ان سے مناقشہ کرنا

ابن اسحاق روایت: ہمارے اصحاب بیان کرتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے ان لوگوں کا علم ہوا جو کچھ لوگوں سے بعض سادات عرب کو بے شمار عطیات ملنے پر آپ کی ناراضگی کی خبریں کر آپ بہت افسردہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ ناراضگی کے آثار آپ کے چہرے پر منعکس ہو گئے۔ صاحب سیر بیان کرتے ہیں کہ آپ نے خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ کو حکم دیا کہ وہ انصار کو اکٹھا کر کے میرے پاس لائیں تاکہ آپ ان سے گفتگو کر کے ان کے سامنے آپ کی وضاحت کریں جو اس معاملہ کا موجب بنے ہیں جس نے انہیں ناراض کر دیا ہے اور انہوں نے جو کچھ کہا تھا کہہ دیا ہے۔ نیز آپ نے سعد بن عبادہ کو یہ بھی حکم دیا کہ اس جگہ میں انصار کے سوا کوئی دوسرا آدمی شریک نہ ہو۔

حضرت سعد بن عبادہ نے تعمیل ارشاد کی اور سادات انصار کو ایک بڑے خیمے میں اکٹھا کر دیا اور حضرت سعد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے اکٹھا ہو جانے کی اطلاع دی تو آپ ان کے پاس تشریف لائے اور مہاجرین کے کچھ لوگ بھی آ گئے جنہیں آپ نے واپس کر دیا کیونکہ آپ خاص طور پر انصار کے ساتھ گفتگو کرنا چاہتے تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب انصار کے پاس آئے تو ناراضگی آپ کے چہرے سے عیاں ہو رہی تھی۔ پھر آپ نے حمد و ثنا کے بعد ان میں تقریر کی جس میں آپ نے فرمایا — اما بعد! مجھے تمہارے متعلق ایسی باتیں پہنچی ہیں، اے گروہ انصار! مجھے تمہاری اس ناراضگی کی بات کا علم ہوا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے کیا میں تمہارے پاس اس وقت نہیں آیا جب تم گمراہ تھے، تو تمہیں اللہ نے ہدایت دی۔ اور تم تنگ دست تھے تو اللہ نے تمہیں غنی کر دیا۔ اور تم دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت

پیدا کردی۔ انھوں نے جواب دیا۔ "ہاں! اللہ اور اس کا رسول بہت احسان اور بہت فضل کرنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا "اے گروہ انصار! کیا تم مجھے جواب نہ دو گے۔

انھوں نے کہا "یا رسول! ہم آپ کو کیا جواب دیں' اللہ اور اس کے رسول کیلئے ہی احسان اور فضل ہے۔؟

آپ نے فرمایا "خدا کی قسم! اگر تم چاہتے تو یہ بھی بات کہہ سکتے تھے کہ آپ ہمارے پاس آئے تو آپ کی تکذیب کی جا رہی تھی اور ہم نے آپ کی تصدیق کی اور آپ بے یار و مددگار تھے اور ہم نے آپ کی مدد کی۔ آپ دھتکارے ہوئے تھے۔ اور ہم نے آپ کو پناہ دی۔ آپ محتاج تھے تو ہم نے آپ کو دیا۔ اور اپنی طرح کا بنا لیا

اے انصار! تم اپنے دلوں میں کچھ ناراضگی پاتے ہو اور بعض روایات میں ہے کہ تم اپنے دلوں میں دنیا کی ایک آفت پاتے ہو۔ میں نے ان لوگوں سے دوستی کی ہے جو مسلمان ہوئے ہیں اور جو کچھ اسلام نے تمہیں دیا ہے میں نے تمہیں اس کے سپرد کیا ہے۔ اے گروہ انصار! کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ لوگ اونٹ بکریاں لے جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک آدمی ہوتا اور اگر ایک راستے پر چلیں تو میں انصار کے راستے پر چلوں گا۔ انصار اندر کا لباس ہیں اور لوگ اوڑھنے والا کپڑا ہیں[1]

> اور صحیح کی ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "قریش نے نیا نیا جاہلیت کو چھوڑا ہے اور وہ ابھی مصیبت زدہ ہیں۔ میں ان کی اصلاح اور ان سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ لوگ دنیا کا مال لے کر جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۴۲۔ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۵۸۔ البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۵۸ [illegible]
صفحہ ۳۵۹۔ [2] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۲۰۔ سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ [illegible]

اپنے گھروں کو واپس جاؤ؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار ایک راستے میں چلیں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا[1]

اور بعض روایات میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔۔۔ اپنے انصار کے ساتھ جو گفتگو کی تھی اور اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کرنے کے بعد جس کی وجہ سے آپ نے غنائم کے خمس سے بعض قریشیوں کو بے شمار عطیات سے نوازا تھا، آپ نے کہا کہ میں تم کو بحرین کا پروانہ لکھ دیتا ہوں جو میرے بعد تمہارے لوگوں کو چھوڑ کر تمہارے لئے مخصوص ہوگا اور وہ آج کل ان تمام علاقوں سے بہتر ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی ہے۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں آپ کے بعد دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: تو میرے بعد عنقریب خود پسندی کو دیکھو گے پس صبر کرو یہاں تک کہ تم اللہ اور اس کے رسول سے ملو، تمہارے ملنے کی جگہ حوض ہے اور وہ صنعا اور عمان کے درمیانی علاقے کی طرح ہے اور اس کے برتن ستاروں کی تعداد جتنے زیادہ ہیں۔ اے اللہ! انصار پر، انصار کے بیٹوں پر اور انصار کے بیٹوں کے بیٹوں پر رحم فرما، پس انصار رو پڑے یہاں تک کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور سب کہنے لگے کہ یارسول اللہ ہم حصے اور تقسیم سے راضی ہیں۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے اور وہ منتشر ہو گئے[2]

ارباب حدیث و مغازی نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس میں سے ہر ایک کو ایک سو اونٹ دیئے حضرت سعد بن ابی وقاص نے آپ سے کہا کہ یارسول اللہ! آپ نے عیینہ بن حصن اور

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ [illegible]

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ [illegible]، سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ [illegible]، البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ [illegible]، سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ [illegible]

اقرع بن حابس کو ایک ایک سو اونٹ دیئے ہیں اور جعیل بن سراقہ ضمریؓ کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جعیل بن سراقہ تمام زمین کے عیینہ اور اقرع جیسے چودھریوں سے بہتر ہے لیکن میں نے ان دونوں سے دوستی کی ہے تاکہ یہ اسلام لے آئیں اور میں نے جعیل بن سراقہ کو اس کے اسلام کے سپرد کر دیا ہے[1]

اور بخاری نے عمرو بن تغلب سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ لوگوں کو روک دیا۔ اور وہ بگڑے ناراض ہو گئے۔ آپ نے فرمایا میں ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جن کی بے صبری اور گھبراہٹ سے میں خوف کھاتا ہوں اور جن لوگوں کے دلوں میں اللہ نے تونگری اور بھلائی پیدا کی ہے انہیں ان کے سپرد کر دیتا ہوں اور ان میں عمرو بن تغلب بھی شامل ہے۔ عمرو بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے۔

---

[1] اسد الغابہ میں جعال ہے۔ بعض جعیل بن سراقہ غفاری کہتے ہیں اور بعض ضمری کہتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ بنی ثعلبہ بن سعد میں شمار ہوتے ہیں۔ جعیل اہل صفہ اور فقراء مسلمین سے تھے اور اسلام کے سابقین الاولین میں سے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد میں حاضر ہوئے اور بنی قریظہ کی مہم میں ان کی آنکھ جاتی رہی اور جعیل ایک بدصورت آدمی تھا۔ اور بعض روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ظاہری منظر ہے — رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعیل کی قوت ایمانی اور قوت یقین کی وجہ سے انہیں بے شک مال نہ دیا اور ان کے بدصورت ہونے کی وجہ سے ان کے مرتبہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔

[2] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۱، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۴۸، سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۴۲، ابن ہشام صفحہ ۱۴۳ کہ عمرو بن تغلب العبدی عبد القیس سے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ نمر بن قاسط سے ہیں

(باقی حاشیہ ۔۔۔)

خواہرِ رسولؐ — قیدیوں میں

حنین میں ہوازن پر پہلے دھاوے میں شکست [illegible] نے اچھا [illegible] معرکہ میں [illegible] ہوا [illegible]

عورتیں اور بچے بھی لے آئے تھے ، اور شکست کے باعث [illegible] یہ [illegible] مسلم جنگی قانون ہے ۔ اور اس وقت دنیا میں جو تسلیم شدہ قوانین حکومت کر رہے ہیں ان کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ ہوازن کے تمام بچے اور عورتیں قیدی بن گئے اور مال و متاع [illegible] مال ہاتھ لگا سب تقسیم ہونے والی غنیمت کا حصہ خیال کئے گئے ۔

اور یہ ایک اتفاق ہے ۔ کہ [illegible] ہوازن کی تمام مستورات [illegible] علیہ وسلم کے رضاعی رشتہ دار تھے ۔ قیدیوں کے ضمن میں مسلمانوں کے ہاتھ آ گئی تھیں ۔ ان قیدیوں میں شیماء بنت حارث بھی تھیں جن کی [illegible] معروف تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن تھیں جو حنین کے روز ہوازن کے قیدیوں کے ضمن میں جیش اسلامی کے ہاتھ میں قید ہو گئی [illegible] نے اسے برا بھلا کہا [illegible] نے [illegible] سے کہا کہ وہ آپ کی [illegible]

[illegible]

[illegible]

خدا کی قسم میں تمہارے نبی کی بہن ہوں۔ مگر انہوں نے اس کی بات کو درست تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے۔ ہذلی نے اسے پکڑا ہوا تھا، وہ مسلمانوں پر بڑی سختی کرنے والے تھے اور جب وہ اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو وہ کہنے لگی آپ کی رضاعی بہن ہوں۔

آپ نے فرمایا: اس کی نشانی کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: جب وادی سرر میں آپ کو اپنی ران پر بٹھائے ہوئی تھی اور ہم ان دنوں وہاں کے چرواہے تھے تو آپ نے میری پشت پر دانت سے کاٹا تھا۔ اس کاٹنے کا نشان موجود ہے۔ آپ کے ماں باپ میرے ماں باپ تھے اور میں نے پستان کے ساتھ ہی آپ کو پالا ہے۔ رسول مقبول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نشانی کو پہچان لیا تو آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی اور اسے کہا اس پر بیٹھ جاؤ۔ اور اسے خوش آمدید کہا اور آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور آپ نے اس سے اپنے رضاعی ماں باپ کے متعلق دریافت کیا تو اس نے آپ کو ان کی وفات کی اطلاع دی۔ پھر آپ نے اسے اختیار دے دیا کہ چاہے تو وہ آپ کے پاس رہے اور چاہے تو اپنی قوم کے پاس چلی جائے۔

اگر تو پسند کرے تو میرے پاس عزت و احترام کے ساتھ رہ سکتی ہے اور اگر تو اپنی قوم اور رشتہ داروں کے پاس واپس جانا چاہتی ہے تو تو اپنی قوم کے پاس واپس جا سکتی ہے۔ اس نے کہا میں اپنی قوم کے پاس واپس جاؤں گی، پھر اس نے اسلام قبول کر لیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اکرام کیا۔ تین اونٹ اور بکریاں عطا فرمائیں اور ایک غلام اور ایک لونڈی بھی عطا فرمائی جن کی اس نے ایک دوسرے سے شادی کر دی۔

بعض روایتوں میں ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہن شیماء کے لئے چادر بچھائی تو آپ نے فرمایا تو جو مانگے گی تجھے دیا جائے گا اور تیری سفارش

مجرموں کی بخشش۔

مورخین بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ ہوازن کی شاخ بنو سعد سے ایک آدمی سے متعلق جس کا نام بجاد تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی گئی۔ یہ شخص جو قتل کا مستحق تھا کیونکہ اس نے ایک مسلمان کو قتل کر کے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ نیز اسے قتل کرنے کے بعد اسے آگ سے جلا دیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سواروں کو اس کی تلاش کا حکم دیا اور فرمایا اگر تم بجاد پر قابو پا لو تو وہ تم سے بھاگ نہ جائے۔ واقدی بیان کرتا ہے کہ بجاد بنی سعد کے علاقہ میں رہنے والوں کے پاس ایک مسلمان آیا۔ تو بجاد نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور پھر اسے آگ سے جلا دیا۔ اور بجاد بھاگ گیا تھا۔ پس سواروں نے اسے پکڑ لیا۔ اس نے اپنی بہن شیماء بنت حارث کے ساتھ پکڑی گئی تھی۔ اور شیماء جب حنین کے قیدیوں کے ہمراہ آئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچان لیا اور ان کا اکرام کیا۔ اور ان کے بعد شیماء جعرانہ میں اپنے مقام پر واپس آ گئیں۔ ہوازن کی عورتوں کے ساتھ ان کے بعد بیٹھے میں گفتگو کی تھی اس نے اپنے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آ کر بجاد کی سفارش کی اور کہا کہ اسے بخش دیں اور اسے معاف فرما دیں تو آپ نے ایسے ہی کیا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ کیا سلوک طائف سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوازن کے قیدیوں کو رہا کرنا

واپسی کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ میں تقریباً دس دن انتظار کیا اور اس امید پر ہوازن کے قیدیوں کو جیش اسلامی میں تقسیم نہ کیا کہ ہوازن کے سرکردہ آدمی اور ان کے نمائندے آئیں گے اپنے قیدیوں اور عورتوں کی آزادی کے بارے میں بات کریں گے۔ لیکن ہوازن کے سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس قسم کی اپیل کرنے میں سستی اور تاخیر سے کام لیا۔ اور فتح مند اسلامی فوج کے عوام نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقسیم غنائم کے سلسلے میں اصرار کیا۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں بیتابی تھی۔

مغازی الواقدی

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سب میں تقسیم کر دیا — کیونکہ اسلامی قوانین کے مطابق یہ ان کا حق تھا کہ محارب دشمن کی عورتیں، بچے اور اموال فاتح فوج کی ملکیت ہو جایا کرتے ہیں اور قیدی سے غلام بن جاتے ہیں۔

اور ہم نے اپنی دوسری کتاب "غزوۂ بنو قریظہ" کے متعلق اسلام کے نظریہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور یہ کہ دین بشریت کو آزاد کرنے کے لئے آیا ہے جس نے غلامی کی لعنت سے انسانیت کو بچا دیا ہے۔ جو اس وقت عالم میں بالعموم رائج تھی۔ غلامی کو [illegible] کا حکم دیا [illegible] کی طرح [illegible] غلامی کا [illegible] آزادی کے متعلق اسلام نے بتدریج ترغیب دی ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کے آزاد کرنے کو بہت [illegible] کی [illegible] اسلامی فوج کے پاس قیدی [illegible] آپ نے [illegible] قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

ہوازن کا وفد دربار رسول میں

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آ رہے تھے۔ ہوازن نے اپنے قبیلہ کا ایک وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کیلئے بھیجا۔ تاکہ آپ سے اپیل کرے کہ آپ قیدیوں پر احسان کریں اور انہیں آزاد کر دیں لیکن ہوازن کا وفد اس وقت میں پہنچا جب قیدی، فوج کے عوام میں تقسیم ہو چکے تھے اور انہیں ان کے ہاتھوں سے واپس لینے اور آزاد کرنے میں کچھ مشکل اور الجھن پائی جاتی تھی، لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشکل پر قابو پالیا اور ایسے اقدامات کئے جو قیدیوں کے چھڑانے اور ان کو واپس کرنے کے کفیل تھے۔

ہوازن کا یہ وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا وہ چودہ[1] آدمیوں پر مشتمل تھا۔ اور ان کا سربراہ ابو صرد زہیر بن صرد تھا۔ اور وفد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک رضاعی چچا بھی تھا۔ جو گفتگو کرنے والوں میں سے ایک تھا اور ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آیا تھا اور اس سے پہلے ہوازن تھے ان کے اسلام کو بھی اپنے ساتھ لایا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد کا بہت اچھی طرح استقبال کیا۔ اور ان کی عزت کی، پھر وفد کے آدمیوں نے اس معاملے کے متعلق گفتگو کی جس کی وجہ سے وہ آئے تھے، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ آپ نے قیدیوں کی تقسیم کے بارے میں تاخیر کی تھی اور آپ نے بہت انتظار کیا ہے۔ یہاں تک کہ آپ کو خیال ہوا کہ وہ ہرگز نہیں آئیں گے۔ پس آپ نے انتظار کیا ہے یہاں تک کہ آپ کو خیال ہوا کہ وہ ہرگز نہیں آئیں گے۔ پس آپ نے شریعت کے مطابق غنیمت کو مسلم فوج میں تقسیم کر دیا۔ اس کے علاوہ آپ نے ان سے وعدہ کیا کہ جو قیدی، غنائم کا جزو ہونے کے ناطے سپاہیوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ پھر بھی آپ کے قیدیوں کی آزادی کے لئے کوشش کریں گے۔ اور عملاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کے عام میں اپنی سعی کو جاری رکھا تاکہ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ہوازن کا جو قیدی آیا ہے وہ اسے آزاد کر دے۔ اور جس شخص نے قیدی کے بدلے میں اپنے حق سے تمسک کیا، حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے بیت المال سے اس کا معاوضہ دیا۔ یہاں تک کہ آپ نے ہوازن کے چھ ہزار قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ — ہوازن کا وفد آیا اور وفد نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] زہیر بن صرد، جشمی سعدی ہوازن کی ذیلی شاخ سعدی ابو صرد، بعض کہتے ہیں ابو جرول جشمی سعدی تھا۔ جو بنی سعد بن بکر سے تھا اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رضاعی چچا تھا زہیر بن صرد نے شام میں سکونت اختیار کی۔ ابن اثیر نے یہ بات اسد الغابہ میں بیان کی ہے۔ اور اس نے زہیر کے اس قصیدہ کا بھی ذکر کیا ہے جو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہا)

کا ایک رضاعی چچا بھی شامل تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا "یا رسول اللہ! ان باڑوں میں آپ کی وہ پھوپھیاں، خالائیں اور پرستیں بھی ہیں جو آپ کی خبر گیری کرتی رہی ہیں۔ اور آپ ہماری گودوں کے پالے ہوئے ہیں۔ اور ہم نے اپنے پستانوں سے آپ کو دودھ پلایا ہے۔ اور میں نے آپ کو شیرخوارگی میں دیکھا ہے۔ اور میں نے آپ سے بہتر کوئی شیرخوار نہیں دیکھا پھر میں نے آپ کو جوانی میں دیکھا ہے اور میں نے آپ سے بہتر کوئی جوان نہیں دیکھا۔ اور آپ میں بھلائی کے خصائل کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود ہم آپ کے اہل اور آپ کا خاندان ہیں۔ پس ہم پر احسان کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی فرمائے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے آپ کے لئے تاخیر کی۔ یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ تم لوگ نہیں آؤ گے۔ اب قیدی تقسیم ہو چکے اور ان کا حصہ لگ چکا ہے۔

اس وفد کے مسلمان ہونے اور ان کے پیچھے جو لوگ تھے ان کے مسلمان ہونے اور ان کے مسلمان ہونے کو ثابت کرتا ہے کہ وہ سب کے سب اسلام لے آئے تھے۔ وہ بیان کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوازن کے چودہ مسلمان آئے اور ان کی قوم کے جو لوگ ان کے پیچھے تھے ان کے اسلام کی بھی خبر دی۔ ان کا سربراہ اور اسپیکر ابو صرد زہیر ابن صرد تھا۔ اس نے کہا "یا رسول اللہ! ہم آپ کے اہل خاندان ہیں اور ہم پر جو مصیبت پہنچی ہے وہ آپ سے مخفی نہیں۔ یا رسول اللہ! ان باڑوں میں آپ کی وہ پھوپھیاں، خالائیں اور پرستیں بھی ہیں جو آپ کی خبر گیری کرتی رہی ہیں اور اگر ہم نے حارث بن ابی شمر یا نعمان بن منذر کو دودھ پلایا ہوتا اور وہ یوں ہمارے پاس اس طرح آتے جیسے آپ آئے ہیں تو ہم ان سے فضل و رحمت کی امید رکھتے ہیں اور آپ بہترین پروردہ ہیں اور کہتے ہیں ابو صرد نے اس وقت کہا۔ ان باڑوں میں تمہاری پھوپھیاں اور پھوپھیوں اور خالاؤں کی بیٹیاں ہیں۔ یا رسول اللہ! میرے باپ آپ پر قربان ہوں۔ ان کا دور رشتہ داری آپ کا قریب ہے۔ انہوں نے آپ کو اپنی گودوں میں

پالا ہے اور اپنی چھاتیوں سے دودھ پلایا ہے اور آپ کو اپنی رانوں پر بٹھایا ہے۔ اور آپ کی بہترین پرورش کی ہے۔

پھر اس نے یہ اشعار پڑھے

> "یا رسول اللہ! ہم پر نوازش فرمائیے آپ وہ آدمی ہیں جن سے ہم امید رکھتے ہیں اور آپ کو خزانہ سمجھتے ہیں۔ ان عورتوں پر نوازش فرمائیے جنہیں تقدیر نے روک دیا ہے۔ اور جن کو زمانے نے ان کے شیرازے کو بکھیر دیا ہے۔ ان عورتوں پر نوازش فرمائیے جن کا دودھ آپ پیتے رہے ہیں اور آپ کا منہ ان کے خالص دودھ سے بھر جاتا تھا۔ جب آپ بچے تھے تو وہ آپ کو دودھ پلایا کرتی تھیں اور جب آپ کچھ نہیں کر سکتے تھے تو وہ آپ کو آراستہ کیا کرتی تھیں۔ اے آزمائش کے وقت سب سے بہتر آدمی! کیا وہ نعمتیں جنہیں تو بکھیر رہا ہے ان کو نہیں ملیں گی؟ ہمیں ان لوگوں کی طرح نہ بنا دیجیے جن میں اختلاف ہو گیا ہو۔ اللہ سے سبقت کیجیے ہم زہری گروہ ہیں۔ اگر نعمتیں ہمارے پاس آئیں تو ہم ان کا شکریہ ادا کریں گے۔ اور آج کے بعد وہ ہمارے پاس ذخیرہ ہو کر رہیں گی۔"

مورخین بیان کرتے ہیں کہ جب ہوازن کے آدمی اپنے قیدیوں کے بارے میں گفتگو کر چکے اور انھوں نے ان کے آزاد کرنے اور ان پر احسان کرنے کا تقاضا

کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے اچھی بات یہ ہے جو سب سے سچی ہو، تم میرے پاس مسلمانوں کو دیکھ رہے ہو، تمہیں اپنے بیٹے اور بیویاں یا مال زیادہ محبوب ہیں؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے ہمیں بیٹے اور مال کے بارے میں اختیار دے دیا ہے، ہم چاہتے ہیں ہمارے بیٹے اور عورتیں ہمیں واپس دے دیجئے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جو کچھ میرے اور بنی عبد المطلب کیلئے ہے وہ آپ کا ہے۔ اور میں تمہارے لئے لوگوں سے پوچھتا ہوں۔ اور جب میں ظہر کی نماز پڑھ لوں تو تم کہنا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے پاس سفارشی بناتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفارشی بناتے ہیں تو میں تمہیں کہوں گا کہ جو میرے اور بنی عبد المطلب کیلئے ہے وہ آپ کا ہے اور میں تمہارے لئے لوگوں سے بھی سوال کروں گا۔

پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی تو ہوازنیوں نے کھڑے ہو کر وہ بات کہی جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے پاس اور مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفارشی بناتے ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ میرے اور بنی عبد المطلب کے لئے ہے وہ آپ کا ہے۔ تو مہاجرین نے کہا جو کچھ ہمارا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے اور انصار نے بھی یہی بات کہی۔ اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن اور عباس بن مرداس سلمی کے ہاتھوں میں جو قیدی تھے وہ فوراً چھوڑ دیے ان کے آزاد کرنے سے باز رہے۔

اقرع بن حابس نے کہا میں اور بنو تمیم ایسا نہیں کریں گے۔ اور عیینہ نے کہا میں اور بنو فزارہ ایسا نہیں کریں گے۔ اور عباس بن مرداس نے کہا میں اور بنو سلیم ایسا نہیں کریں گے۔

مگر بنو سلیم نے اپنے سردار عباس بن مرداس کی مخالفت کی ۔ اور کہا کہ جو کچھ ہمارا ہے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے تو عباس نے کہا تم نے مجھے کمزور کر دیا ہے
اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقریر کیلئے کھڑے ہوئے اور آپ
اعلان فرمایا کہ ہوازن کے تمام قیدیوں کو آزاد کیا جائے گا ۔ اور ان میں سے ہر قیدی
واپس کی طرف واپس جائے گا ۔ نیز آپ نے یہ اعلان بھی فرمایا کہ جس کا دل
یہ آزاد کرنا چاہے تو مال غنیمت کا حصہ اسے ملنے والے حصہ کے مطابق مز
معاوضہ دیا جائے گا ۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکہ حنین میں شامل ہونے والے قبا
کے زعماء اور فوج کے قائدین سے فرمایا ، یہ ہوازنی مسلمان ہو کر آئے ہیں ، اور میں
ان کے بارے میں غور و فکر کیا ہے ، اور میں نے انہیں اختیار دیا ، چاہیں تو اموال لے
رشتہ دار لے لیں اور انہوں نے اموال کو عورتوں اور بچوں کے برابر قرار نہیں دیا ۔ پس ج
شخص کے پاس ان میں سے کچھ ہو اس کا دل خوش ہو تو وہ آزاد کر دے اور تم میں سے ج
شخص انکار کرے اور اپنے حق کے ساتھ تمسک کرے تو وہ بھی انہیں واپس کر دے ۔
اور اللہ تعالیٰ ہمیں جو پہلی غنیمت دے گا اس میں سے چھ اونٹ دینا ہم پر فرض ہو

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں استحقاق
متمسک رہنے والوں کیلئے بیت المال سے ایک قیدی کا فدیہ چھ جذعے اونٹ مقرر
کر دیا ہے ۔

اور قیدیوں کو آزاد کرنے پر راضی رہنے والوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے مقرر کردہ معاوضے کو قبول کر لیا اور حنین جیسا اسلام کی فاتح فوج کی غالب

ہ ہوازنی وفد کی نبی کے ساتھ بات کی گئی ہے اور تین ابو عروہ کہتے ہیں جو تھے سال میں داخل ہو
ٹ ۔ جذاع جذع کی جمع ہے اور جذع وہ اونٹ ہے جو پانچویں سال میں داخل ہو ۔

یہودی نصاریٰ اور غیر مسلم تھے، اسلام کے پاس جو بھی تھے، یہودیت کو جزوی طور پر ترک کر دیا تھا۔ اور جو لوگ یہودی رہے ان کے بارے میں اپنے حق میں شک کرتے تھے وہ اعراب کی ایک قلیل سی اقلیت تھی۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مقررہ معاہدے کو قبول کر لیا۔ اور کہا کہ ہم تسلیم کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اپنے قبیلوں کو حکم دو کہ وہ انہیں جانے سے تمیز کر دیں تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کیسے ایمان لے آئیں۔ اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی جماعت کے جزیرہ کے تمام قبیلوں کو آزاد کر دیا۔ احسان پر مثالی کفالت غلام کرنے سے روک دیا۔ اسی مناسبت سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل فرمایا کرتے تھے کہ ایک روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی عرب پر ولاء یا غلامی ثابت ہوتی تو آج ثابت ہوتی، لیکن یہ تو فیصلہ ہو چکا تھا۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کی اکثریت سے جو لیے تھے حضرت ابو بکر کو چکر لگانے کے لئے بھیجا تو آپ کی تلقین یہ تھی کہ وہ جہاں کے طور پر کیا آزاد کرنے سے روکتی ہیں۔

پس آپ نے مہاجرین کی طرف حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت ثابت بن ثابت کو بھیجا۔ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بھی چکر لگا کر پوچھنے کو کہا وہ تھا ہیں۔ یہ تو فرمانے بتایا کہ وہ راضی ہیں اور ایک آدمی نے بھی تخلف نہ کیا۔ اور آپ نے حضرت عمر بن الخطاب کو اس بات کے دریافت کرنے کے لئے مہاجرین کے پاس بھیجا تو ایک آدمی نے بھی تخلف نہ کیا۔ اور حضرت ابو رہم غفاری نے قبائل عرب میں چکر لگایا، پھر انہوں نے تقسیم کر کے لشکر کو یا اور وہ لشکر کی گئی اکٹھے ہوئے جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ اور ان سب نے ایک ہی بات یعنی تسلیم و رضا پر اتفاق کیا۔ اور اسلام کے بات

غلام کے تمسک کو ولاء کہتے ہیں۔ مترجم

[illegible] نے جنوب تک [illegible] کئے۔ ۱

ہوازن کے سپہ سالار مالک بن عوف کا قبول اسلام

ہوازن کے بادشاہ اور سالار لشکر
مالک بن عوف اسلام کی تبلیغ پر

نے جنگ کے بعد حضرت [illegible] کی لڑائی کے بعد یہاں ستر [illegible] ہوا قریب تھا کہ ثقیف تائید ہو جاتی۔ مگر مالک نے جب دیکھا کہ ہوازن جنگ ہار گئے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ جاری رکھنا ان کے لئے سخت مضر ہے تو اس نے اپنے قبیلہ کے ساتھیوں

---

۱ طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۱۵۲، ۱۵۳؛ تاریخ طبری جلد ۳ ص [illegible]؛ سیرت ابن ہشام جلد [illegible] ص ۱۳۱، ۱۳۲؛ کتاب المغازی للواقدی جلد ۳ ص [illegible]؛ [illegible] ص ۹۵۲؛ سیرۃ حلبیہ جلد ۳ ص ۳۰۴، ۳۰۵؛ اسد الغابہ جلد ۴ ص ۲۰۸، ۲۹۰؛ الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد ۳ ص ۳۴۲، ۳۴۳۔

۲ مالک بن عوف بن سعد بن ربیعہ بن یربوع بن واثلہ بن دہمان بن نصر بن معاویہ بن بکر بن ہوازن نصری۔ اسد الغابہ میں ہے کہ ان کی کنیت ابو علی تھی۔ یہ مکہ فتح ہونے کے بعد تک مشرک تھا۔ جب ہوازن نے مسلمانوں کو شکست دینی چاہی تو یہ مشرکین کا سالار تھا۔ پھر مشرکین کو شکست ہوئی تو یہ [illegible] بادشاہ تھا۔ [illegible] کرتے ہیں کہ خود مالک نے حنین کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرا دیا۔ مگر گھوڑا [illegible] کی طرح آگے نہ بڑھا۔ تو مالک نے کہا جب تک مجھ جیسا شخص زندہ ہے اور میرے جیسا آدمی [illegible] اسی پیچھے اور [illegible] مالک [illegible] تھا [illegible] نہایت تھا [illegible] شکست [illegible] اسلام قبول کر لیا۔ اسلام لانے کے بعد مسلمان [illegible] ہوا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم قیس عیلان کے مسلمانوں [illegible] کا امیر مقرر کیا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ملک شام و دمشق [illegible] اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ عراق میں [illegible] جنگ میں شریک ہوا [illegible] معلوم نہیں کہ مالک کب اور کہاں فوت ہوا۔

کارزار سے واپس چلے جانے کا فیصلہ کیا تاکہ وہ مسلمانوں کی تلواروں سے بچ جائیں۔ ایک وہ گروہ (جسے اعراب بادیہ کہتے ہیں) کے لئے اپنے علاقہ کو واپس ہو گیا۔ پھر مسلسل بھاگتا ہوا چل کر طائف کے قریب وادی نخلہ میں پہنچ گیا۔ اور وہ اپنے قلعوں میں بند ہو گیا۔ پھر ان میں سے وادی اوطاس کو بھی چھوڑ دیا۔ اور طائف چلا گیا۔ جہاں ثقیف اپنے قلعے میں بند تھے۔ ان کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا۔ اور ثقیف ہوازن کے ہم بطون میں سے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ نے۔ جب آپ عمرہ و طائف کے لئے اپنے راستے پر جا رہے تھے اس وادی کے پاس سے گزرتے ہوئے مالک بن عوف کے قلعہ کو تباہ کرکے آگے تشریف لے چلے گئے۔

مالک بن عوف کی معافی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان

صاحب سیرۃ مغازی بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اموال غنائم کی تقسیم سے فارغ ہو چکے اور ہوازن کو قیدی واپس کر دیئے تو آپ نے ان کے وفد سے ان کے سردار اور سپہ سالار مالک بن عوف نصری کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا "یا رسول اللہ وہ بھاگ کر قلعہ بند ہو کر ثقیف کے پاس چلا گیا ہے"۔ آپ نے فرمایا "اسے اطلاع دے دو کہ اگر وہ مسلمان ہو کر آ جائے تو میں اس کے اہل اور مال اسے واپس کر دوں گا اور اسے ایک سو اونٹ بھی دوں گا"۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن عوف کے اہل اور مال کو خاص حفاظت سے رکھے جانے کا حکم دیا ہوا تھا۔ اور دیگر اموال کی طرح ان پر غنائم کی تقسیم کا قانون لاگو نہ کیا جائے۔

پس اسلام، مالک بن عوف کے اہل اور سامان مکہ میں ان کی پھوپھی ام عبداللہ بنت ابی امیہ کے پاس محفوظ ہو گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک کے گھر والوں اور مال کے ساتھ حفاظت کا حکم دیا تو ہوازن کے وفد نے کہا "یا رسول اللہ وہ ہمارا معزز اور محبوب ہے" تو آپ نے فرمایا "میں بھی اس سے بھلائی کا خواہاں ہوں۔"

اور جب ہوازن کے سپہ سالار مالک کو اس بات کی اطلاع ملی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمائی تھی۔ اور اس کے اسلام میں داخل ہونے پر آپ نے جو وعدہ کیا تھا۔ اس کو بھی معلوم ہوا۔ اور یہ کہ اس کے اہل اور مال پر تقسیم ہی نہیں ہوئے تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے اور اپنے اسلام کے اعلان کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن یہ خطرہ تھا کہ ثقیف کو وہ بات معلوم نہ ہو جائے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک اور اس کے اہل و مال کے متعلق فرمائی اور وہ اسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے روک دیں۔

اس لئے اس نے اس خبر کو پوشیدہ رکھا۔ اور پوشیدہ طور پر طائف کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ اور اس نے اپنے ایک قابل اعتماد آدمی کو اپنے لئے اونٹنی تیار کرنے کو کہا۔ اور کہا کہ وہ اسے دحنا[1] مقام پر اس کے لئے تیار رکھے۔ پھر اس نے اپنے گھوڑے کے متعلق حکم دیا۔ تو رات کو [illegible] اس کے پاس لایا گیا۔ پس وہ قلعہ طائف سے شب کے وقت نکلا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اور اسے دوڑاتا ہوا دحنا آگیا۔ اور وہاں سے وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ جب وہ آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اہل و مال اسے واپس کر دیئے اور سو اونٹ بھی عطا فرمائے اس موقع پر مالک نے اسلام قبول کر لیا۔ اور بہت اچھا مسلمان ہوا۔[2]

سالارِ مشرکین کا سالارِ مسلمین بننا

جب مالک بن عوف نصری جس نے حنین کے میدان کی معرکہ میں جیش نبوی کے خلاف کمان کی تھی مسلمان ہو گیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اسلام سے مطمئن ہو گئے تو اس کے بعد آپ نے اسے اس کی قوم ہوازن اور فہم کے مسلمانوں کا حاکم اور فوجی سالار بنا دیا۔ اور وہ ان کے ساتھ اللہ کی راہ میں مشرکین سے جہاد کرتا تھا۔

---

[1] طائف کے قریب مقام کا نام ہے۔

[2] مغازی واقدی جلد ۳ صفحہ ۹۵۴-۹۵۵

ہوازن کے قریبی علاقوں میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا حصّہ عطا فرمایا۔ اور مالک نے ان مسلمانوں کی ایک فوج تیار کی اور وہ ان کے ساتھ مشرکوں پر حملے کرتا تھا جس وقت ان قبائل نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کیلئے فوج تیار کی اور حنین میں جنگ شروع ہوئی، انھیں شکست ہوئی تو اسلام اور مسلمانوں کے لئے قلق و اضطراب کا سرچشمہ تھا۔ مگر جب اسلام کے لشکروں کی معنویت کا باعث بن گیا۔ اور ہوازن کے نواح میں جو لوگ شرک پر قائم تھے۔ ان کے لئے پریشانی اور اضطراب کا سرچشمہ بن گیا۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قوم کے مسلمانوں اور پڑوسی قبائل کے شرپسندوں پر امیر اور سالار مقرر کر دیا تو یہ ان مشرکین پر اور خصوصاً اپنی قوم ثقیف پر حملے کرتا تھا۔ جو حنین میں شکست کھانے کے بعد ہوازن کی باقیماندہ اقوام میں اسلام سے دشمنی رکھنے والی سب سے بڑی قوت تھی۔

اسلام کیسے قلب ماہیت کرتا ہے

اسلام جب انسان کے دل کو فتح کرتا اور اس میں رچ بس جاتا ہے تو اس سے شرک تمام عوامل کو زائل کر دیتا ہے اور ان کی جگہ بھلائی کے عناصر کی آبیاری کرتا ہے۔ یہ مالک بن عوف نصری جب مشرک تھا تو پہلے درجے کا مخالف اور دشمن اور شیطان کی راہوں کو اختیار کرنے والا تھا۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ اس نے کس طرح ہوازن کے بہترین جانبازوں کو اسلام کو تباہ کرنے کیلئے جمع کیا اور مکہ پر قبضہ کرنے کا خیال ذہن میں رکھتا تھا۔ [illegible] قبائل کے ساتھ شرک اور بت پرستی کی فتح کے لئے مسلمانوں کو مکہ سے نکالنے کا پختہ ارادہ کر کے جنگ کیلئے نکلا۔ اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ مالک نے مسلمانوں پر تباہ کن شکست نازل کرنے کیلئے کیا کوششیں کیں۔

اور جب اس کی قوم کے بعض دانشوروں نے فوج کے ساتھ عورتوں اور بچوں اور اموال کے لانے پر اس سے معارضہ کیا تو انھوں نے اس کے ساتھ اس کے بعض

بھی مغلوب ہو گیا۔ جب محسوس کیا تو اس نے انھیں اس طرح دعوت دی کہ اگر ابوجہل نے اس سے پہلے کے ساتھ اتفاق نہ کیا۔ جب اس نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کیلئے بند کیا ہے تو وہ کیوں نہ کرتے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس نے شرک کے ستونوں کی مضبوطی کیلئے حنین کی جنگ میں بڑی کی جدوجہد کی۔ اور استقلال دکھایا۔

لیکن آج صورت بدل چکی ہے — جیسے اسلام نے ایک اور قسم کا انسان بنا دیا ہے جیسے قرآن نے ادب سکھایا ہے اور اس کی۔ اسلام سے نفسِ طبیعت کی اصلاح ہوتی ہے۔ دیکھیے یہ وہی ہے جو ایک شیر کی طرح بن گیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے خلاف مقابلے اور اسلام کے ساتھ مخلص ہو کر ان پر غارت گری کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے ان کی وجہ سے اپنی قوم ثقیف کو ذلیل کر دیا ہے۔ اور اس کا جو ذاتی مقام طائف میں تھا وہ ثقیف اسلام جیسے راستے پر آگیا۔ بلکہ اس کا سایہ ثقیف قوم پر دن رات ہو سکتا تھا دعوت اسلامی کی زبردست طاقت تھی اور اس کی حرکت۔ وہ طائف کے ساتھ جنگ کرتی تھی۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن عوف کو اس کی قوم کے مسلمانوں اور طائف کے ارد گرد جو قبائل اور فہم کے قبائل کے مسلمانوں پر امیر مقرر کیا۔ اور کچھ مسلمان بھی اس کے پاس آگئے تھے — اور آپ نے اس کے لئے جھنڈا باندھا۔ اور وہ ان کے ساتھ جنگ کرتا تھا۔ ثقیف کے جو مویشی چرنے کے لئے نکلتے تھے انھیں لوٹ لیتا تھا — اور جب وہ واپس پہنچا تو لوگوں نے اپنے مویشی چھپانے کے لئے بھیجے — اور جب مالک بن عوف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہنچے تو وہ اپنے خیال میں مطمئن ہو گئے۔ وہ جس جانور پر قابو پا لیتا اسے پکڑ لیتا۔ اور جس آدمی پر قابو پاتا اسے قتل کر دیتا۔ اور اس نے جو کچھ لوٹا تھا۔ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں تحفہ بھیجا۔ ایک دفعہ مکہ میں بارش نہ ہونے سے سخت قحط پڑ گیا۔ اور اس نے اہل مکہ کے واسطے پانچ سو دینار بھیجے۔ اور ایک حصہ صفوان بن امیہ کو اور ایک حصہ ابو سفیان بن حرب کو بھیجا۔

دشمن بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ جب محمد صلعم سے جنگ کرتے ہیں اور ملک ہجرت کو تیار نہیں ہیں۔ سو ان کو یہاں سے نکالنا چاہتے ہیں اور وہ اپنے گھروں میں آ گئے ہیں۔ حالانکہ وہ بڑے عزت والے ہیں۔ اور ان کا ایک ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرتے ہوئے کہتا ہے:

> "اور میں نے تمام ملک میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند کوئی آدمی دیکھا ہے کہ جس کے ساتھی ایسے بڑے جاں نثار ہیں، اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب چپ ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ حکم دیتے ہیں تو سب اس کی تعمیل کرنے کے لیے دوڑ پڑتے ہیں۔ اور جب وہ اپنی تلواروں کو میان سے نکالتے تلوار اور نیزوں کی نوک کو آگے بڑھا دیتے ہیں۔ تب آپ جنگ کے میدان میں تلوار کے ساتھ ہوتے ہیں جیسے شیر اپنے شکار پر حملہ کرتا ہے۔

صفوان بن امیہ مکہ کے سادات قریش میں سے

صفوان بن امیہ کا قبول اسلام

تھا دانشمند سردار تھا۔ اور قریش کے ان سرداروں میں سے تھا جس کی طرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص توجہ تھی اور آپ نے فرمایا کہ ایمان کو شرک پر قائم رکھنے کے لئے ان سے حسن سلوک کیا ہے۔ اور جب حبشی بھی نے مکہ کو آزاد کرایا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امان دی۔ پھر آپ نے چار ماہ کی مہلت دی تاکہ وہ محض اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہونے کا فیصلہ کرے۔ اور صفوان شرک ہی کی حالت میں جنگ حنین میں ساتھ تھا۔

اور باوجودیکہ وہ مشرک تھا، مگر جب وہ جنگ حنین کا تماشا دیکھنے کو شریک ہوا تو اس کی نیت کا حرف [illegible] تھا۔ ان کی قسمت یہ ہے کہ جب شکست کی خبر قریش نے مسلمانوں کی شکست کی اطلاع دی تو صفوان نے بہت فہمائش کی، اللہ تیرا منہ بند رکھے مجھے قریش کے کسی آدمی کا محکوم ہونا ہوازن کے کسی آدمی کے محکوم ہونے سے زیادہ پسند ہے۔[۱]

صفوان نے حنین تک کے ماننے شرک پر قائم رہتے ہوئے بھی مسلمانوں کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ مگر اسلام نہیں کیا، جنگ (فتح کے بعد) آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غنائم اور قیدیوں کے حالات کی جانچ پڑتال کے لئے گھومتا پھرتا تھا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے شرک پر قائم ہونے کے اسے خمس سے ایک سو اونٹ دیئے۔

بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم الجعرانہ میں غنائم کے متعلق غور کر رہے تھے اور صفوان بن امیہ بھی آپ کے ساتھ تھا۔ آپ ایک درے میں سے جو کہ اس غنیمت کے پاس سے گزرے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی تھی جس میں بکریاں اور اونٹ تھے اور ان کے چلانے سے شور برپا ہوتا تھا، صفوان حیران ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اے ابو وہب کیا اس نے تجھے حیران کر دیا ہے اس نے جواب دیا ہاں، تو آپ نے فرمایا یہ وادی اور جو کچھ اس میں ہے وہ تیرے لئے ہے تو صفوان نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس بات سے نبی کے سوا اور کسی کا دل خوش نہیں ہو سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور مسلمان ہو گیا اور بہت اچھا مسلمان ہوا۔ اور صفوان خود بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حنین کی غنائم دیتے رہے۔ حالانکہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے مبغوض ترین تھے، حتیٰ کہ وہ وقت آیا کہ

---

[۱] امتاع الاسماع جلد [illegible] صفحہ [illegible] [۲] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ [illegible] [illegible]

نکلتی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو مجھے اللہ سے زیادہ محبوب ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ واپسی

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طائف [illegible] میں مال غنیمت تقسیم کر چکے اور آپ نے تقسیم غنائم کے قرآنی حکم کے مطابق ہر حصہ دار کو اس کا حق دے دیا۔ اور مؤلفۃ القلوب کے [illegible] سے سینکڑوں دیے تو اس کے بعد آپ نے الجعرانہ سے عمرہ [illegible] ذوالقعدہ [illegible] [illegible] تک۔

اس کے بعد آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ واپس آنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن مدینہ واپسی سے قبل آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آپ اور آپ کے اصحاب نے عمرہ کی عبادات ادا کیں اور آپ نے الجعرانہ [illegible] حرم کے باہر [illegible] اور جب آپ نے اور آپ کے اصحاب نے عمرہ کی عبادات مکمل کر لیں تو آپ نے مکہ میں دینی معاملات اور انتظامی امور کے حالات کا جائزہ لیا۔ اور [illegible] مقرر کیے اور مکہ کے انتظام کے لئے حضرت عتاب بن اسید کو حاکم مقرر کیا۔

اسی طرح آپ نے اصحاب میں سے [illegible] [illegible] مکہ کے جدید الاسلام مومنوں کو اور [illegible] تعلیم دیں [illegible] دین کی تعلیم دیتے اور انہیں قرآن پڑھاتے تاکہ وہ اس دین جدید کی حقیقت سے واقف ہو جائیں جس میں وہ نئے نئے داخل ہوئے ہیں۔

اور ہجرت سے قبل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جتنا عرصہ مکہ میں رہے [illegible] آپ اور آپ کے ساتھیوں سے جو سلوک کیا کرتے تھے آپ نے اس کے برعکس ان کے ساتھ نہایت [illegible] سلوک کیا۔ اور مکہ کے بیٹے [illegible] اہل مکہ کے متعلق جن کا [illegible]

---

۱ [illegible]

۲ [illegible]

کا حکم دیا۔ قیدیوں [illegible] جعرانہ کو منتقل کرنے کا حکم دیا۔ [illegible] آپ اور آپ کی فوج [illegible] مدینہ آیا کرنے کے بعد [illegible] مدینہ چلے گئے۔ اور یہ [illegible] ذوالقعدہ بروز جمعرات [illegible] اور آپ حنین کی غنیمت تقسیم کرنے سے فارغ ہوئے [illegible] باقی [illegible] آپ نے خمس کے بعد بقیہ مال [illegible] مکہ میں عمرہ کے لئے داخل ہوتے وقت [illegible] کی جانب [illegible] مقام پر [illegible] آپ [illegible] ہاتھ [illegible] ان میں سے جو [illegible] ہو چکے تھے۔ وہ [illegible] اس [illegible] وسلم [illegible] وفات کے [illegible] بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی [illegible] مدینہ کی طرف [illegible] بیان ہوتا ہے کہا جاتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کی شب کو جب کہ ذوالقعدہ کی بارہ راتیں گذر چکی تھیں الجعرانہ پہنچے۔ آپ نے الجعرانہ میں تیرہ راتیں قیام کیا۔ اور جب آپ نے مدینہ جانے کا ارادہ کیا تو آپ بدھ کی رات کو جبکہ ذوالقعدہ کی بارہ راتیں باقی تھیں الجعرانہ سے نکلے اور آپ نے اس مسجد اقصیٰ سے احرام باندھا جو کہ [illegible] وادی کے نیچے واقع ہے۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم الجعرانہ میں تھے تو وہ آپ کی نماز پڑھنے کی جگہ تھی۔ اور یہ مسجد [illegible] ہے جسے قریش کے ایک آدمی نے تعمیر کیا تھا۔ [illegible] اس کے پاس لگایا تھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وادی سے احرام باندھ کر چلے اور رکن کے [illegible] آپ مسلسل تلبیہ کہتے رہے [illegible] جب آپ نے بیت اللہ دیکھا تو تلبیہ بند کر دیا۔ اور جب آپ آئے تو آپ نے بنی [illegible] کا باب [illegible] اور داخل ہو کر حجر اسود کو [illegible] اور صفا و مروہ کے درمیان [illegible] سواری پر [illegible] اور جب

[illegible]

ساتویں چکر میں آپ مروہ پہنچے تو آپ نے مدینہ کے پاس اپنا سر منڈوایا اور یہ یا شاید کہ غلام ابو ہند[1] نے آپ کا سر مونڈا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ خراش بن امیہ[2] نے آپ کا سر مونڈا تھا۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے کوئی قربانی کا جانور نہیں لے گئے تھے۔ پھر آپ الجعرانہ لوٹ آئے۔ اور وہاں رات گزاری اور جب الجعرانہ کی طرف واپس آئے تو جمعرات کے روز نکلے اور وادی الجعرانہ میں چلے اور اس کے ساتھ چلتے چلتے سرف آ نکلے۔ پھر آپ راستے پر چلتے اور مر الظہران پہنچ گئے۔

مکہ کا نوجوان طاقت ور اور صالح امیر

اس وجہ سے کہ مکہ ایک بڑا شہر ہے اور مسلمانوں میں اس کی بڑی عزت ہے کیونکہ اس میں اور اس کے گرد و نواح میں اسلام کے وہ تمام مقدس مقامات اور شعائر پائے جاتے ہیں جن کی زیارت کیلئے مسلمان آتے ہیں۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑنے سے قبل ایک سرکلر جاری کیا جس کے مطابق حضرت عتاب بن اسید زہری کو اس کا حاکم مقرر کیا جو اس وقت تقریباً ۲۰ سال کے نوجوان تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کم عمری کے باوجود اس لئے کہ وہ فتح سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے انہیں مکہ کے تمام سادات و اشراف کے درمیان

---

[1] ابو ہند الحجام۔ بیاضی۔ فروہ بن عمرو البیاضی کا غلام تھا۔ اور اس کا نام عبداللہ تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یسار تھا۔ بدر میں پیچھے رہ گیا تھا۔ اور اس کے بعد کے تمام معرکوں میں شامل ہوا۔ اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں پچھنے لگائے کیونکہ آپ کو درد تھا۔ اور اس بارہ میں کہا جاتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابو ہند ایک انصاری آدمی ہے۔ پس اس کے ساتھ باہم شادیاں کرو۔

[2] خراش بن امیہ کے حالات کتاب سیرت مدینہ میں دیکھئے جو مکہ سے مدینہ کے تعاقب پر ایک نمبر ہے۔

سے اس لئے منتخب کیا کہ آپ بڑے دانشمند اچھے منتظم اور دنیاوی قوم کے معاملے میں دانا تھے۔ قریش میں آپ کا بڑا احترام پایا جاتا تھا۔ اور حضرت عتاب ایسے امیر ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ کے رفیق اعلیٰ کے پاس جانے تک مکہ کے امیر رہے۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اہل مکہ نے ارتداد کیا تو مکہ کے نوجوان امیر عتاب نے جو بڑے دانشمند تھے ایک طریقہ سے موقف نبھایا۔ جو آپ کی متانت دین اور شرافت اخلاص پر دلالت کرتا تھا۔

چنانچہ اہل مکہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ سے اس بات کی شکایت کی کہ حضرت عتاب ان پر سختی کرتے ہیں اور حضرت عتاب بڑے سخت طبیعت اور منافقین پر بڑی سختی کرنے والے تھے۔ اصحاب ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتاب کو مکہ کی امارت عطا فرمائی اور اس وقت آپ کی عمر بیس سال سے کچھ زیادہ تھی۔ اور حضرت عتاب منافقین پر بڑے سخت اور مومنوں کے ساتھ بڑے نرم تھے اور آپ کہا کرتے تھے خدا کی قسم مجھے جس شخص کے متعلق معلوم ہو گیا کہ وہ اس سے نماز میں پیچھے رہ گیا ہے میں اسے قتل کر دوں گا اور یہ بات بڑی شاق تھی۔ اس سے پیچھے رہ جاتا ہے تو اہل مکہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اہل اللہ پر ایک اعرابی کو مقرر کر دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اس اچھے نوجوان کی صفائی دیتے ہوئے انھیں جواب دیا ہے۔ میں نے خواب دیکھا کہ عتاب جنت کے دروازے پر آیا اور اس کی زنجیر پکڑ کر اسے کھٹکھٹایا تو اس کے لئے دروازہ کھل گیا اور اس میں داخل ہو گیا اور حضرت ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے قول واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے مراد حضرت عتاب بن اسید ہیں[۱]

---

[۱] اصابہ از ابن حجر [illegible] صحابہ جلد ۲ صفحہ [illegible]

اور ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ مجھے زید بن اسلم سے روایت پہنچی ہے وہ کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتاب بن اسید کو مکہ کا گورنر مقرر کیا تو آپ مرد جوان تھے ایک درہم روزانہ تھے تو آپ نے ان لوگوں کو تقریر کرتے ہوئے کہا: اے لوگو! اللہ اس شخص کے پیٹ کو بھوکا رکھے جو ایک درہم کھا کر بھوکا رہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک درہم دیا ہے پس مجھے کسی کی احتیاج نہیں ہے[1]

جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ واپس آنے سے قبل — حضرت عتاب بن اسید کو امیر مکہ مقرر کیا اور آپ مکہ کے معاملات و امور دینیہ کا انتظام کرنے والے پہلے مسلمان امیر تھے:

اسی طرح آپ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مکہ میں لوگوں کو قرآن سکھانے اور دین کے مسائل سکھانے کے لئے بطور جانشین مقرر کیا[2]۔ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے بارے میں نوجوان امیر حضرت عتاب بن اسید کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے کن لوگوں پر آپ کو مقرر کیا ہے؟ حضرت عتاب نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں نے آپ کو اہل اللہ پر امیر مقرر کیا ہے۔ پس ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور ایک بیع میں دو شرطیں کرنا مناسب نہیں اور قرض اور بیع درست نہیں اور ضمانت کے بغیر بیع درست نہیں اور کسی ایسی چیز کو جو تیرے پاس نہیں اس کا سودا نہ کرنا[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے کی تاریخ

ہجرت کی تفصیل میں بیان ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ جب آتے ہوئے ... دونوں کی درمیانی مسافت کو آٹھ دن میں طے کیا۔ آپ دوشنبہ کے روز دوپہر کے وقت ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو مدینہ پہنچے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۳۷۳ [2] شذرات الذہب جلد ۱ صفحہ ۹ [3] کتاب المغازی للواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۵۹ [4] المغازی للواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۶۰

ثقیف کا اسلام لانا

ثقیف کی بات، حنین کے فیصلہ کن معرکے کی بات سے بڑا گہرا تعلق رکھتی ہے۔ اور ثقیف وہی گروہ (قبائلی اس بحث میں اس کے نسب کے متعلق بیان ہو چکا ہے) معرکۂ حنین میں مسلمانوں کے خلاف حصہ لینے والی فوج کا اہم بازو تھے، کیونکہ اس کے متعدد اہم قبائل ہیں جو سب کے سب ان ہوازن کی طرف منسوب ہوتے ہیں جن کی کمان مالک بن عوف نے حنین میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے خلاف کی تھی۔

اس لحاظ سے ثقیف ہوازنی فوج کے اہم بازو تھے جس نے حنین کی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف حصہ لیا تھا، اور جیش اسلامی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں جب ان پر حملہ کیا اور انہیں طائف کے مضبوط قلعے میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ اور جب آپ انہیں طائف کی فصیلوں کے پیچھے قلعہ بند پایا تو آپ نے اس امید پر کہ وہ اطاعت اختیار کر لیں گے یا مسلمان طائف کے قلعوں میں داخل ہونے کی قدرت پا لیں گے۔ ان کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن ثقیفیوں نے مسلمانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس ہوا کہ ثقیف کے محاصرہ کا کوئی فائدہ نہیں تو آپ نے ان کا محاصرہ اٹھا دیا اور مکہ کی طرف آگئے اور وہاں سے اس امید پر مدینے آگئے کہ اللہ تعالیٰ ثقیف کو لے آئے گا۔ اور وہ برضا و رغبت اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ بعض صحابہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ جب آپ طائف کا محاصرہ چھوڑ رہے تھے کہ ثقیف پر بددعا فرمائیں تو آپ نے انکار کیا۔ اور اس کے برعکس اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ انہیں لے آئے۔

ثقیف کا اپنے سردار کو اس کے مسلمان ہونے کے بعد قتل کرنا

اور ثقیف اپنی بت پرستی سے وابستہ رہے اپنے کفر پر قائم رہے اور مالک بن عوف نصری جس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ

اور آپ کے اصحاب کے مقابلے میں ثقیف کے فیصلہ کن معرکہ کی کمان کی تھی — جب اللہ تعالیٰ نے اُسے اسلام کی ہدایت سے سرفراز فرمایا — تو وہ اسلامی معاشرے کے ایک لیڈر کی حیثیت سے ثقیف پر مسلمانوں کا استحکام کیا کرتا تھا۔ اگرچہ ثقیف عزت کے لحاظ سے بڑے سخت تھے تاہم عروہ نے اسلام دشمن موقف پر کوئی اصرار نہیں کیا کیونکہ ثقیف کی بڑی قوت تھے۔ جو مشرکین سے قبل ہی متاثر تھے۔

مگر جب ثقیف کا سردار عروہ بن مسعود جرش سے واپس نہیں آیا جہاں وہ محاصرے کے سامان حرب مثلاً دبابے اور منجنیق بنانے اور اس کے کام سیکھنے اور اسے جوڑنے کی تربیت حاصل کرنے گیا تھا۔ تو ثقیف کا موقف اسلام کے متعلق تبدیل ہونے لگا۔

اور عروہ بن مسعود ثقیف کے مفکر اور دانشمند سرداروں میں سے تھا جب وہ واپس آیا تو حنین میں مسلمانوں کے خلاف اپنی ناکام جنگ میں حصہ لیا، جس کا ثقیف کو سامنا ہوتا متوقع تھا۔ لیکن جب پھر آیا، عروہ اپنی قوم کے درمیان موجود تھا کیونکہ ہوازن نے اُسے اپنے ساتھیوں کے وفد کا سربراہ بنا کر بھیجا [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں [illegible] سے جرش گیا ہوا تھا۔ عروہ بن مسعود اسلام کا قوی ہمدرد رسول کریم کی [illegible] کے اپنی فوجوں کے ساتھ فتح مکہ کے لئے جانے سے پہلے ہی جرش گیا تھا، یعنی حنین کے اس

دبابے [illegible] جو کہ حرب و جنگ کا اہم ہتھیار ہوا کرتا تھا [illegible] جو جنگوں کا ایک [illegible] بعض [illegible] منجنیق [illegible] تھا [illegible] ہو چکے ہیں کہ اس کے [illegible] کہ [illegible] ہو چکا ہے [illegible] کو [illegible] بیان کرتے ہیں۔ [illegible] اس کے [illegible] اس وقت تک [illegible] کی سواری میں [illegible] تھا [illegible] اسلام [illegible] کے [illegible] موجود ہیں اور اس کے [illegible] عروہ بن مسعود [illegible] ہو چکے ہیں۔

جرش سے تقریباً [illegible] جنگ جس میں ہوازن نے شکست کھائی۔

عروہ بن مسعود اور ان کا جوان بیٹا تقریباً تین ماہ جرش میں ٹھہرا رہا۔ اس دوران میں دونوں نے جدید اسلحہ کے بنانے کی ٹریننگ حاصل کی۔ اس لئے ثقیف کے سردار عروہ بن مسعود جرش سے اسی جدید اسلحہ کے ساتھ اس وقت واپس آیا جب حنین کا معرکہ ختم ہو چکا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف کا محاصرہ چھوڑ چکے تھے۔

عروہ بن مسعود بڑا دانش مند اور تیز فہم آدمی تھا اور جب وہ جرش سے واپس آیا بصیرت سے جزیرہ عرب میں اسلام اور بت پرستی کے درمیان جو کشمکش ہو رہی تھی اور جو کچھ ہو چکا تھا اس کا جائزہ لیا تو اس نے محسوس کیا کہ شرک اور بت پرستی کا بستر لپیٹا جا چکا ہے اور ہوازن ایک زبردست بت پرست قوت تھے جو جزیرہ عرب میں مسلمانوں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے جن جانبازوں نے معرکہ حنین میں حصہ لیا ان کی تعداد بیس ہزار تھی۔ اور کسی بت پرست محاذ نے اسلام اور بت پرستی کے درمیان ہونے والی کشمکش میں اس سے قبل تمام جزیرہ عرب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے اتنی تعداد اکٹھی نہیں کی۔

اس سے اور اللہ کی توفیق سے عروہ بن مسعود نے محسوس کر لیا کہ جلد ہی اسلام غالب آ جائے گا۔ اور تھوڑے ہی وقت میں تمام جزیرہ عرب اسلام کے زیر نگیں ہو جائے گا اس لئے ثقیف کے سردار نے اپنے دل میں برضا و رغبت حلقہ بگوش ہونے کا عزم کر لیا۔ عروہ بن مسعود کی آمد سنہ ۸ھ کے آخر میں ہوئی اور وہ اس بھاری اسلحہ کو چھوڑنے لگا جسے وہ اپنی قوم کیلئے جرش شہر سے لایا تھا۔ اس نے یہ کام اس امانت کی ادائیگی کیلئے کیا جس پر اس کی قوم نے اسے اس وقت امین بنایا جب انہوں نے اسے اسلحہ خریدنے کیلئے لندن بھیجا تھا اور وہ اپنی شکست خوردہ قوم کی طرف چھوڑنے اور آگے حلقہ بگوش اسلام ہونے کے عزم سے نہیں روکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس

دین کے نور کو اس کے دل میں جاگزیں کر دیا تھا، اس لئے نبی کریم سے متاثر تھے) اس نے مدینہ جانے کیلئے طائف کو خیر باد کہا تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان کرے۔

اور جب عروہ مدینہ پہنچا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خوش آمدید کہا اور آپ اس سے پہلے بھی شناسا تھے کیونکہ وہ حدیبیہ کے روز آپ سے ملا تھا جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کے درمیان حدیبیہ کا بحران بہت سنگین صورت اختیار کر گیا تھا اور عروہ بن مسعود نے قریش کا حلیف ہونے کے باوجود قریش کو اس وقت ان کے عناد کے انجام سے آگاہ کیا تھا جب انہوں نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا حالانکہ وہ لڑنے نہیں بلکہ عمرہ کرنے آئے تھے۔ اور اسے امید تھی کہ اس دن کی سرکشی اور جھگڑوں کے نتیجہ میں قریش پر سخت مصیبت نازل ہوگی۔ چنانچہ وہ انہیں چھوڑ کر اپنے علاقے کی طرف واپس آگیا۔ اور بعض مؤرخین نے عروہ بن مسعود کے اس تصرف کو اس کی دانش مندی اور دور اندیشی کی دلیل کہا ہے۔

اور جب عروہ بن مسعود نے اسلام قبول کر لیا اور حق کی شہادت دی تو اس نے طائف واپس جا کر اپنی قوم ثقیف کو دعوتِ اسلام دینے کا قصد کیا۔ اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کی اجازت طلب کی تو آپ نے اسے متنبہ کیا کہ اس کی قوم اسے قتل کر دے گی اور عروہ نے کہا: یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنی قوم کو جا کر دعوتِ اسلام دوں اور قسم بخدا میں نے اس دین کی مانند کوئی بات نہیں دیکھی اور میں اچھا آنے والا ہوں۔ اور میری طرح کوئی آنے والا اپنی قوم کے پاس مجھ سے بہتر چیز نہیں لایا۔ اور یا رسول اللہ میں نے بہت سے معرکوں میں ثابت کیا ہے عروہ بن مسعود اپنی بلند حوصلگی، نرم اخلاق اور شرافت کی وجہ سے بالفعل اپنی قوم میں ایک

مصنوع اور محبوب سردار تھا۔ اسے حاجت تھی کہ جب وہ انھیں دعوت اسلام دے گا تو و
کے سب اس کی بات کو قبول کر لیں گے۔

مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سنگدل اور سرکش ثقفی مشرکوں کی
تو دو دفعہ آزما چکے تھے۔۔۔ ایک دفعہ اس وقت جب آپ کے چچا ابو طالب کی وفات
بعد مکہ میں آپ پر سخت آزمائش کے دن تھے۔ تب آپ ان کے پاس گئے تھے تو ثقیف
آپ کی مہمان نوازی اور عزت کرنے کی بجائے بے وقوفوں اور غلاموں کو آپ کے خ
برانگیختہ کر دیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے طائف کے کوچوں میں آپ پر [illegible] آپ پ
کی جس سے مجبور ہو کر آپ نے طائف کو چھوڑ دیا۔ مکہ مکرمہ واپس آ گئے جہاں پہ سخ
اور سخت آزمائش کا دور دورہ تھا۔

اور دوسری دفعہ اس وقت، جب حنین سے ان کی شکست خوردہ فوجیں وا
آ گئیں اور اس کے بعد آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا تو انھوں نے آپ کا سخت مقاب
بڑی عداوت کا مظاہرہ کیا۔ اس لئے جب عروہ بن مسعود نے رسول کریم صلی اللہ ع
سے اجازت مانگی کہ وہ اپنی قوم کے پاس جا کر انھیں دعوت اسلام دے گا تو ما
پاس جانے پر اصرار کیا تو اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ تجھے
کر دیں گے۔ آپ نے یہ بات تین بار فرمائی، لیکن عروہ نے ان کے پاس جانے ک
بار بار اجازت طلب کی۔ وہ اپنی قوم کی محبت پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے اس
یا رسول اللہ! میں انھیں اپنے بچوں اور لڑکیوں سے بھی زیادہ محبوب ہوں نیز
اگر وہ مجھے سویا ہوا پائیں تو مجھے بیدار نہ کریں۔ اس موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ
نے اسے فرمایا اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیں۔ وہ طائف کی طرف گیا اور تب
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ اور اس کی قوم کے ا
نے اسے قتل کر دیا۔ حالانکہ وہ انھیں دعوت اسلام دے رہا تھا۔

اور ابھی پانچ دن نہیں گذرے تھے کہ عروہ طائف پہنچ گیا۔ اور جب ثقیف کا سردار اپنے شہر پہنچا تو ثقیف اس کی حبِ بت سے واقف تھے۔ انھوں نے اس پر عیب لگایا اور نہ ہر وقت آنے والے پیاسے کو عیب لگاتے تھے اور ابھی انہیں ان کے اسلام قبول کرنے کا علم نہیں ہوا تھا۔

اور وہ بات یہ تھی کہ سفر سے طائف آنے والا آدمی ان کے بڑے بت (لات) کی تعظیم کرتا اور اس کے حضور نوافل عبادت ادا کرے اور اس دفعہ عروہ نے اس بت سے تجاہل عارفانہ کیا چونکہ وہ ایک مسلمان ہو چکا تھا۔ وہ اس بت کی تعظیم میں کوئی حصہ نہ لیتا تھا۔ پس وہ جلدی سے اپنے گھر چلا گیا جس کے بعد اس کی قوم کے اعیان حقیقت حال کی دریافت کے لئے اس کے پاس آئے اور انھوں نے اسے مشرکانہ تعظیم سے انکار پر ملامت کی اور پھر انھیں دعوت اسلام دی جس کے نتیجہ میں وہ قتل ہو گیا اور اس نے اپنے گھر میں نماز کے لئے اذان دیتے ہوئے شہادت پائی۔ مگر مرنے سے قبل عروہ نے خونریزی سے بچنے اور خانہ جنگی کی آگ کو ختم کرنے کیلئے اپنے قاتل کو اپنا خون معاف کر دیا تو قریب تھا کہ عروہ بن مسعود کا قتل ثقیف کے قبائل کو خانہ جنگی تک پہنچا دیتا۔ کیونکہ عروہ کے قاتل نے گو وہ بندی کر لی تھی اور اس کا بدلہ لینے کے لئے تیار ہو چکے تھے لیکن عروہ کی زندگی اور موت بہتر ہی تھی۔

اب ہم امام واقدی سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی کا مشہور مؤرخ ہے۔ عروہ بن مسعود کے اسلام کا واقعہ نقل کرتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف کا محاصرہ کیا۔ اس وقت عروہ بن مسعود دمشق میں منجنیقوں اور دبابوں کا کام سیکھ رہا تھا اور جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ گئے تو عروہ بھی طائف واپس آ گیا اور اس نے منجنیق کے آلات اور دبابے بنانے اور اس کے لئے تیاری میں لگا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی

وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینے آکر مسلمان ہوگیا۔ پھر کہنے لگا: یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے میں اپنی قوم کے پاس جا کر انھیں دعوت اسلام دوں، قسم بخدا میں نے اس دین کی مانند کوئی راستہ نہیں دیکھا۔ میں اپنی قوم اور اپنے دوستوں کے پاس بہترین آنے والا ہوں گا اور میری طرح کبھی کوئی آنے والا اپنی قوم کے پاس کچھ جیسی چیز نہیں لایا۔ اور یا رسول اللہ میں نے بہت سے معرکوں میں سبقت کی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تجھ سے جنگ کریں گے۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ میں انھیں اپنے پہلوٹھے لڑکوں سے بھی زیادہ محبوب ہوں۔ پھر اس نے آپ سے دوبارہ اجازت طلب کی تو آپ نے اپنی پہلی بات کو دہرایا۔ اور فرمایا وہ تجھ سے جنگ کریں گے۔ اس نے کہا یا رسول اگر وہ مجھے سوتا ہوا پائیں تو مجھے بیدار نہ کریں۔ پھر اس نے آپ سے تیسری بار اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیے۔ پس وہ اپنے گھر آئے اور انھوں نے آکے مشرکانہ سلام کہا تو سب سے پہلے اس نے ان کو مشرکانہ سلام پر ملامت کی۔ اور کہا تمھیں اہل جنت کا سلام کہنا چاہئے پھر اس نے انھیں دعوت اسلام دی اور کہا: اے میری قوم کیا تم مجھے متہم کرتے ہو؟ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میں تم سے بہترین نسب والا اور زیادہ مال والا اور زیادہ جتھے دار ہوں؟ مجھے صرف اس بات نے اسلام پر آمادہ کیا ہے کہ وہ چھوڑنے والی بات نہیں میرے مشورے کو قبول کرو اور میری نافرمانی نہ کرو اور قسم بخدا جو چیز میں آپ کے پاس لے کر آیا ہوں اس سے بہتر چیز کوئی آنے والا اپنی قوم کے پاس نہیں لایا۔ تو انھوں نے اس پر تہمت لگائی اور اسے دکھ بات کہی اور کہنے لگے۔ لات کی قسم؛ جب تو نے لات کی قربانی نہیں دی۔ اور نہ تو نے اس کے پاس سر منڈایا ہے تو ہم یہ سمجھتے ہیں اس وقت تک پڑا رہا تھا کہ تو صابی ہو گیا ہے؛ پس انھوں نے اسے اذیت دی اور اس نے ان کے مقابلے میں بردباری اختیار کی اور وہ اس کے پاس مشورہ کرتے ہوئے چلے گئے کہ انھیں اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے

اور جب فجر طلوع ہوئی تو اس نے اپنے بالا خانے سے جھانکا اور نماز کی اذان دی تو ثقیف کے قبیلے کے احلاف میں سے ایک آدمی نے جسے وہب بن جابر کہتے تھے، اسے تیر مارا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بنی مالک کے اوس بن عوف نے اسے تیر مارا تھا اور ہمارے نزدیک یہ زیادہ صحیح ہے۔ اور عروہ بھی احلاف کا ایک جوان تھا جس کا تیر اس کے ہاتھ کی شریان پر لگا۔ اور اس کا خون بند نہ ہوا۔ اور اس کی قوم نے اسلحہ پہن لیا۔ اور دوسروں نے بھی جمع کیا۔ اور جنگ کی تیاری کی۔ اور جب عروہ نے اس کو اس حالت میں دیکھا تو کہا: تم میری وجہ سے جنگ نہ کرو، میں نے اپنا خون ان کو بخش دیا ہے تاکہ وہ درمیان میں رہے۔ اور یہ ایک شرف ہے جس سے اللہ نے مجھے سرفراز فرمایا ہے اور شہادت ہے جسے اللہ میرے پاس لے آیا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور انہوں نے مجھے تمہارے بارے میں خبر دی تھی کہ تم مجھے قتل کر دو گے، پھر اس نے اپنے قبیلے سے کہا: مجھے ان شہداء کے ساتھ دفن کرنا جو آپ کے طائف سے چلے جانے سے قبل آپ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ انہوں نے اسے ان کے ساتھ دفن کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا:

عروہ کی مثال صاحب یاسین کی سی ہے جس نے اپنی قوم کو اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

جب عروہ قتل ہو گیا تو اس کے بیٹے ابو ملیح بن عروہ بن مسعود اور اس کے بھتیجے قارب بن اسود بن مسعود نے اہل طائف سے کہا: تم نے عروہ کو قتل کیا ہے ہم کبھی تمہارے ساتھ اتفاق نہیں کریں گے۔ پھر وہ دونوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر

ملاحظہ: عروہ بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف الثقفی۔ عروہ بن مسعود [illegible] ثقیف کے سرداروں میں سے تھا۔ اور وہ [illegible] روایت [illegible]

مسلمان ہو گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے فرمایا جس سے چاہو دوستی کرو انہوں نے کہا ہم اللہ اور اس کے رسول سے دوستی کرتے ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو سفیان بن حرب تمہارا ماموں ہے اس سے معاہدہ کر لو تو انہوں نے ایسا کیا یہ دونوں مغیرہ بن شعبہ کے ہاں آ ٹھہرے اور مدینہ میں اقامت اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ سنہ ۹ھ میں ثقیف کا وفد آیا لہ

تمام ثقیف کا اسلام میں داخل ہونا

اور ثقیف کے اپنے سنجیدہ سردار عروہ بن مسعود کے قتل کے متعلق عرصہ اور عرب کے درمیان ناقابل علیحدگی کو محسوس کرنے کے بعد ان کے ایک دانش مند سردار عمرو بن امیہ جو بنی علاج کا ایک آدمی تھا پتہ چلا کہ ثقیف کو بڑے بڑے خطرات کا سامنا ہے انہوں نے اپنے ارد گرد کے قبائل کے مقابلہ پر اسلام قبول نہ کیا تو ہو سکتا ہے کہ ثقیف ہلاک ہو جائیں جب ان قبائل کے درمیان یہ خبر پھیلی تو تمام کے تمام جنگ کی وجہ سے ثقیف کی عداوت سینہ میں اور جو قبائل بھی انہیں پاتے تھے ان پر حملہ کر دیتے اور ان قبائل میں جو ان کا سربراہ اور ان کا سابق بادشاہ مالک بن عوف نصری جو حنین میں مسلمانوں کے خلاف شریک حرب کا سالار تھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ واپس جانے سے قبل مسلمان ہو گیا تھا ابھی سے سال ہو گیا تھا۔ اب یہ عمرو بن امیہ ثقیف کے دوسرے سردار عبد یالیل لہ سے ملتے

لہ عبد یالیل بن عمیر ثقفی ۔ یہ ثقیف کے بنی مالک کے سرداروں میں سے تھا۔ یہ وفد ثقیف کے اسلام کی اطلاع لیکر مدینہ گیا تھا۔ اس کے سربراہ تھا۔ اسد الغابہ میں ہے کہ ثقیف نے اس کی تصدیق کی جا چکا۔ لیکن یہ جانے سے باز رہا۔ اور اس بات سے خوف زدہ ہو گیا کہیں وہ اس کے ساتھ بھی یہی سلوک نہ کریں جیسا وہ لوگ عروہ بن مسعود سے کیا تھا تو فیصلہ اس نے ساتھ پانچ آدمیوں کو بھیجا اور وہ یہ تھے عثمان بن ابی العاص، اوس بن عوف، نمیر بن خرشہ، حکم بن عمرو اور شرحبیل بن غیلان بن سلمہ یہ سب مسلمان ہو گئے۔ اور بہت اچھے ثابت ہوئے اور اپنی قوم کے پاس واپس آئے تو وہ بھی سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

قتل کئے ہوئے تھا۔ اور اس سے ناراض رہتا تھا۔ لیکن عروہ مر چکا تھا اور عبد یالیل کے دیوان میں جو ناراضگی پائی جاتی تھی اُسے بھلا دیا اور اسے پیغام بھیجا کہ وہ اس کے ساتھ ثقیف کی نازک پوزیشن کے متعلق مشورہ کرنا چاہتا ہے جو اسلام کے پھیلنے اور ثقیف کے اردگرد رہنے والے قبائل کے کٹنے کے باعث پیدا ہو گئی ہے

اور عبد یالیل نے مغیرہ کا جواب دیا اور دونوں ایک دوسرے سے ملے اور اس نے عبد یالیل کو ثقیف کی نازک پوزیشن کے متعلق وضاحت سے بتایا۔ مغیرہ نے کہا کہ اس الجھن سے نکلنے کا ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ ثقیف اسلام میں داخل ہو جائے اور عبد یالیل نے اس کی اس تجویز کے ساتھ اتفاق کیا۔ اور دونوں نے وقت میں ایک عام جگہ بلائی جس میں ثقیف کے سرکردہ اور سردار لوگ جمع ہوئے جن میں عبد یالیل نے کھڑے ہو کر ایک تقریر کی جس میں ان کے سامنے ثقیف کی نازک پوزیشن کو واضح کیا۔ اور انھوں نے غور کرنے کے بعد اتفاق کیا کہ ثقیف کے لئے اب یہی ایک سبیل ہے کہ وہ مدینہ میں اپنا ایک وفد بھیجے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ثقیف کے مسلمان ہونے کا اعلان کرے۔ اور تاریخ کی بنیادی کتب میں بیان ہوا ہے کہ مغیرہ کا عروہ بن مسعود ہی سے ناراضگی کی وجہ سے عبد یالیل سے تعلقات منقطع کئے ہوئے تھا اور دوسرے لوگ بہت فکرمند ہو گئے تھا۔ وہ عبد یالیل کے گھر چلا گیا۔ جب اس نے عبد یالیل کو پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ مورخین بیان کرتے ہیں کہ عبد یالیل نے مغیرہ سے کہا۔ تیرا ایسا کیا گزرا ہے کہ مجھے میرے پاس بھیجا ہے؟

اس نے جواب دیا۔ ہاں! اور وہ بہت فکرمند تھا اور عبد یالیل کے ساتھ صلح کر لینے کو آمادہ تھا۔ اور اس کے کہنے کو ناپسند کرتا تھا۔ عبد یالیل نے کہا یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس کے متعلق میں ابھی غور کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔ اور وہ ایسی بات سے بہت اجتناب کرنے والا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑی بات ظہور پذیر ہوئی ہے۔

اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جب عمرو عبد یالیل بن عمرو کے پاس گیا۔ تو جب اس نے دیکھا تو اسے خوش آمدید کہا اور عمرو کہنے لگا ہم پر ایک ایسی مصیبت نازل ہوئی ہے جس کی موجودگی میں مقابلہ نہیں رہ سکتا اور وہ مصیبت جیسے کہ تم دیکھ رہے ہو اس شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے اب تمام عرب مسلمان ہو چکے ہیں اور تمہیں ان کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت نہیں ہے لہٰذا اپنے اس قلعے میں محصور ہو کر رہ رہے ہیں جبکہ ہمارے گرد کے لوگ متاثر ہو رہے ہیں اور جو شخص ہمارے اس قلعے سے ایک بالشت بھی باہر نکلتا ہے ہم اس کے بارے میں مامون نہیں ہیں تو اپنے معاملے کے بارے میں غور کرو

عبد یالیل نے عمرو سے کہا۔ خدا کی قسم جو کچھ تم نے دیکھا ہے میں نے بھی دیکھا ہے [illegible] کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ اور معاملہ تمہارے ہاتھوں میں ہے

مورخین بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد ثقیف کے زعماء کو ایک جگہ [illegible] جس میں ثقیف کے تمام سرکردہ اکٹھے ہوئے اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارا کوئی راستہ بھی پُرامن نہیں۔ کوئی شخص گھر سے باہر نکلتا ہے تو اس کو لوٹ لیا جاتا ہے۔ پس تم آپس میں مشورہ کرو اور آخرکار اسلام میں داخل ہونے پر اتفاق رائے ہو گیا۔

اور اس اتفاق کے بعد اسلام قبول کرنے کے لیے ثقیف کی طرف سے [illegible] کا [illegible] ثقیف نے طے کیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خاص آدمی بھیجا جائے۔ جو آپ کے ساتھ ثقیف کے قبول اسلام کے بارے میں مذاکرات کرے۔ پس انہوں نے اس کام کے لیے عبد یالیل کو منتخب کیا اور اس وقت وہ [illegible]

۱؎ سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ [illegible] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ [illegible]

کے مرتبہ کا آدمی تھا اور اسی کا نام عروہ تھا۔ اور یہ عبد یالیل وہ شخص ہے جو حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کی وفات کے بعد قریش نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سختیاں کرنا شروع کر دیں اور آپ ثقیف کے پاس پناہ لینے آئے تو اس نے آپ کے ساتھ برا سلوک کیا تھا۔

اور عبد یالیل نے اپنی بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے بنی ثقیف سے معذرت کی اور یہ معذرت اس خوف کی وجہ سے تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کوئی انتقام لیں گے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا تھا وہ خود تمام عرب و عجم اس بات سے واقف ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے اپنا انتقام نہیں لیتے۔ اور آپ کے اخلاق میں یہ بات شامل ہے کہ آپ برائی کے مقابلہ میں احسان کرتے ہیں لیکن عبد یالیل کا اپنی قوم ثقیف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کے اسلام کی خبر پہنچانے سے معذرت کرنا اس وجہ سے تھا کہ عبد یالیل اپنی قوم کی بد اخلاقی اور خونریزی کی جرات اور جلد بازی سے واقف تھا اور وہ ثقیف کے بہترین آدمی عروہ بن مسعود کے واقعہ سے عبرت حاصل کر چکا تھا۔ حالانکہ اس نے انہیں صرف دعوت اسلام دی تھی اور انہوں نے اسے قتل کر دیا تھا۔

اسے ڈر تھا کہ اگر اس نے اس کام کا بیڑا اٹھایا تو اس کا انجام عروہ بن مسعود جیسا ہوگا۔ اور اس بات کا بہت امکان ہے کہ اگر اس نے مدینہ سے واپس آکر دعوت اسلام دی تو وہ اسے قتل کر دیں گے۔ اس لئے اس نے ثقیف کا ایلچی بن کر حضرت نبی کریم کے پاس جانے سے معذرت کر دی لیکن جب عبد یالیل نے اپنی قوم کے اصرار کو دیکھا کہ انہیں ان کا نمائندہ بن کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا ہے تو اس نے اس بات سے اتفاق کر لیا لیکن یہ شرط لگائی کہ وہ ثقیف کے ہر قبیلے کا ایک آدمی اس کے ساتھ بھیجیں۔ پس ثقیف قبائل نے عبد یالیل کی اس تجویز سے اتفاق کر لیا اور ثقیف کے دونوں بڑے قبیلوں (احلاف اور بنی مالک) میں سے ہر ایک نے حضرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینے جانے والے وفد میں بھیجا گیا۔ ثقیف کا یہ وفد احلاف اور بنی مالک کے تین آدمیوں پر مشتمل تھا ان کا سربراہ عبد یالیل بن عمرو تھا جو بنی مالک میں سے تھا۔

اور عبد یالیل کا ثقیف تمام قبائل کو جو اس کے وفد سے باہر تھے احلاف بنی مالک میں سے ملانا چاہتے تھے۔ مدینے جانے والے وفد میں شامل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مدینے سے طائف واپسی پر اگر وہ آئے گا نہ پہنچا جائیں تو وفد کا ہر آدمی اپنے قبیلے کو عبد یالیل کو ازخود پہنچاتے سے روکے اور اس نے ان کی نیابت کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسلام پر بیعت کی۔

اس طرح طے پایا کہ ثقیف اپنے وفد کو یالیل کی سربراہی میں بھیجے وہ ثقیف کی رحمت طبیعت کی وجہ سے قوم کی کھلی کیفیت تھے اور اسی کے ہمراہ قریب ہی سے طائف سے مدینے کیلئے روانہ ہوا۔ اور مدینے پہنچ گیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور آپ کو ثقیف کے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے وہی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوش آمدید کہا۔ اور مسلمانوں کو بھی ثقیف کے اسلام میں داخل ہونے کی خوشی ہوئی کیونکہ ثقیف ایک عظیم قبیلہ تھا۔ جو بڑی قوت و شوکت رکھتا تھا اور یہ جزیرہ عرب کی آخری سیاسی قوت تھی جو مسلمانوں سے ٹکرا سکتی تھی اور ثقیف کے اسلام میں داخل ہو جانے سے تمام منطقہ حجاز میں شرک اور بت پرستی کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔

واقدی اور ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ — ثقیف نے مدینے کی طرف عروہ کی طرح ایک آدمی بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ اور اس آدمی نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور اس بات سے ڈر گیا کہ اگر وہ مسلمان ہو کر اپنی قوم کے پاس واپس آیا تو وہ اس کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ کے پاس سے واپس آنے پر عروہ کے ساتھ کیا تھا اس نے کہا جب تک تم میرے ساتھ آدمی نہ بھیجو، میں یہ کام کرنے کا نہیں

تو انھوں نے ان کے ساتھ اطاعت کے طور پر بنی مالک کے تین آدمی بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ اور یہ چھ آدمی بھیجے گئے یعنی انھوں نے عبد یالیل کے ساتھ الحکم بن عمرو بن وہب بن معتب[1] اور شرحبیل بن غیلان بن سلمہ بن معتب[2] کو بھیجا۔ اور یہ لوگ احلاف میں سے تھے۔ پھر انھوں نے بنو مالک سے عثمان بن ابی العاص[3] اور اوس بن عوف اور نمیر بن خرشہ کو بھیجا؛ ابن ہشام کا قول ہے کہ وہ دیں سے

---

[1] وسیرت ابن ہشام جلد ... سے معلوم ہوتا ہے کہ الحکم بن عمرو بن معتب اس وفد کے ممبروں میں سے ایک تھا جو عبد یالیل کے ساتھ ثقیف کے اسلام کی خبر لے کر آئے تھے اور یہ احلاف میں سے تھا۔ میں کہتا ہوں ثقیف دو حصے میں احلاف اور بنو مالک۔ احلاف عوف بن ثقیف کی اولاد ہیں اور یہ ان میں سے تھا اور معتب بن ... مالک ابن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف ہے۔

[2] صفحہ کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شرحبیل بن غیلان بن سلمہ بن معتب بن مالک بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف تھے جو اسلام لائے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... اور ... حدیث میں ہے ... آپ اپنی نماز کے ... کے درمیان استغفار کیا کرتے تھے۔ ... آپ ان پانچ آدمیوں میں سے ایک تھے جنہیں ثقیف نے عبد یالیل کے ساتھ اپنے اسلام کی اطلاع دینے کے لیے بھیجا تھا؛ انہیں اور ان کے باپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی۔ ابن سعد ... نے بیان کیا ہے کہ ... ان کی وفات ... ہوئی۔ ... نے روایت کیا ہے۔

[3] عثمان بن ابی العاص بن بشر بن دہمان بن عبداللہ بن ہمام بن ابان بن یسار بن مالک بن حطیط بن جشم بن ثقیف۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طائف کا گورنر بنایا۔ استیعاب میں ہے کہ عثمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور حضرت ابو بکر کی خلافت کے دو سال تک طائف کے گورنر رہے۔ پھر حضرت عمر نے انہیں ۱۵ھ میں عمان اور بحرین کا گورنر بنایا۔ جب وہ خود تو عمان چلے گئے اور اپنے بھائی الحکم کو بحرین بھیج دیا۔ اور انہوں نے توج ... کے شہر کو فتح کیا۔ ... کے بادشاہ شہرک کو ۲۱ھ میں قتل کیا۔ (باقی حاشیہ صفحہ ۳۲۳ پر)

زبردست آدمی تھے جن میں سفیان بن عبداللہ[۱] بھی تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۹) مسلمان راہ خدا میں بہت جہاد کرنے والے تھے۔ آپ زہد میں جد و جہد کرنے اور عمر وہ زہد میں گزارتے تھے۔ اس وقت میں ان کی بڑی عزت تھی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب جزیرہ عرب ارتداد سے مضطرب ہو گیا تو عثمان بن ابی العاص نے ثقیف کو حضرت صدیق کی رفاقت اختیار کی اور اہل طائف کو ارتداد اختیار کرنے سے روکا۔ آپ ایک شریف بنو ثقیف کے سردار تھے لیکن وہ جلد ہی ان کے پاس آ گئے اور وہاں ثقیف میں ارتداد کا کوئی واقعہ نہ ہوا۔ الاصابہ ابن حجر۔ اور صحابہ میں سے تھے جن سے اصحاب السنن نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی روایات کی ہے اور جابر بن عبداللہ نے بھی ان سے روایت کی ہے اور حضرت عمر نے ان کو حکومت اختیار کی تھی۔ ابن اثیر اسد الغابہ میں بیان کرتے ہیں کہ ان کا نام اوس بن [illegible] ثقفی تھا اور یہ بنو ثقیف میں سے تھے اور ابن سعد طبقات الکبریٰ میں بیان کرتے ہیں کہ اوس بن حذیفہ ثقفی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے طائف میں سکونت اختیار کر لی تھی اور آپ ثقیف کے وفد میں شامل تھے اور آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ [illegible] ان کے متعلق حالات اسد الغابہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۱ پر دیکھیے

عہ ابن اثیر بیان کرتے ہیں کہ آپ عمرو بن حارث بن [illegible] ثقفی تھے۔ آپ حارث بن وہب بن [illegible] ان کے حلیف تھے۔ ان سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج میں [illegible] لوگ ہماری [illegible] سے خوش ہو گئے۔

---

[۱] سفیان بن عبداللہ بن ربیعہ بن الحارث بن مالک بن حطیط بن جشم ثقفی۔ آپ ثقہ تھے [illegible] تھے اور حضرت ابن الاثیر [illegible] کرتے تھے حضرت عمر نے سفیان بن عبداللہ کو طائف پر [illegible] عامل مقرر کیا [illegible] بیعت [illegible] روایت کی ہے [illegible] نے وہ مشہور حدیث روایت کی ہے جس میں سفیان بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے اسلام کی ایسی بات بتائیے جس کے متعلق مجھے آپ کے بعد کسی سے پوچھنا نہ پڑے۔ آپ نے فرمایا کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر استقامت اختیار

مورخین بیان کرتے ہیں کہ جب وہ لیں انہیں لے کر چلا اور وہ ہاں کا پہرہ تھا نیچے دیا تھا تاکہ منادی اپنے قبیلے کو جمع کرے۔[1]

ثقیف کا وفد مدینہ منورہ جانے کے ارادے سے شمال مغرب کی جانب گیا تاکہ ثقیف کے فیصلے کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جائے جو ثقیف کے قریب سے نکلے۔ یہ اسلام میں داخل ہونے کو مستعد تھا اور علامات نبوت میں سے ایک علامت ہے اور تقریباً ایک سال تھا جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حنین کے فیصلہ کن معرکے کے بعد طائف میں ثقیف کے محاصرے کو توڑ، جب آپ سے بعض صحابہ نے آپ سے مطالبہ کیا کہ آپ ثقیف کی ہلاکت کی بددعا کریں تو آپ نے اس بات کو قبول نہ کیا اور بددعا کی بجائے ان کے لئے دعا کی اور فرمایا اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں اسلام میں لا۔ اور یہ دیکھئے کہ ثقیف جو اپنی مرضی اور خوشی سے اس آدمی کی سرکردگی میں جو بڑا متکبر اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھنے والا اور آپ سے اور آپ کے دین کے ساتھ مذاق کرنے والا تھا (ایک ترجمہ [illegible]) مدینہ آ رہا ہے جس نے ابتدائے اسلام میں جب آپ مشرکین مکہ کے خلاف ثقیف کی مدد حاصل کرنے گئے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیر سمجھتے ہوئے کہا "اگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے تو میں کعبہ کے پردے نوچ لیں" اور اس کے بھائی مسعود بن عمرو نے آپ سے کہا "کیا اللہ تعالیٰ کو بھیجنے کے لئے آپ کے سوا کوئی آدمی نہیں ملا؟" اور اس کے تیسرے بھائی حبیب بن عمرو نے آپ سے کہا۔

"اگر آپ بقول آپ کے اللہ کے رسول ہیں تو میں کبھی آپ سے بات نہیں کروں گا۔ کیونکہ اگر میں آپ کی بات کا جواب دوں تو آپ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوں گے اور اگر آپ اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہیں تو مجھے آپ سے گفتگو نہیں کرنی چاہئے۔" عبد یالیل اور اس کے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۳۲؛ مغازی الواقدی صفحہ [illegible]

[2] سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ [illegible]

وفد کے ہمراہ، بغیر اس کے کسی مسلمان کو اس کا علم ہو، طائف سے مدینہ کی طرف چلتے چلتے مدینہ کے نواح میں — وادی قناۃ[1] میں پہنچ گئے اور سب سے پہلے جس شخص کو ان کے متعلق علم ہوا کہ وہ ثقیف کے اسلام کے اعلان کیلئے آئے ہیں وہ ثقیف کے علاقہ کا ایک آدمی جس کا نام مغیرہ بن شعبہ تھا جو اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سابق الاطاعت اصحاب میں سے تھا۔

اور مغیرہ نے وفد کے آدمیوں کو پہچان لیا۔ یہ ایک عیاں بات تھی کیونکہ وہ سب اس کے شہر کے آدمی تھے۔ اور وہ اپنی عمر کا ایک حصہ ان کے ساتھ رہ چکا تھا اور جب مغیرہ نے ان کو پہچان لیا، اور سمجھ لیا کہ وہ ثقیف کے اعلان اسلام کیلئے آئے ہیں تو اس نے اس وادی کو چھوڑ دیا۔ جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ چرایا کرتا تھا اور نہایت تیزی کے ساتھ دوڑا تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وفد کی آمد کے متعلق خوشخبری دے کیونکہ مسلمان اور ان کے سردار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھتے تھے کہ ثقیف کے قبول اسلام سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ جس کا مفہوم جنگ کی آخری بات کی صفائی ہے جو مسلمانوں کے دلوں کو مشغول رکھے ہوئے تھی کیونکہ ثقیف کے سوا جو بڑے ساز و سامان اور تیاری والے تھے، کوئی ایسی جنگجو مسلح قوت باقی نہ تھی جو افواج کو بھیجنے کی ضرورت مند اور جری۔ تاہم اس بات کو ثابت کرنے کی کسی طرح سہولت ہے۔ آخر میں بارہ ہزار مسلمانوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں ثقیف کے قلعوں کا محاصرہ کیا۔ مگر یہ تمام زبردست افواج ان کے علاقے کو فتح کرنے سے درماندہ ہو گئیں۔

اور کبار صحابہ کے تصرفات سے پتہ چلتا ہے کہ جب انہیں علم ہوا کہ ثقیف کا وفد اعلان اسلام کے لئے آیا ہے تو انہوں نے ثقیف کے اسلام لانے کو ایک عظیم اہمیت والا واقعہ

---

[1] قناۃ مدینہ منورہ کی ایک مشہور وادی ہے جو مدینہ کے شمال میں جبل احد کے دامن میں مشرق سے مغرب کو جاتی ہے اور اسی میں احد کا مشہور معرکہ ہوا۔

خیال کیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وفد کی آمد کے متعلق خوشخبری دینے میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے تھے۔

صاحب مغازی و سیر بیان کرتے ہیں کہ جب ثقیف کا وفد مدینہ کے قریب آکر وادی قناۃ میں اترا تو وہاں حضرت مغیرہ بن شعبہ اپنی باری کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کو چرا رہے تھے اور آپ کے اصحاب انہیں باری باری چرایا کرتے تھے۔ پس حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ان کو دیکھا تو اونٹوں کو چھوڑ دیا اور اچھل کر دوڑنے لگے تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد کے متعلق خوشخبری دیں حتیٰ کہ آپ مسجد کے دروازے پر پہنچ گئے۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق سے ملے انہیں اپنی قوم کے متعلق اطلاع دی تو حضرت ابوبکرؓ نے مغیرہ سے کہا۔

میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھ سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق اطلاع نہ دینا یہاں تک کہ میں آپ کو ان کی آمد کی خوشخبری دے دوں گا۔

اور حضرت ابوبکر نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر آپ کو اطلاع دی اور حضرت مغیرہ دروازے پر کھڑے تھے پھر حضرت ابوبکرؓ حضرت مغیرہ کے پاس گئے اور حضرت مغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔ اور آپ بہت خوش تھے[1]

حضرت مغیرہ ابن شعبہ اپنی قوم کے ہدایت اسلام کی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے خوشی و مسرت سے لبریز تھے، پس وہ ان کے پاس اسی جگہ واپس آ گئے جہاں کہ قناۃ میں انہوں نے خیمے لگائے ہوئے تھے۔ وہاں انہوں نے ان کو تحیۃ سکھایا۔ اور ان کے اونٹوں کو چرانے میں مدد کی اعانت کی۔ اور ان کی حفاظت [illegible] ہر معاملہ میں [illegible] کیونکہ وہ بالکل اعرابی تھے اور اسلامی تعلیمات و تہذیب کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ پس انہوں نے ان کو بتایا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ

---

[1] سیرت ابن ہشام [illegible] تاریخ طبری [illegible] مغازی الواقدی جلد [illegible]

کے لیے سلام کریں

ثقیف نے اپنے اسلام لانے کیلئے جو کڑی شرائط پیش کیں

اس ثقفی وفد کے طرز میں جاہلیت کے جو بیج جڑ پکڑے ہوئے تھے، انھوں نے اس وفد کے آدمیوں کو ــ جبکہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاکرات کر رہے تھے) ایسا بنا دیا کہ وہ اسلام میں اپنے دخول کیلئے ایسی شرائط پیش کرنے لگے جو اس دین کے اصولوں کے خلاف تھیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شرائط کو رد کر دیا۔ مگر آپ نے اپنے علم، حکمت اور صبر بُردباری سے اُن مذاکرات میں تمام مشکلات پر قابو پالیا جو آپکے اور وفد ثقیف کے درمیان طویل عرصے تک ہوتے رہے یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہوگئے اور انھوں نے ان شرائط کو ترک کر دیا۔

اور ثقفی وفد کے آدمیوں کی عقلوں پر (حضرت مغیرہ بن شعبہ کی مانند ان کے بھتیجے جاہلی رواسب کا بڑا اثر تھا انھیں بجائے اس کے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کا وہ سلام دیں جو حضرت مغیرہ بن شعبہ انھیں سکھایا تھا، انھوں نے آپ کو جاہلیت کا سلام (عم صباحاً) پیش کیا۔ اسی طرح ثقفی وفد نے مذاکرات کے پہلے مرحلے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ڈائریکٹ رابطہ نہیں کیا جیسا کہ اپنے قبائل کے اسلام کے اعلان کیلئے مدینہ آنے والے وفد کیا کرتے تھے۔

بلکہ شروع شروع میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثقفی وفد اپنے اور حضور علیہ السلام کے درمیان واسطہ اختیار کرنے کی طرف مائل ہوا، اور وہ حضرت خالد بن سعید

لہ۔ رواسب، وہ باتیں جو انسان کے دل و دماغ میں سما گئی ہوں۔ (مترجم)

بن العاص[1] تھے جو راوی قتادہ سے رجحان لفظی و فقہیہ زن تھا، لفظی و فقہی کی آراء سی وزیر اور مشہور اشعار، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا جواب دیتے تھے آپ ان کے پاس واپس لیکر جاتے تھے۔

---

[1] خالد بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ ان کی کنیت ابو سعید تھی۔ والدہ کا نام لبینہ بنت حباب تھی۔ حضرت خالد اسلام کے سابقون الاولون میں سے تھے۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے بعد اسلام قبول کیا۔ اور آپ اسلام قبول کرنے والے تیسرے یا چوتھے یا پانچویں تھے۔ جو بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد حضرت ابوبکرؓ کے بعد اسلام لائے تھے۔ ام خالد بنت خالد بن سعید بن العاص بیان کرتی ہیں کہ میرا باپ اسلام لانے والا پانچواں آدمی تھا۔ میں نے پوچھا کون کون ان سے پہلے مسلمان ہوئے تھے؟ تو ام خالد نے جواب دیا۔ حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت ابوبکرؓ، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص۔ اور آپ کے قبول اسلام کا سبب یہ تھا کہ آپ نے خواب میں اپنے آپ کو آگ کے کنارے پر کھڑا دیکھا جس کی وسعت کے متعلق آپ نے بیان کیا کہ اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور ان کا باپ آپ کو اس میں دھکیل رہا ہے اور آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے آپ کو پکڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ اس میں نہیں گرتے۔ تو آپ گھبرا کر اٹھے اور کہنے لگے میں اس خواب کے سچا ہونے پر قسم کھاتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات کر کے آپ نے یہ بات بیان کی تو حضرت ابوبکرؓ نے آپ سے کہا۔ آپ سے بھلائی چاہی گئی ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کی۔ آپ ان کی اور آپ اسلام میں ان کی اتباع کریں گے۔ اور اسلام آپ کو آگ میں گرنے سے روکے گا۔ اور آپ کا باپ اس میں گرنے والا ہے۔ پھر آپ نے رسول کریم سے اجیاد میں ملاقات کی اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں خدائے واحد لاشریک کی طرف دعوت دیتا ہوں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ — اور اس کے رسول ہیں۔ اور تو پتھروں کی عبادت چھوڑ دے جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ نفع و نقصان دے سکتا ہے اور نہ یہ جانتے ہیں کہ

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۳۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

اور باوجودیکہ اس وفد نے واضح طور پر طویل مذاکرات کے بعد اسلام کا اعلان کیا۔ پھر بھی ثقیف کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق وفد کے آدمیوں کا کھانا [illegible] وادی قناۃ میں جو مدینہ کے شمال میں واقع ہے لے جایا جاتا تھا۔ مگر ان [illegible] کی پیشکش کے ابتدائی دنوں میں [illegible] اور ابھی تک ان کے دلوں میں [illegible] تمام [illegible] ہوئے تھے۔ جنہیں اسلام نے ان کے اسلام میں داخل ہونے کے وقت مٹایا نہیں تھا۔ اور بار بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے بارے میں شک پیدا ہوتا تھا۔ اور وہ ان وساوس کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا کھانا اس وقت تک نہیں کھاتے تھے جب تک اس سے ثابت [illegible] حضرت خالد بن سعید بن العاص نہ چکھ لیں۔ ثقیف نے رسول اسلام کے خلاف جو کچھ شرائط رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیں ان کا ذکر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۹)

کہ اس کی عبادت کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ خالد نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اسلام سے خوش ہوئے۔ حضرت خالد [illegible] اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل یمن تھے۔ حضور کی وفات ہوگئی اور حضرت خالد یمن [illegible] اور حضرت ابوبکر کی خلافت میں اپنی فوج کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شام میں داخل ہونے والے پہلے سالار تھے اور [illegible] جب آپ نے [illegible] اور [illegible]۔ ایک قول کے مطابق حضرت خالد حضرت عمر کی خلافت میں [illegible] کے معرکے میں شہید ہوئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ مرج الصفر میں شہید ہوئے جو کہ دمشق کے قریب [illegible] کے مقام پر معرکہ [illegible] تھا۔

تھے:

۱۔ انھیں زنا کاری کی اجازت دی جائے۔

۲۔ انھیں سود کاری کی اجازت دی جائے

۳۔ انھیں شراب نوشی کی اجازت دی جائے

۴۔ ان سے نماز کو معاف کر دیا جائے۔

۵۔ تین سال کی مدت تک ان کے بت لات کی تباہی کو مؤخر کر دیا جائے۔

یہ دیگر شرائط اور مطالبات تھے جنہیں ثقیف وفد نے اپنے دخول اسلام کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام شرائط اور مطالبات کو مسترد کر دیا کیونکہ یہ سب کے سب اصول اسلام کے منافی تھے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل وفد کے اراکین کے سامنے دلائل و براہین پیش کرتے رہے کہ انسان اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ اسلام کی تمام ہدایات کی پیروی نہ کرے یہاں تک کہ انھوں نے آپ کی بات کو تسلیم کر لیا اور مسلمان ہو گئے

اور تمام اصحاب مغازی و سیرت نے اپنے اپنے اسلوب کے مطابق ثقیف وفد اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہونے والے مذاکرات کے طویل قصہ کو ذکر کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ میری قوم اور ثقیف اسلام میں داخل ہونے کے لئے آئے ہیں بشرطیکہ آپ انھیں کچھ شرائط پیش کریں اور وہ اپنی قوم کے ان لوگوں کو جو پیچھے رہ گئے ہیں اور اپنے صدقے کو خط لکھ کر دیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی تحریر یا شرط جس نے کسی کو دی یا پیش کش کی ہے اگر وہ اس کے متعلق مجھ سے مطالبہ کریں گے تو میں انھیں دے دوں گا۔ پس تو انھیں خوشخبری دے دے۔ حضرت مغیرہ نے واپس ہو کر وہ بات انھیں بتلا

جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور انھیں بشارت دی، اور انھیں بتایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے سلام کریں۔ اور سلام کے سوا جو کچھ حضرت مغیرہ نے انھیں کہا تھا، انھوں نے اس پر عمل کیا۔ انھوں نے کہا ” سب کی خیر“ اور مسجد میں داخل ہوگئے۔

لوگوں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ! یہ مشرک ہو کر مسجد میں داخل ہو رہے ہیں“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔

اور حضرت مغیرہ نے جتنے میں اپنے گھر میں ثقیف کو اتارا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ایک [illegible] تھی، پس حضور علیہ السلام نے مسجد میں کھجور کی شاخوں کے تین خیمے لگانے کا حکم دیا۔ جب حکم لگا دیے گئے اور حضرت خالد بن سعید ان کے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آتے جاتے تھے یہاں تک کہ انھوں نے اپنی تحریر لکھی اور حضرت خالد نے ہی اپنے ہاتھ سے ان کی تحریر لکھی اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بھجوایا۔ ہم کھانا اس وقت تک نہیں کھاتے تھے۔ جب تک حضرت خالد اس سے نہ کھالیں تا آنکہ وہ مسلمان ہوگئے۔ اور وہ اپنی تحریر سے فارغ ہوگئے۔

اور وہ اسلام لانے سے قبل وہ مسجد میں تھے، رات کو تلاوت سنتے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی شب بیداری اور فرض نمازوں کی صف بندی کو دیکھتے اور جب وہ گھر واپس آ کر کھانا کھاتے اور وضو کرتے اور جو بچتے تھے اس میں سے اور مسجد کی طرف چلے جاتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغیرہ کے گھر میں ان کی ضیافت کرتے۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سنتے اور دیکھتے کہ آپ نے ہمیں اپنے رسول اللہ ہونے کی گواہی دینے کا حکم دیا ہے اور خود اپنی تقریر میں اس کی گواہی دی ہے۔ پھر آپ نے کھڑے ہو کر تقریر کی۔ اور اپنی تقریر میں اپنے رسول اللہ ہونے کی گواہی دے دی اور وہ کئی دن تک اسی حالت میں رہے اور ہر روز صبح کو

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو عثمان بن ابی العاص کو اپنی قیام گاہ میں پیچھے چھوڑ آئے اور گھر میں ان سب سے چھوٹا تھا اور جب وہ ان کے پاس واپس جاتے اور دوپہر کو سو جاتے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جاتا اور آپ سے دین اور قرآن پڑھنے کے متعلق دریافت کرتا اور وہ اپنے دیگر ساتھیوں سے پوشیدہ طور پر چلا جایا کرتا اور وہ کئی بار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا یہاں تک کہ سمجھدار ہو گیا یہاں تک کہ قرآن سیکھا اور قرآن کی کئی سورتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا دیں اور جب وہ حضرت نبی کریم کو خیمہ میں پاتے تو حضرت ابوبکر کے پاس چلا جاتا تھا۔ اور ان سے سوال کرتا اور سیکھتا کہتے ہیں کہ جب وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں پاتا تو ابی بن کعب تک جاتا اور ان سے پوچھتا۔ اور وفد اور ثقیف سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسلام پر بیعت کرنا اور عثمان نے اس معاملے کو اپنے ساتھیوں سے پوشیدہ رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت خوش تھے اور اس سے محبت رکھتے تھے۔

اور وفد کئی روز تک ٹھہرا رہا۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے۔ اور آپ انہیں دعوت اسلام دیتے۔ عبد یالیل نے کہا کیا آپ ہم سے صلح کر لیں گے ... تاکہ ہم اپنے اہل اور اپنی قوم کے پاس چلے جائیں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں اگر تم نے اسلام کا اقرار کر لیا۔ تو میں تم سے صلح کر لوں گا۔ اگر نہ" تو کوئی فیصلہ نہ ہوگا اور نہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی صلح ہوگی عبد یالیل نے کہا "زناکاری کے بارے آپ کا کیا خیال ہے؟ ہم دور تک غائب رہنے والے لوگ ہیں" اور زنا کے بغیر ہمیں کوئی چارہ نہیں۔ اور نہ ہی ہم میں سے کوئی تجرد پر صبر کر سکتا ہے۔

آپ نے فرمایا زنا ان چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر حرام فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا[1]

---

[1] سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۲

اور مکہ کے قریب تر جگہ، یا ایک بے جان ہے [illegible] ہے) اس نے کہا: سود کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا: سود حرام ہے۔ اس نے کہا: سب اموال سود کی ہیں؟ فرمایا: تمہارے لئے تمہارے راس المال ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربا ان کنتم مومنین)[1] اس نے پوچھا: شراب کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

"وہ ہمارے انگوروں کا شربت ہے ہمارا اس کے بغیر گزارا نہیں"

فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اسے بھی حرام قرار دیا ہے۔"

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی

(انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام الآیۃ)

اصحاب مغازی و سیر بیان کرتے ہیں کہ لوگ اٹھے اور ایک دوسرے سے ملے گئے۔ اور عبد یالیل کہنے لگا: تمہارا برا ہو، ہم تو قوم کو حضرت ان تین باتوں کے ترک کا حکم لے کر واپس جائیں گے۔ خدا کی قسم ثقیف کبھی شراب اور زنا سے باز نہیں آئیں گے اور وفد میں ایک دانشمند اور صاحب بصیرت آدمی سفیان بن عبداللہ نے کہا اے عبد یالیل [illegible] ہم۔ اگر خدا تعالیٰ ان کے لئے بہتری سے بھلائی کا ارادہ کرے گا تو وہ ان باتوں سے رک جائیں گے اور یہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں یہ بھی ان جیسی باتوں کے خوگر تھے لیکن انہوں نے وہ باتیں چھوڑ دی ہیں۔ اب ہم اس [illegible] ہیں۔ اس نے زمین کو غلبہ سے پامال کر دیا ہے۔ اور ہم زمین کے ایک دور کنارے پر ہیں۔ اسلام ہمارے اردگرد پھیل رہا ہے۔ اور اگر جلد ہی آپ ہمیں چھوڑ کر ایک نہ [illegible] ہم [illegible] اور دین اسلام کے سوا کوئی چیز نہیں دیکھ رہا۔ اور یہ ایک بات [illegible] مکہ کے [illegible]

---

[1] سورۃ البقرہ آیت ۲۷۸

پھر انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ لات کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا "اسے توڑ دیا جائے گا" وہ کہنے لگے یہ بہت دور کی بات ہے۔ اگر لات کو پتہ ہو کہ ہم اس کے توڑنے میں موافقت کریں گے تو وہ سارے اہل کو قتل کر دے گا۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا "اے عبد یالیل تو ہلاک ہو لات ایک پتھر ہے جسے معلوم نہیں کہ کون اس کی عبادت کرتا ہے یا کون نہیں کرتا" عبد یالیل نے کہا "اے عمرؓ ہم آپ کے پاس نہیں آئے" پھر وہ مسلمان ہو گئے[1]

اس طرح ثقیف کا وفد ایسی رعایت کے حاصل کرنے میں ناکام ہو گیا جو ثقیف سے بعض تکالیف کو ساقط کر دیتی ہیں۔ یا اسلام میں بعض حرام چیزوں مثلاً سود، زنا اور شراب کو ان کے لئے جائز کر دیتی ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی دین اُن کے تمام مطالبات کو صراحت کے ساتھ رد کر دیا تھا۔ اور ثقیف وفد کو یہ بات سمجھا دی تھی کہ اسلام کی تمام تکالیف اوامر و نواہی کے اس طرح حصے بنانا ممکن ہی نہیں کہ اس کے بعض حصوں پر عمل کیا جائے۔ اور بعض کو ترک کر دیا جائے۔

ان طویل مذاکرات اور ثقیف وفد کے مہمان بن کر ٹھہرنے کے بعد انھوں نے عبد اللہ بن سفیان کی رائے کو درست قرار دے دیا۔ اور عقل کا عربی جذبات کی زمانہ پر غالب آ گیا اور ثقیف بغیر کسی قید اور شرط کے اسلام میں داخل ہو گئے، ہاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کو بت لات اور بقیہ اصنام کو توڑنے کے سلسلہ میں رعایت دینا قبول کر لیا۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ ــ صلح مکمل ہو گئی ۔ وہاں صلح کی دستاویز خالد بن سعید نے لکھا۔ اور جب صلح مکمل ہو گئی تو انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۸۵ ۔ المغازی للواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۶۸ تا ۹۶۹ ۔ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۹ ۔ طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۳۱۲ تا ۳۱۳ ۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۹۹ ۔ الکامل لابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۸۵ ۔

سے کہنے لگے کہ آپ لات کو تین سال تک نہ توڑیں۔ مگر آپ نے ان کی بات نہ مانی تو وہ
کہنے لگے کہ آپ دو سال تک لات کو نہ توڑیں مگر آپ نے اسے بھی نہیں مانا تو وہ
کہنے لگے کہ آپ ایک سال تک لات کو نہ توڑیں آپ نے اسے بھی نہ مانا تو وہ کہنے لگے
کہ آپ اسے ایک ماہ تک نہ توڑیں تو آپ نے ان کے لئے وقت مقرر کرنے سے انکار کر دیا۔
اور یہ بات کہ جس کی وجہ سے انہوں نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ وہ اپنے بیوقوفوں، عورتوں اور
بچوں سے ڈرتے تھے اور اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وہ اپنی قوم کو اس کے توڑنے سے
خوفزدہ کریں۔ پھر انہوں نے حضرت نبی کریم سے مطالبہ کیا کہ آپ انہیں اس کے توڑنے
سے بری کر دیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی چاہی۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں
اپنے صحابہ کو ان کے توڑنے کا حکم دوں گا۔

اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں معافی چاہی۔
تو آپ نے فرمایا اس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں نماز نہ ہو تو وہ کہنے لگے،
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نماز بھی پڑھیں گے۔ اور روزے بھی رکھیں گے۔
اور انہوں نے اسلام کے فرائض اور احکام سیکھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
انہیں مہینے کے بقیہ دنوں کے روزے رکھنے کا حکم دیا۔ اور حضرت بلال ان کے
پاس ان کی افطاری لایا کرتے تھے۔ اور ان کے خیال میں ابھی سورج غروب نہیں
ہوا تھا تو وہ کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام ہماری بھلائی کیلئے
کیا ہے۔ اور وہ ہمارے اسلام کی کیفیت کو دیکھتے ہیں ہمیں وہ کہتے ہیں بلال ابھی تک
غروب نہیں ہوا۔ اور حضرت بلال کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افطار
کرنے کے بعد ہی ان کے پاس آیا ہوں۔ اسطرح وہ سحری کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے سحر کے انتظار کرنے کی بات یاد ہوئی اور حضرت بلال ان کی سحری کا کھانا لایا کرتے تھے۔
وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان کے متعلق سحر کے بارے میں ڈرتا تھا۔

لہ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۶۸

اسطرح ثقیف نے اسلام قبول کیا اور ان کے اسلام میں داخل ہونے سے جزیرۂ عرب میں اسلام سے دشمنی کرنے والی کوئی اہم قوت باقی نہ رہی اور ثقیف کے اسلام قبول کرنے کے بعد جزیرۂ عرب کی تمام اطراف سے عرب قبائل اسلام میں داخل ہونے کیلئے مدینہ آنے لگے۔

امیر ثقیف

اور جب مدینہ میں ثقیف کے قلوب اسلام سے مطمئن ہو گئے اور وہ عظیم اسلامی سوسائٹی میں شامل ہو گئے تو انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ ان کیلئے امیر مقرر کر دیں جو کہ ہم سے ہمارے علاقے کے انتظام و احکام کے بارے میں رہنمائی کرے، معاملات کی دیکھ بھال کا ذمے دار ہو، اور نماز میں ان کی امامت کرے۔

انھوں نے عرض کیا " یا رسول اللہ ہم پر ایک آدمی کو مقرر فرما دیجئے جو ہماری امامت کرے۔ " وہ اسلام میں امارت سنبھالنے کا جائز، دین کی سمجھ اور اس کے مطابق عمل کرتا ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کے تمام وفد کیلئے حضرت عثمان بن ابی العاص کو امیر منتخب کیا۔ اور وفد کے تمام آدمیوں سے عثمان کا کم سن ہونا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انھیں ثقیف کا امیر مقرر کرنے سے مانع نہیں ہوا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اسلام اور قرآن سیکھنے کا شوق ہونے کی وجہ سے ان کا امیر مقرر کیا۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ وہ وفد کے تمام آدمیوں سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تمام طائف کا امیر مقرر کیا۔ اور امیر مقرر کرنے کے بعد انھیں چند احکام ہدایت سے نوازا۔ حضرت عثمان بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آخری وصیت یہ کی۔

" ایسے آدمی کو مؤذن مقرر کرنا جو اپنی اذان کا اجر نہ لیتا ہو اور
جب تم لوگوں کا امام بنے تو ان کے سب سے کمزور آدمی کے حالات

کا خیال رکھو۔ اور جب تو اپنی نماز پڑھے تو یہ تیرا اختیار کا معاملہ ہے۔

اور حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عثمان بن ابی العاص کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا

رسول اللہ! میں نے ان میں سے نوجوان کو دیکھا ہے جو اسلام کے سیکھنے اور قرآن سیکھنے کا ان سب سے زیادہ حریص ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ثقیف کا امیر بنا کر بھیجتے ہوئے آخری وصیت یہ کی تھی کہ

اے عثمان! نماز میں اختصار کرنا، اور لوگوں میں سب سے کمزور آدمی کا خیال رکھنا۔ بلاشبہ ان میں بوڑھے، بڑے، کمزور اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

اور جب ثقیف کے متعلق تجویز ہونے کے تمام خاص اقدامات ہو چکے تو اس کے برعکس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نمائندوں کے درمیان ایک دستاویز لکھی۔ اور ان کا امیر مقرر کیا۔ اور وہ اپنے علاقے طائف میں جانے کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے تاکہ اپنی قوم کو اپنے مذاکرات کے نتائج سے آگاہ کریں۔ اور انہیں اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیں۔ اور طائف میں ثقفی وفد کے ممبران کو اپنی قوم کی جانب سے پریشانیوں اور کچھ مزاحمت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اور انھوں نے آسانی کے ساتھ اسلام قبول نہ کیا۔ لیکن وفد کے ممبران ان کے سب رنج کے فرض سے مطمئن تھے اور انہوں نے ان کی اصلاح کی یہاں تک کہ وہ تمام پریشانیوں پر غالب آگئے۔ اور تمام ثقفی اسلام میں داخل ہو گئے۔

سلسلۂ جہاد میں عربی جذبے میں جو
جہاد کے عظیم اور بیشمار نتائج

منکرات کی تباہی اور کچھ پریشانیاں

اور سچ ہے ۹ھ میں ثقیف کا اسلام لانا، بت پرستی کے تابوت میں ٹھونکا جانے والا آخری کیل تھا کیونکہ ان علاقوں میں بت پرستی کا کوئی وجود موجود نہ رہا تھا اور جب دن

خزینۂ جنون

تیری سے بت لات کو توڑ دیا۔ وہ بعد کو دین تھا اور اس بت کو ثقیف نے خدا کے سوا معبود بنا رکھا تھا۔ کہ وہ ثقیف شہر کے قریب تر ہے۔ اور اس بت کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ فرماتا ہے

ترجمہ ... ...

... ...

... ...

سورۂ نجم الطبری ۳

اور یہ بات بھی بیان کرنے کے قابل ہے کہ لات

لات کی تاریخ دراصل کون تھا ایک نیک آدمی کا نام ہے۔ جس نے قدیم زمانے میں حاجیوں کے راستے پر پہلے آپ کی خبر بیان کی۔ بدنصیب حاجی جب ان کے پاس سے گزرتے تھے تو وہ انھیں ستو گھول کر پلاتا اور خود ان کے لئے ستو پانی میں ملاتا تھا اور انھیں ترجیح حاصل کرنے کیلئے کھلاتا تھا۔ اسی لئے اس نسبت سے اسے لات کا لقب دیا گیا ہے

اور لات جب یہ آدمی مر گیا تو اس کی قوم نے اس کا مزار بنا دیا اور اس کو پوجنے لگے اور زمانے کے گزرنے اور جہل کے چھا جانے اور لوگوں کے حضرت ابراہیم کے دین توحید کو چھوڑ دینے سے لات ایک بت میں تبدیل ہو گیا۔ جس کی خدا کے سوا پرستش کی جانے لگی۔

سورۂ نجم آیت ۱۹ سے لات عزیٰ اور منات۔ لات عربی کے معنی ہیں ستو میں پانی ملانا اور جو شخص یہ کام کرتا ہے اسے اللات کہتے ہیں۔ چونکہ وہ ایک آدمی ستو میں پانی ملا کر اور انھیں حاجیوں کو کھلاتا پلاتا تھا اسے اللات کا لقب دیا گیا۔ مترجم

ع

ہوتا ہے کہ حضور دعائیں اور طواف کئے جاتے تھے اور اس کی تقدیس ہونے لگی اور اس کے حضور قربانیاں اور نذریں گذاری جانے لگیں نہ اس اعتقاد سے کہ لات پیدا کرتا یا رزق دیتا یا زندہ کرتا اور مارتا ہے بلکہ اس اعتقاد سے کہ وہ اللہ کا مقرب ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لئے واسطہ بنے گا۔ یہ ان کا اپنا خیال تھا۔ اللہ نے اس اساسی اصول کی طرف قرآن کریم نے بھی اشارہ کیا ہے کہ ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی یعنی ہم صرف اس لئے ان کی عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا تقرب دلا دیں۔

اور امام ابن جریر طبریؒ اپنی سند سے سفیان سے اور وہ منصور سے اور وہ مجاہد سے روایت کرتے ہیں (افرأیتم اللات والعزیٰ) وہ بیان کرتے ہیں کہ لات ان کے لئے ستو میں پانی یا گھی ملایا کرتا تھا۔ اور مسیب منصور سے روایت ہے کہ جو آدمی بھی اس کے پاس سے گذرتا تھا وہ اسے کھلاتا تھا۔ اور جب وہ فوت ہوا تو انہوں نے اس کی عبادت شروع کر دی۔ اور کہنے لگے۔ وہ لات ہے

اور عرب کے نزدیک لات سب سے بڑا بت تھا۔[2] اور امام ہشام کلبی اپنی کتاب "الاصنام" میں بیان کرتے ہیں کہ لات طائف میں تھا اور منات کے بعد میں بنا تھا اور ایک چوکور پتھر تھا، اور ایک یہودی اس کے پاس ستو میں گھی یا پانی ملاتا تھا اور ثقیف میں سے بنو عتاب بن مالک اس کے خادم تھے اور انہوں نے اس کا ایک عمارت بنائی ہوئی تھی اور قریش اور تمام عرب اس کی تعظیم کرتے تھے اور وہ زید (زید اللات اور تیم اللات) نام رکھتے تھے اور یہ آجکل طائف کی مسجد کے بائیں منارہ کی جگہ پر ہے (یعنی کلبی کے زمانے میں) اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن کریم میں کیا ہے (افرأیتم اللات والعزیٰ) اور عمرو بن الجعد نے اس کے بارے میں کہا ہے

---

[1] فتح المجید شرح کتاب التوحید ۲۴۳ [2] فتح المجید ۲۴۳

میرا جام چھلکانے کو چھوڑنا اس شخص کی طرح ہے جو لات سے بیزار ہو چکا ہو۔ حالانکہ
وہ پہلے اس کی خدمت کرتا تھا"

اور شمس بن عمرو بن المنذر کی ہجو میں لات کے بارے میں کہتا ہے ؎

تو نے مجھے پتھر کے خوف سے جلاوطن کر دیا ہے اور لات اور پتھر حکومت نہیں
کر سکتے ۔

اور مسلسل اس کی یہی کیفیت رہی۔ یہاں تک کہ ثقیف نے اسلام قبول کر لیا اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا جنہوں نے اسے توڑ کر آگ میں جلا دیا۔ اور جب لات کو توڑا اور جلایا گیا تو اس وقت ابن عارض الجشمی نے ثقیف کو اس طرف واپس آنے سے منع کرتے ہوئے اور ناراض ہوتے ہوئے کہا۔

لات کی مدد نہ کرو بے شک اللہ اس کا بادشاہ ہے اور تمھاری
کیسے مدد کر سکتا ہے۔ جو خود اپنی مدد نہیں کر سکتا۔ وہ جسے آگ میں
جلایا گیا اور آگ روشن ہو گئی۔ اور اس کے پتھروں کے پاس کسی نے
جنگ نہیں کی۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے صحن میں اتریں گے
تو وہ کوچ کر جائیں گے۔ اور اس کے باشندوں میں سے کوئی بشر اس کے
پاس نہیں رہے گا۔

اور اوس بن حجر لات کی قسم کھاتے ہوئے کہتا ہے ؎

لات اور عزیٰ کی قسم اور جو ان کے دین کو اختیار کرتے ہیں اور اللہ کی قسم
بیشک وہ ان سب سے بڑا ہے [1]

---

[1] کتاب الاصنام صلا

اور عربوں کے دلوں میں عموماً اور ثقیف کے دلوں میں خصوصاً عرب کے اصنام میں سے لات بت کی سب سے زیادہ اہمیت تھی، ہزاروں سال گئے ہیں کہ طائف میں اعراب نسل بعد نسل اس بت کی تقدیس و تعظیم کرتے چلے آرہے ہیں اور جب یالیل کی سرکردگی میں ثقیف کا جو وفد مدینے گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ثقیفیوں کے دلوں میں اس شکر بت کا کیا مقام ہے جنہوں نے اپنے سردار عروہ بن مسعود کو اس لئے قتل کر دیا تھا کہ اس نے مدینے سے مسلمان ہو کر واپس آنے پر حسب دستور اس بت کے پاس اپنا سر نہیں منڈایا تھا۔ بلکہ شعار توحید یعنی اذان کو بلند کیا تھا۔

جب مدینے میں وفد کے آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور وہ اچھے مسلمان ہو گئے تو اس کے بعد بھی وہ ان معبودوں کا تصور کر کے ڈرتے تھے کہ کہیں لات بت اپنی قوم کو علیحدگی اختیار کرنے پر رضامند کرنے اور اپنے اسلام کی صحت کیلئے بنیادی شرائط کے طور پر اسے توڑنے کو قبول کرنے کے بارے میں پیش آتی تھی، اس لئے ثقیف کے سارا وفد جبکہ دین اسلام میں داخل ہونے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہا تھا، فوری طور پر لات کے توڑنے کے بارے میں اپنے خوف کا اظہار کیا۔ اور یہ خوف اس متوقع سزا سے پیدا ہوا تھا کہ اگر ثقیف کے عوام نے اپنے وفد کے زعماء کو دیکھا کہ وہ مدینے سے واپسی پر اس لات کے توڑنے کا منصوبہ لے کر آئے ہیں جو ہزارہا سال سے ان کا معبود ہے تو وہ عنقریب ان کے در پے ہوں گے۔ اس لئے عبد یالیل اور باقی وفد کے بقیہ ممبران نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ لات کے باقی رہنے کی اجازت دیں۔ اور اس اساس پر اس کے تین سال باقی رہنے دینگے کہ اس کے دوران ثقیف کے زعماء ثقیفیوں کے دلوں سے نفرت کو دور کرنے اور انکی اصلاح کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہاں تک وہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور کسی پریشانی کے بغیر اپنے سب سے بڑے بت لات

کے توڑنے پر بھی مجبور پائیں۔

مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو صرف بت پرستی کے تمام اثرات کو مٹانے کے لئے آئے تھے انہوں نے ثقیف وفد کے مطالبہ کو رد کر دیا۔ اور توحید کے قیام کیلئے ہی لات بت کے توڑنے اور اس کے تباہ کرنے کیلئے اس پر قابو پانے پر اصرار کیا۔ کیونکہ اس بت کے باقی رہنے سے ثقیف کے عوام کے دلوں میں اس کی جو تقدیس موجود تھی وہ باقی رہتی تھی اور یہ بات ان میں اشاعت اسلام کے لئے معاون نہ ہوتی تھی بلکہ اس کے برعکس وہ بت اس راستے میں ایک رکاوٹ بن جاتا تھا۔ اس لئے کہ ثقیف جو اسلام پر مذہب کے باوجود اس بت کے باقی رکھنے کی اجازت (ایک طور تقاضا کیا) دینے کا مفہوم یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام توحید کے پہلو بہ پہلو شرک کے عقیدے پر عمل کرنے سے بھی موافقت رکھتے ہیں۔ اور یہ ایک تناقض ہے جسے فطرت و اسلام رد کرتی ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو جب آپ ہجرت سے قبل اپنے چند صحابہ کے ساتھ مکہ میں شدید دور آزمائش میں تھے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا حالانکہ اس وقت آپ کے پاس اپنے پہلو میں کھڑی ہونے والی عسکری قوت بھی نہ تھی۔ لیکن اب وہ اس بت پرستی کے ساتھ کیسے موافقت کر سکتے تھے۔ جبکہ تمام جزیرۂ عرب آپ کا مطیع ہو کر آپ کی فوج بن چکا تھا۔

اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لات کے باقی رکھنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اور اس بات پر اصرار کیا کہ جب ثقیف کا وفد واپس جائے تو سب سے پہلا کام جس کی تکمیل واجب ہے۔ وہ لات بت کا توڑنا ہے۔ اور ثقیف وفد نے (جو اسلام قبول کر چکا تھا) اس امر پر اتفاق کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ پایا۔

ہاں ثقیف وفد کے اراکین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ گذارش کی کہ انہیں لات اور دیگر اصنام کو اپنے ہاتھوں سے توڑنے کے بارے میں معاف کیجئے

اور مطالبہ کے پورا کرنے سے دعوت توحید و نفی شرک کے مطالبہ پر [illegible] بنیادی شرط کا اثر نہیں پڑتا تھا۔ اس لیے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف وفد کی گذارش سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا۔

"اب رہی بات تمہارے بتوں کو اپنے ہاتھوں سے توڑنے کی تو ہم تم کو اس سے معاف کرتے ہیں[1] اور فرمایا میں اپنے صحابہؓ کو ان کے توڑنے کا حکم دیتا ہوں۔"

وفد ثقیف، ثقیف کے اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کرنے کے بعد طائف واپس آگیا۔ ادھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لات اور ثقیف کے دیگر اصنام کے توڑنے کے لیے ابو سفیان اور مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا اور جب دونوں حضرات طائف پہنچے تو مغیرہ نے ابو سفیان سے کہا کہ آپ آگے بڑھ کر بت توڑئیے لیکن ابو سفیان کو اس حقیقت کا علم تھا کہ عروہ بن مسعود کو اپنی قوم کے ہاتھوں [illegible] انھوں نے اسلام کی تبلیغ کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا تھا۔ انھوں نے مغیرہ سے کہا کہ توڑنے کی ابتداء وہ کریں۔ اس نے کہا اپنی قوم کے پاس تم جاؤ۔[2]

پس حضرت مغیرہ بن شعبہ چند آدمیوں کے ساتھ لات کے بت کے پاس گئے۔ [illegible] اور [illegible] نکل کھڑی ہوئیں ان کا حال [illegible] کر دیا۔ ادھر حضرت مغیرہ نے لات بت کے [illegible] ثقیف کے عوام کا ایک بہت بڑا اجتماع دیکھا۔ لیکن جب آپ نے لات کو توڑنے کا ارادہ کیا تو انھوں نے کسی قسم کے [illegible] کا اظہار نہ کیا۔ بلکہ ثقیف بہت ہی [illegible] مغیرہ کی جرأت نے آپ کو اس بات پر رضامند کرنے کی کوشش کی کہ آپ اپنے ہاتھ سے لات کو توڑ [illegible] شکل [illegible] اور انھوں نے آپ کے خیال کے مطابق ان کے خوف [illegible] سے بہت سے [illegible] توڑ [illegible] سب سے [illegible] انھوں نے توڑنے میں پہل کرنے کا مشورہ دیا [illegible] اس بت

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ [illegible] [illegible] مغازی [illegible] جلد [illegible] صفحہ [illegible]

کے بارے میں جو باطل اعتقادات کے اثرات ابھی ان کے دلوں میں باقی تھے۔

مگر حضرت مغیرہ نے (جو اسلام میں بڑے معتبر تھے) اپنی تدبیر سے ان کو بہ اعجاز کا مصداق دکھا دیا۔ پھر عوام کے مجمع کے سامنے کدال اٹھائی۔ اور لات کے بت لات کی عمارت پر چڑھ گئے اور اس کی چوٹی پر بیٹھ گئے اور عوام جہلاء کے بعض میں اپنے دلوں میں بت پرستانہ اعتقاد رکھتے تھے۔ اور یہ یقین رکھتے تھے کہ لات اپنا دفاع کرے گا۔ اور مغیرہ کو ہلاک کر دے گا۔ اور زندگی کا خاتمہ کر دیگا۔ مگر جیسا دل میں تصور تھا نہ ہوا اور جب۔ لوگ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی طرف حیرت سے دیکھنے لگے اور وہ اس بت کو ضربیں لگا رہے تھے جس کی طائف میں خدا کے سوا ہزاروں سال سے پرستش کی جاتی تھی۔ آپ نے اس کے ایک ایک پتھر کو توڑا حتیٰ کہ اس کی بنیاد کو اکھاڑ پھینکا مگر یہ آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا سکا اور لات کے ٹوٹنے سے جزیرۂ عرب کی سب سے بڑی جہالت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور وہ لات کی جہالت تھی جو عرب کے بت پرستوں کے نزدیک سب سے بڑا معبود تھا۔ پھر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور ابو سفیان بن حرب طائف میں ثقیف کے بقیہ بتوں کے توڑنے میں لگ گئے لو۔ لات اساف کے بعد ٹھک توڑ پھوڑ سے مشرکین دنیا بت پرستی کی آخری علامت کا خاتمہ ہو گیا۔

حضرت مغیرہ نے ثقیف کے لوگوں کو کیسے ہنسایا!

مورخین اور اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ثقیف کے لوگوں کو ہنسانے اور ان کے غلط اعتقاد اور ان کی عظیم جہالت پر دلیل قائم کرنے اور یہ کہ وہ ان کے اوہام میں زندگی بسر کرتے تھے) ٹھکر لات کو توڑتے ہوئے یہ مظاہرہ کیا کہ اس نے آپ سے اپنا انتقام لے لیا ہے۔ ہیں اب بظاہر بے ہوش ہو کر گر پڑے تاکہ دیکھیں بت کے ارد گرد جمع ہونے والے عوام کا کیا رد عمل ہوتا ہے اور لات عوام میں جہالت عمل ہوا۔ جونہی حضرت مغیرہ گرے اور بے ہوش ہو گئے تو فضا میں

کیا وہ دھوکہ خوردہ عوام اپنے معبود لات پر غور کرتے ہوئے چلا اٹھے کہ لات کو جو شخص نقصان پہنچائے گا وہ اس پر خاموش بیٹھا رہے گا۔

اور ایسی سادہ اور دھوکہ خوردہ عوام اپنے وہم کے نشے میں ہی تھے کہ لات نے اپنا بدلہ لے لیا ہے کیا۔ جبکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ انہیں عقلوں سے مذاق کرتے ہوئے زبردست توڑ پھوڑ کے ساتھ انہیں یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"اے گروہ ثقیف! عرب کا کوئی قبیلہ ثقیف سے زیادہ عقلمند نہیں لیکن عرب کا کوئی قبیلہ تم سے زیادہ احمق نہیں۔ تم ہلاک ہو جاؤ۔ لات، عزیٰ اور زبدہ کیا ہے؟ یہ پتھر کی طرح ایک پتھر ہی ہے معلوم نہیں کہ کون اس کی پوجا کرتا ہے اسے کون نہیں کرتا۔ تم ہلاک ہو، کیا لات سنتا، دیکھتا یا نفع و نقصان دیتا ہے پھر آپ نے اسے توڑ دیا۔ اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ مل کر اسے توڑا۔[1]

اور مصادر حدیث میں لات بت کے توڑنے کے متعلق بیان ہوا ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ کی قوم بنی معتب کو پتہ چلا کہ ان کے فرزند مغیرہ نے لات بت توڑنے کی ٹھان لی ہے تو وہ لوگ ہتھیار پہن لئے اور اس خوف سے اس کے پہلو میں کھڑے ہو گئے کہ ثقیف اسے اس کے چچا عروہ بن مسعود کی طرح قتل نہ کر دیں۔ بنو معتب مغیرہ کی حفاظت کرنے لگے۔ یہاں تک آپ نے لات بت توڑنے کی کارروائی مکمل کی۔ اور ثقیف آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا سکے۔ اسی لئے ابوسفیان نے مغیرہ بن شعبہ سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اپنی قوم کے بت کے توڑنے میں پہل کریں کیونکہ ابوسفیان کو معلوم تھا کہ مغیرہ کا قبیلہ ہتھیاروں سے ان کی حفاظت کرے گا۔[2]

ثقیف اور ان کے بت لات کے متعلق واقدی کا طویل بیان

امام واقدی ان منقول کے قریب کے متعلق طویل گفتگو کرتے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص [illegible] [2] مغازی الواقدی جلد ۳ ص [illegible]

بولات اور عزیٰ کی تعداد میں لگی ہوئی تھی اور ان مصائب اور پریشانیوں کا بھی بیان کرتا ہے جو ثقیف کو لات اور تمام اصنام کی پرستش سے علیحدگی پر رضامند کرنے کیلئے لاحق وفد کو پیش آئیں اور وفد نے مختلف طریقے دیکھے۔ حتیٰ کہ یہاں تک اس نے ثقیف کو اس امر پر رضامند کر لیا۔ ان کے لئے سب سے عمدہ ذریعہ یہ ہے کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں تو انھوں نے ایسا ہی کیا۔ واقدی سے روایت ہے کہ ایک قوم ثقیف کے پاس آئے اور جس طرح انھوں نے ان سے ملاقات کی اس کا حال بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ۔۔۔ پھر وفد طائف جانے کیلئے چل پڑا اور جب وہ ثقیف کے قریب ہوئے تو عبد یالیل نے کہا۔ میں ثقیف کو سب لوگوں سے بہتر جانتا ہوں۔ اس تفصیل کو پوشیدہ رکھو۔

یعنی وہ اس معاہدے کو جو وفد اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان طے پایا ہے۔ اور انھوں نے ان کو جنگ و قتال سے ڈرایا۔ اور انھیں بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ان امور کے متعلق دریافت کیا ہے جن کو ہم نے عظمت دے رکھی ہے لیکن ہم نے ان کی بات نہیں مانی اور آپ نے ہم سے زنا اور شراب کی حرمت کے متعلق پوچھا ہے اور یہ کہ ہم اپنے اموال میں سے سود کو چھوڑ دیں اور لات کو توڑ دیں۔ اور جب وفد قریب آیا تو ثقیف باہر نکلے اور وفد نے انھیں دیکھا تو پھر چال چلے اور انھوں نے کپڑوں کو تار تار کیا اور غمزدہ آدمیوں کی طرح اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور کوئی اچھا جواب نہ دیا۔ پس جب ثقیف نے وفد کے چہروں کی کیفیت دیکھی تو وہ غمگین اور پریشان ہو گئے۔ اور ان میں سے بعض نے کہا کہ تمہارا وفد تو بھلائی لیکر نہیں آیا۔ اور وفد نے ان سب سے پہلے لات کے متعلق گفتگو کی۔ اور جب وفد لوگوں کے پاس گیا تو لوگوں نے کہا۔ اور وہ اسی طرح کیا کرتے تھے لیکن وہ کہتے اور وہ مسلمان تھے اور انھوں نے دیکھا کہ وہ جس بات کو کہتے تھے اس سے ایک دفاع

کر رہے ہیں۔ اور ثقیف کہنے لگے۔ گویا ان کا ان کے ساتھ کوئی عہد تھا۔ ان
ساتھیوں نے انھیں دیکھا تو پھر سے اپنے گھر والوں کے پاس واپس آگیا۔ بعد
ثقیف کی ایک جماعت نے آکر ان سے پوچھا "تم کیا بات لے کر واپس آئے
ہو۔؟ اور وفد نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کر لی تھی
کہ وہ آپ کے متعلق عیب دار باتیں کریں گے۔ آپ نے انھیں اجازت دے دی
تھی۔ انھوں نے کہا ہم ایک سخت کلام اور تند خو آدمی کے پاس سے آئے ہیں
وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور اس نے تلوار کے ساتھ فتح پائی ہے اور عربوں کو
ذلیل کر دیا ہے۔ اور لوگ اس کے مطیع ہو گئے ہیں اور بنو اصفر اپنے قلعوں میں
اس سے مرعوب ہو گئے ہیں۔ اور لوگوں کی حالت یہ ہے کہ یا تو وہ اس کے دین میں
رغبت رکھتے ہیں۔ اور یا اس کی تلوار سے خائف ہیں۔ اور اس نے ہمارے
سامنے چند سخت امور پیش کئے ہیں جنھیں ہم نے مشقت دہ پایا ہے: اور ہم
نے ان سب کو اسی پر چھوڑ دیا ہے۔ اور اس نے ہم پر زنا، شراب اور سود کو
حرام کر دیا ہے اور یہ کہ ہم اپنے لات کو توڑ دیں۔ ثقیف کہنے لگے: ہم تو یہ کام
کبھی نہیں کریں گے۔ وفد نے کہا: ہماری زندگی کی قسم! ہم نے اس بات کو
پسند نہیں کیا تھا بلکہ اسے بڑی بات قرار دیا۔ مگر ہم نے دیکھا کہ اس نے ہم سے انصاف
نہیں کیا۔ پس اپنے ہتھیاروں کو ٹھیک کرو اور اپنے قلعوں کی مرمت کرو اور اس پر
آلات جنگ، دبابے اور منجنیقیں نصب کرو۔ اور ایک دو سال کا کھانا اپنے قلعے
میں لے جاؤ۔ وہ دو سال سے زیادہ آپ کا محاصرہ نہیں کر سکے گا اور اپنے قلعے کے
پیچھے خندق کھودو۔ اور اس کام کو جلدی جلدی کرو کیونکہ ہم اس کے معاملے میں
بے خوف نہیں ہیں۔ پس وہ ایک یا دو دن جنگ کے ارادے پر قائم رہے پھر اللہ
تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ اور وہ کہنے لگے کہ ہمیں اس سے

لڑنے کی طاقت نہیں، اس نے سب عربوں کو ذلیل کر دیا ہے، پس تم اس کے پاس جاؤ اور جو وہ شرط پیش کرتا ہے اسے پورا کر دو اور اس کے ساتھ مصالحت کر لو، اور قبل اس کے وہ تمہاری طرف چڑھ دوڑے اور لشکروں کو بھیج دے، اپنے اور اس کے درمیان ایک تحریر لکھوا لو۔

اور جب وفد نے دیکھا کہ انہوں نے تو قبول اسلام کر لیا ہے، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرعوب ہو گئے ہیں۔ اور اسلام کی طرف مائل ہو گئے ہیں اور خوف کی وجہ سے اس کو تسلیم کر لیا ہے تو وفد نے کہا ہم نے آپ کا فیصلہ قبول کر لیا ہے اور ہم نے جس چیز کو پسند کیا ہے آپ نے بھی دیکھا ہے۔ اور آپ نے ہم پر وہ شرائط عائد کی ہیں جو ہم نے پیش کی ہیں اور ہم نے لات کے توڑنے کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اس کے توڑنے سے انکار کر دیا ہے۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ آپ اسے توڑنے کے لیے آدمی بھیجیں گے اور وہ اسے توڑنے کے لیے آدمی بھیج رہے ہیں۔ راوی بیان کرتا ہے ثقیف کا ایک شیخ جس کے دل میں شرک کا کچھ باقی تھا کہتا ہے، خدا کی قسم ہمارے اور اس کے درمیان جو بات باقی ہے وہ اس کا معاملہ ہے اور اگر اس نے توڑنے کی قدرت پائی تو وہ سچا اور ہم جھوٹے ہوں گے اور اگر وہ بچ گیا تو ایسا کے جس کے متعلق اثر ہوگا۔ حضرت عثمان بن العاص نے فرمایا، تیرے نفس نے تجھے جھوٹی آرزو دلائی ہے اور فریب دیا ہے، لات کیا ہے؟ اور لات کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ کس نے اس کی پرستش کی ہے اور کس نے نہیں کی، جس طرح عزیٰ کو یہ نہیں معلوم کہ کس نے اس کی عبادت کی ہے اور کس نے نہیں کی۔ حضرت خالد بن ولید نے عزیٰ کو بھیجتے ہی جا کر اسے توڑ دیا، اور یہ کیا لات ہے[1] اور بتوں اور جنات کا مالک ہے جنہیں ایک آدمی نے جا کر توڑ پھوڑ دیا تھا اور

---

[1] کلبی کی کتاب الاصنام میں [illegible]
[illegible] ص ۲۳

سواع کو بنی ایک آدمی نے جا کر توڑ دیا۔ کیا ان میں سے کوئی چیز بھی وہ تھی کہ جن چیزوں کا تو نے ذکر کیا ہے لات ان سے کچھ بھی مشابہت نہیں رکھتا۔ حضرت عثمان نے کہا: عنقریب تجھے اس کا پتہ چل جائے گا۔ پھر امام واقدی مسلسل بات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ابو سفیان اور مغیرہ بن شعبہ دو تین دن ٹھہرے پھر چلے گئے۔ اور ابو ملیح بن عروہ اور قارب بن اسود "اپنی مرضی سے ابو سفیان کے ہمراہ ساتھ لات کے توڑنے کے لئے جانا چاہتے تھے" ابو ملیح نے کہا یا رسول اللہ "میرا باپ قتل ہو گیا ہے اور اس کے ذمے دو سو مثقال سونا قرض ہے اگر آپ اسے لات کے زیورات

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ان اللہ کو فتح کرنے کے بعد کعبہ کے پاس رکھا گیا تھا۔ تاکہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔ جب ان کا انجام معلوم ہو گیا۔ اور اصنام کی پرستش ہونے لگی تو ان کے ساتھ ان دونوں کی بھی پوجا ہونے لگی اور ان میں سے ایک کعبہ کے پاس تھا اور دوسرا زمزم کی جگہ پر تھا اور کعبہ کے صحن میں تھا قریش اسے اٹھا کر دوسرے کے پاس لے گئے اور ان دونوں کے پاس قربانیاں کرتے تھے۔

۲ - ھبل: قریش کے بتوں میں سے تھا ابن کلبی بیان کرتا ہے کہ وہ انسانی شکل پر سرخ عقیق سے بنا ہوا تھا۔ اور اس کا دایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا۔ قریش نے اسے اسی حالت میں پایا تھا۔ اور انہوں نے اسے اسی حالت میں پایا تھا اور انہوں نے اس کا ہاتھ سونے سے بنا دیا۔ سب سے پہلے خزیمہ بن مدرکہ نے نصب کیا۔ اور اسے ہبل خزیمہ کہا جاتا تھا ... اور وہ کعبہ کے وسط میں تھا اور اس کے آگے سات تیر تھے۔ جن کے آخر میں صریح اور غیر ملصق لکھا ہوا تھا۔ جب انہیں کسی بچے کے بارے میں شکایت ہوتی تو اس کی خدمت میں ہدیہ پیش کرتے پھر تیروں کو گھماتے اگر صریح نکلتا تو اسے ساتھ ملا لیتے اور اگر ملصق نکلتا تو اسے دور کر دیتے ... اور میت اور نکاح پر بھی تیر گھماتے۔ اور تین باتوں کی تعبیر جو معلوم نہیں ہوتی تھیں اور جب کسی معاملے میں وہ جھگڑ پڑتے یا سفر یا کسی کام کا ارادہ کرتے تو اس کے پاس آ کر تیروں سے قسمت معلوم کرتے اور جو کچھ نکلتا اسی پر عمل کرتے تھے اور اسی کے پاس جاتے اور اسی کے پاس حضرت عبد المطلب نے اپنے بیٹے عبد اللہ والد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے کے متعلق تیر گھمایا تھا اور یہ وہی بت ہے جس کے متعلق ابو سفیان بن حرب نے احد کے روز کامیابی سمجھتے ہوئے اعل ہبل کا نعرہ لگایا تھا۔ یعنی ہبل تیرا بلند ہو ... تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اللہ اعلیٰ و اجل زرقانی ص [illegible]

سے ہو کر آ جاتے ہیں تو ایسا کر دیکھئے۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا۔ اور سائب بن اسود نے کہا میرے باپ اسود بن مسعود نے عروہ کی طرح قرض چھوڑا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسود کافر ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے تو قارب نے عرض

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - ۳۵۰)

له عرب کے پانچ مشہور بت [illegible] ذی نائلہ کی قوم کے ساتھ نسبت ہے اور آغاز تاریخ سے یہ ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر اور یعوق) حضرت نوح کی قوم کے معبود تھے جیسا کہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے کہ قال نوح رب انھم عصونی واتبعوا من لم یزدہ مالہ وولدہ الا خسارا .... ومکروا مکرا کبارا .. وقالوا لا تذرن آلھتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا ... وقد اضلوا کثیرا ولا تزد الظالمین الا ضلالا ـــ ابن منذر ہشام بن محمد الکلبی اپنی کتاب الاصنام میں بیان کرتا ہے کہ حضرت اسماعیل کی اولاد [illegible] میں [illegible] جب پہنچے ان بتوں کی پوجا [illegible] کے نام رکھ [illegible] بن مرکزیت۔ روایات کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] سے اس وقت [illegible] حضرت اسماعیل کے دین کو چھوڑ دیا تھا۔

ہبل [illegible] عرب کے [illegible] بتوں میں سے [illegible] ایک وادی سے اور ہر جانب [illegible] تھا۔ کلبی نے [illegible] تھا اور [illegible] قریش سے قبل کا [illegible] تھا [illegible] عمرو بن لحی [illegible] [illegible] [illegible] روز [illegible] پہلا [illegible] حضرت حلیمہ [illegible] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو [illegible] سے [illegible] دیا۔ [illegible] کہتی ہیں کہ [illegible] مجھے [illegible] آپ [illegible] دیکھ [illegible] کہ وہ ایک [illegible] تھا جیسے [illegible] کا [illegible] دنیا [illegible] ایک [illegible] [illegible] اور [illegible] اور اس کے سامنے ایک [illegible] ہوا تھا [illegible] لگا ہوا تھا اور ایک ترکش تھا جس میں تیر تھے۔

کیونکہ آپ حضرات ہماری کے لیے [illegible] کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اب قارب بن اسود نے درخ
اور میں ان کے بیٹے میں مطلب [illegible] تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر
مسلمان ہو گئے تھے پس آپ نے عروہ اور اسود کے قرض کو [illegible] سے ادا کیا۔

اور ابو سفیان اور مغیرہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ [illegible] گئے اور جب وہ
وہاں کے نزدیک پہنچے تو مغیرہ نے ابو سفیان سے کہا آگے ہو کر حضرت نبی کریم صلی اللہ
وسلم کے حکم پر عمل کیجئے تو ابو سفیان نے کہا بلکہ آپ اپنی قوم کے مقابلہ میں جسارت
کیجئے۔

پس حضرت مغیرہ بن شعبہ [illegible] کے ساتھ لات کو توڑنے کے لیے آگے بڑھے اور
عشاء کے وقت طائف پہنچے اور رات گزاری، پھر صبح کے وقت لات کو [illegible] گئے
حضرت مغیرہ نے اپنے ساتھیوں سے جو ان کے ساتھ آئے تھے کہا آج ثقیف [illegible]
میں تمہیں ضرور ہنساؤں گا۔ پس آپ نے کدال پکڑی [illegible] گر پڑے
[illegible] اس خوف کے پیش نظر کہیں [illegible] عروہ کی طرح [illegible]
پہنچے۔ اور [illegible] کے ساتھ آپ کی حفاظت میں کھڑی ہو گئی ابو سفیان کی یہ کیفیت
آ گیا۔ اور [illegible] ہرگز نہیں۔ مجھے خیال آیا کہ لوگوں کی جماعت [illegible]
اور [illegible] سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاتا [illegible] میری حفاظت میں [illegible]
مغیرہ نے جواب دیا کہ لوگوں نے آنے سے پیشتر ہی اس پر اتفاق کر لیا ہے [illegible]
پر ترجیح دی ہے۔

وہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ثقیف کی مستورات [illegible] مغیرہ کو [illegible] ہوئے [illegible]
بین کرتی ہوئی آئیں اور غلام، بچے اور [illegible] اور [illegible]
[illegible] کے ساتھ [illegible] کدال [illegible]
اہل طائف جب [illegible] کہا کہ [illegible] تمہیں [illegible] خیال کیا تھا کہ لات [illegible]

ہائے کر رہے تھے۔ اس عزیٰ کی قسم ہماری حفاظت کرے گا۔ اب حضرت مغیرہ کچھ دیر تک اسی حالت میں رہے، پھر اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے۔

"اے گروہ ثقیف! عرب تم کو کہتے تھے کہ عرب کا کوئی قبیلہ تم سے زیادہ عقلمند نہیں، تم ہلاک ہو جاؤ، لات اور عزیٰ کیا ہیں؟ کیا اس پتھر کی طرح ایک پتھر ہیں، جسے معلوم ہی نہیں کہ کون اس کی پرستش کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ تم ہلاک ہو، کیا لات سنتا اور دیکھتا ہے یا نفع نقصان پہنچاتا ہے؟ پھر اسے [illegible] توڑ دیا۔ اور لوگوں نے نیچے سے اس کو گرا دیا تو لات کے خادم کہنے لگے، اور ثقیف میں معتب کے خادم بنی عجلان بن ربیعہ تھے یعنی ثعلب بن مالک تھے اور ان میں سے عتاب بن مالک بن کعب اور پھر اس کے بیٹے ان کے سردار تھے۔

"آپ دیکھیں گے کہ جب وہ اس کی بنیاد تک پہنچے گا تو بنیاد غضب ناک ہو کر اس کو دھنسا دے گی۔ تو جب حضرت مغیرہ نے یہ بات سنی تو اپنے بنیاد کھودنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ اس کی قامت کے نصف تک پہنچ گئے۔ پھر اس کے نچلے کے نیچے حصے تک پہنچ گئے جہاں اس کا خزانہ تھا اور سونا تھا اس کے زیورات اور لباس جو کعبہ میں خوشبو اور سونا چاندی کا تھا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ان میں سے ایک زیور تھی کہ جس سے جنگ کی جاتی ہے اور شمشیر زنی ترک کر دیتے ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ ملا، پہلے اس سے ابو ملیح، قارب اور دوسرے لوگوں کو بھی دیا۔ اور اسے باقی جو سب بچا ان کے قرض دینے میں خرچ کیا پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ نبی محمد رسول اللہ کی جانب سے مومنین کی طرف تحریر ہے کہ طائف کا

شکار [illegible] ہوگئے اور جنگل کو [illegible] جا بجا لگایا اور جلا دیا گیا [illegible] آگ سے کٹ کر کھوکھلے ہو گئے۔ اور اس کے [illegible] جاتے ہیں اور لکڑی [illegible] تباہ ہونے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے یہ بات [illegible] کہ آپ [illegible] کا حکم دیا ہے …… اور حضرت خالد بن سعید نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق [illegible] کوئی آدمی [illegible] جو شخص آپ کے حکم کو نہ مانے گا وہ اپنی جان پر ظلم کرے گا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے [illegible] کے کاٹنے سے منع فرما دیا [illegible] ہوتے ہوئے [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف [illegible] حضرت سعد بن ابی وقاص کو امیر مقرر کیا[1]

اس طرح [illegible] اور ثقیف کے اسلام میں داخل ہونے کی [illegible] خصوصاً حجاز میں اسلام اور بت پرستی کے درمیان کشمکش کا آخری مرحلہ ختم ہو گیا اور یہ تمام علاقہ اسلامی حکومت میں داخل ہو گیا اور حجاز کی جانب سے بت پرستی کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا۔ اور ثقیف سب سے آخر میں مسلمان ہوئے یعنی حنین کے شدید معرکہ میں ہوازن اور ثقیف کے شکست کھانے کے بعد تقریباً ایک سال بعد اور ہجرت کے نویں سال کو عام الوفود کا سال کہا جاتا ہے اور اسی سال اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ سورت نازل فرمائی تھی کہ۔

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح
بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا[2]

جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ پہنچی تو آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے دیکھیں تو اپنے رب کی تسبیح کیجئے اور اس سے استغفار کیجئے۔ بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

---

[1] مغازی الواقدی جلد سوم صفحہ [illegible] [2] سورۃ النصر

فصل ششم

تحلیل و تجزیہ

○ — معرکہ میں فریقین کے مقتولین کی تعداد کے بارے چند شک

○ — حنین سے حاصل ہونے والے اسباق

○ — پہلے مرحلہ میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب

○ — شکست کے بعد مسلمانوں کی فتح کے اسباب

○ — شکست کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبات، مسلمانوں کی پوزیشن کی درستگی کا اہم عنصر تھا۔

○ — فتح کے بعد ہوازن کی شکست کے اسباب

○ — محاصرہ طائف کی ناکامی کے اسباب

معرکہ حنین میں فریقین کے مقتولین

اسلامی تاریخ کے مصادر، طبری، واقدی اور ابن اسحاق کی سیرت پڑھنے سے ہمیں مسلمانوں کے صرف چار آدمیوں کے سوا اور کسی آدمی کے شہید ہونے کا ذکر نہیں ملتا اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ ایمن بن عبید، جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ ام ایمن کے بیٹے تھے اور ابن اسحاق نے انہیں قریشیوں میں شمار کیا ہے۔

۲۔ سراقہ بن حارث، انصار میں سے تھے۔

۳۔ رقیم بن ثابت بن ثعلبہ بن زید بن لوذان اور ابن اسحاق ان کو چھوڑ کر ان کے بجائے یزید بن زمعہ بن اسود بن عبدالمطلب کا ذکر کرتا ہے، جبکہ واقدی کا بیان ہے کہ یزید طائف کے محاصرہ میں شہید ہوئے تھے۔ نہ کہ حنین میں۔

۴۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے چچا عامر اشعری

مگر مشرکین کے مقتولین کے بارے میں مورخین نے کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔ البتہ بنی مالک کے علمبردار کے سوا بعض نے کسی کا نام بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ ہیں:

۱۔ الجلاح

۲۔ ایک آدمی جسے وہب کہتے تھے

۳۔ عثمان بن عبداللہ، یہ ثقیف کا سردار تھا

۴۔ عوف بن ربیع، اس کا لقب ذوالخمار تھا

باوجودیکہ مورخین نے مشرکین ہوازن کے مقتولین کے ناموں کی کوئی فہرست نہیں دی مگر معرکے کے متعلق ان کی دوسری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوازن کے مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

مثلاً واقدی بیان کرتا ہے کہ صرف ثقیف قبیلے نے معرکے میں ایک سو آدمی مرنے دیے اور اس نے (جیسا کہ اس بحث میں پہلے بیان ہو چکا ہے) بیان کیا ہے کہ قبیلۂ بنی نصر (ہوازن کے سالار مالک کی قوم) میں قتل کا بازار گرم ہو گیا۔ اور قریب تھا کہ وہ فنا ہو جاتا۔ یہاں تک کہ بنی نصر کے ایک مسلمان نے، باوجود ان کے شرک پر قائم ہونے کے بھی ترحم کرتے ہوئے، بلند آواز سے کہا: یا رسول اللہ! بنو نصر ہلاک ہو گئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ان کی مصیبت کا تدارک کیجئے۔ اور قبیلۂ بنی نصر ہوازن کے اہم بازوؤں میں سے تھا اور بلا شبہ وہ سینکڑوں میں شمار ہوتا تھا۔ اور اس کے ایک فرد کا وسیع طور پر کہنا کہ قتل اسے فنا کر دے گا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے مقتولین

تعداد سینکڑوں تک پہنچی ہوئی تھی اور ہوازن کے متعدد قبیلے ہیں۔ ان کے بیان سے اپنے مقتولین کے متعلق معلوم ہوتے ہیں کہ ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی ہوئی تھی۔ پھر ہوازن کے دیگر قبائل کے مقتولین کتنے ہوں گے؟ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ بھی اسی طرح سینکڑوں میں شمار ہوں گے۔ اور یہ کوئی عجیب بات نہیں اس لئے کہ معرکہ ہوازن میں مشرکین کے مقتولین کی تعداد بہت زیادہ ہوگی کیونکہ معرکہ موتہ کے بعد اس قسم کا سخت اور تیز معرکہ کوئی نہیں ہوا تھا۔ اس لئے کہ اس میں بڑے استقلال کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔ جیسا کہ اس بحث میں اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے۔

مسلمان مقتولین کی تعداد پر تبصرہ

اصحاب سیر و مغازی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوازن کے تقریباً ایک ہزار سے زیادہ آدمی کام آئے۔ بلاشبہ ان اصحاب سیر و مغازی نے مسلمانوں کے مقتولین کی تعداد بہت کم بتائی ہے۔ مگر جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے انہوں نے صرف چار شہدا سے زیادہ کا ذکر نہیں کیا لیکن — ہم تاریخ کے فلاسفر امام ابن خلدون کے نظریہ پر اعتماد کرتے ہوئے جس نے آگے اپنے مقدمہ میں بیان کیا ہے — یہ رائے رکھتے ہیں کہ معرکہ کی شدت کی نسبت کے لحاظ سے یہ تعداد تھوڑی ہے لیکن ہم کہتے ہیں اور اس کی بابت میں اصحاب سیر و مغازی کے درمیان کسی قسم کا اختلاف و جدال نہیں پایا جاتا کہ معرکۂ حنین معرکۂ موتہ کے علاوہ سب سے سخت ترین معرکہ تھا جس میں حضور نبی کریم نے حصہ لیا۔ اور اس کی شہادت صادق و مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دی ہے جب آپ نے شکست خوردہ مسلمانوں کے میدان کارزار میں واپس آجانے کے بعد فرمایا "تنور اب گرم ہوا ہے" یعنی قتال کی سختی و شدت کی تصویر کشی کرتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا قول ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جنگی معرکوں میں کبھی کسی معرکہ کے متعلق بیان فرمایا ہو۔ یہ قول شدت قتال میں فریقین کے استقلال کی تصویر و معرکہ کو دکھا دیتا ہے کیونکہ

جنگ میں تو یہ اُس وقت گرم ہوتا ہے جب جانباز اپنی سطح کی جنگ میں ضرب و جلادت اور غرور کے ساتھ تلواروں کے ساتھ مقابلہ کرتے اور نیزے مارتے اور تیر اندازی کرتے ہیں۔

اور ہوازن: ایک مستانہ جانباز قبیلہ تھا جو معرکہ میں شامل ہونے والی بے شمار عرب جنہیں مورخین نے میں بڑا جانباز بیان کیا ہے، اور یہ سب شہسوار افواج ایک ایسے نوجوان دلیر بادشاہ کی کمان میں تھیں جو شجاعت، جنگی مہارت اور اُس کے اسالیب کے جاننے کے لحاظ سے چوٹی کا آدمی تھا۔ اور اس کی بے شمار فوج اس معرکہ سخت و سنگین کی جانب حتی کہ یہ نہ دیکھا کہ باوجودیکہ اس کے نوجوان سالار نے پریشان کن غلطی کا ارتکاب کیا۔ اور اس نے ہوازن فوج کو میدان کارزار میں عورتوں، بچوں اور اموال کو ساتھ لے جانے پر مجبور کیا۔ پھر بھی عام فوج نے اپنے نوجوان سالار کی بے حد اطاعت کی۔ اور اس غلطی کے متعلق تجربہ کار جانباز درید بن الصمہ نے سالار مالک کو آگاہ کیا تھا اور اس سے بڑی سختی کے ساتھ مطالبہ کیا تھا کہ وہ اس سے باز رہے، لیکن اس کے خیال میں جو بات کھب چکی تھی اس نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے اسے رد کر دیا۔ اور وہ بات یہ تھی کہ اس نے جو غلط اقدام کیا ہے وہ فوج کی ثابت قدمی اور فرار کے متعلق غور و فکر نہ کرنے کا سب سے بڑا محرک بنے گا اور عملاً ہوازن کی فوج نے ثابت قدمی دکھائی اور صاحب مغازی و سیر کے اشارات پر اعتماد کرتے ہوئے ہمارے اندازے کے مطابق انہوں نے ایک ہزار آدمی کی جان تولی پھر (جیسا کہ مورخین نے گواہی دی ہے) ہم نے دیکھا کہ معرکہ کے پہلے مرحلے میں اسلامی فوج کو کیسی خوفناک شکست ہوئی کہ اس کے شکست خوردہ ہراول مکہ کے قریب جا پہنچے اور شکست خوردہ بھگوڑوں میں بغیر کسی جنگ کے بہت تلاطم ہوتا ہے خصوصاً اس صورت میں جب اس کا فاتح دشمن اُسے ممکن حد تک جانی نقصان پہنچانے کیلئے اس کا تعاقب کر رہا ہو اور اصحاب مغازی و سیر کی شہادت کے مطابق ثقیف و ہوازن نے معرکہ کے آغاز میں یہی کچھ کیا حالانکہ ہوازن بیس ہزار تھے اور مسلمان بارہ ہزار تھے۔

علاوہ ازیں ایک اور بڑی اہم بات ہے (یہاں ان کے تعلق والوں نے مسلمانوں پر اپنے
عقب سے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ اس کے علاوہ ان کے جو بہت سے تیر انداز تھے طرفین
پہاڑی پر موجود تھے پہاڑ کے ساتھ ساتھ تیار تھے جنگ کی جن میں گھوڑے بھی تھے۔
اسی طرح ہوازن کی گھاٹی میں ان کے مختلف جہات سے مسلمانوں پر تیروں کی بوچھاڑ کردی۔
جنھیں بعض محققین نے ان کی کثرت کے باعث ٹڈیوں کی ٹانگوں سے تشبیہ دی ہے
اور لا محالہ یہ تیر ان بہت سے جوانوں کو لگے ہوں گے۔ خصوصاً جب کہ وہ ان تیر
اندازوں کے مقابلے میں جو ٹیلوں کے پیچھے چھپے ہوئے تھے کھلی جگہ پر تھے۔ اور
انھیں ان سے تحفظ کا کچھ طریقہ نہ تھا۔

ہم نے ... محاصرہ طائف کے دوران دیکھا کہ کس طرح قلعہ بند ثقیف کے
تیروں سے بارہ مسلمان شہید ہوگئے۔ حالانکہ مسلمان تیار اور محتاط تھے اور تیروں کے
نشانوں سے دور تھے اور مختلف آلات و وسائل کی آڑ لئے ہوئے تھے ہماری رائے
میں یہ محض استنتاج اور اندازہ ہے) مورخین نے جن شہداء کی تعداد دی ہے
بہت زیادہ ہے جس کا ذکر واقدی اور طبری نے کیا ہے۔ لہٰذا ہم قطعی طور پر یہ جانتے ہیں کہ ان
شہداء کی تعداد زیادہ ہے جو ہمارے خیال میں حنین کے میدان جنگ میں ... تھے
لیکن وہ بہر حال بیسیوں یا سیکڑوں تک پہنچتے ہیں اور یہ وہ تعداد ہے جسے کہ ... ہر
لازمی طور پر تسلیم کرتا ہے جس نے حنین کے تمام معرکے کے مراحل کے بارے میں مورخین
کے بیانات کو پڑھا ہے۔

کیا جب ہم مستشرقین کے حنین والے امام ... حقائق کا احترام نہیں کرتے
ہرگز نہیں ہرگز اور ہرگز نہیں بلکہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ وہ پاکیزگی امانت اور صدق
کا نمونہ تھے اور وہ جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب غزوۂ بدر میں بیان کیا ہے امین اور
ثقہ تھے۔ اور جو کچھ وہ اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لئے لکھ رہے تھے اس کی ذمہ داری

کا بھی یہی اندازہ تھا۔ اور ابن خلدون نے روایت کی ہے۔ امر واقعہ کی روایت یہ ہے۔ اس کے مطابق انہوں نے معرکۂ حنین میں صرف چار شہدا کا ذکر کیا ہے جن کا علم انہیں روایت کے ذریعے سے پہنچا تھا اسلامی لشکر بارہ ہزار آدمی تھے۔

لیکن ان جلیل القدر مورخین نے معرکے کی نہایت شدت اور اس طول وقت کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ اور ان کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ مشرکین کے مقتولین کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے حالانکہ بعض نے چند سرداروں کے مرنے کا مرحلہ نقل کیا، بعض ذریعوں کا حال لکھا، لیکن ہوازن و ثقیف کے ناموں کی کوئی فہرست نہیں دی۔

پھر یاد رکھنا اس بات کو ترجیح دیجئے کہ حنین میں مسلمانوں کے مقتولین کی تعداد سینکڑوں تک تھی؟ ہماری یہ ترجیح ان سخت اور شدید مواقع قتال کے مطالعہ پر مبنی ہے جس میں آغاز کار بارہ ہزار مسلمان جانبازوں کو شکست ہوئی اور پسپا ہوئے، جس میں ہوازن کے مشرک جانباز کچھ عرصہ تک تلواروں، نیزوں اور تیروں سے مارتے رہے پھر شکست خوردہ مسلمان واپس پلٹے اور ایک سخت جنگ میں فتح مشرکین کے ساتھ ہوتے گئے۔ دونوں فریقین کی ثابت قدمی کے باعث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جنگ کو اس جیسا سخت نہیں کہا تھا آپ نے فرمایا:

"تنور اب گرم ہوا ہے۔"

اور ہم اپنی اس ترجیح کے باوجود ان جلیل القدر مورخین کی بزرگی اور امانت پر فخر کرتے ہیں جنہوں نے اپنی تالیفات میں صرف ان چار مسلمان شہدا کے ناموں کا ذکر کیا ہے جو ان کے علم میں آئے تھے ... اسی طرح انہوں نے ثقیف کے بھی فقط چند ہی مقتولوں کا ذکر کیا ہے۔

معرکۂ حنین اور معرکۂ موتہ وغیرہ میں اصحاب مغازی و سیر کو مسلمان شہدا کے تفصیلی یا اجمالی اعداد حاصل کرنے کی کوئی راہ ہاتھ نہ آیا۔

۱۔ مسلمانوں اور مشرکین کی فوجوں میں کوئی امتیازی شعبہ نہ تھا جس کی وجہ
مؤرخین کے شمار کرنے اور ان کے ناموں کی فہرست پیش کرنے پر بھی
زیر بحث دور کی توجیہ کا نتیجہ ہے۔

۲۔ اور جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب غزوۂ حنین میں بیان کیا ہے کہ اس وقت جو
لشکر تھا کوئی ٹکڑی نہ تھا جس میں خصوصی شان ہونے والے
کے نام ریکارڈ ہوتے۔ اور شہداء کے نام یا تعداد معلوم کرنے کے لئے
اس جنگ حنین کے بعد جیسا کہ بتایا جا سکتا ہے انتظامی طور پر حالات کا دوسرے
حالات لکھنے والوں کے لئے زیادہ تاریخ میں ان شہداء کی فہرست
بنانا آسان نہ تھا۔

۳۔ حنین کے بعد جنگ طائف کی اکثریت مختلف مؤرخین کی روایت سے ترتیب کی
اور یہ لوگ معرکہ حنین اور محاصرہ طائف کے بعد منتشر ہو کر جزیرہ کے
طول و عرض میں پھیلے ہوئے مختلف جگہوں پر اپنے قبائل کی جگہ
کے نشیب میں واپس چلے گئے تھے۔ اس لئے ان کو یہ سب شہداء کا علم
تھا۔ لیکن عہد نبوی میں خاص طور پر حنین وغیرہ کے حالات مدون
کرنے والوں کے لئے ان مؤرخین سے ان قبائل کے شہداء کے نام
کا حاصل کرنا مشکل تھا۔ اور یہ افسوس ہے ہم توجہ کریں تو معلوم ہوتا ہے
عہد نبوی کی حرب اسلامیہ کے حالات کی تدوین کا اہتمام مؤرخین
نے دوسری صدی کے آخر میں کیا ہے۔

یہاں سے ہمارا استنباط اور اندازہ ہے کہ معرکہ حنین میں [illegible]
شہادت پانے والوں کی تعداد اور نام جیسے مؤرخین کے علم میں نہیں آئے اور ان کی
اکثریت (اور یہ قول کے مطابق) ان مؤرخین کی کتابوں میں [illegible]

کرتے تھے۔

اور جیسا کہ ہم نے (غزوۂ موتہ کی بابت میں) بیان کیا ہے کہ بعض استنباط اور اندازہ ہمیں اجازت دیتا ہے کہ ہم ہمارا تاریخ کے اس فلسفیانہ اصول کی بنا پر جسے تاریخ اور سوشیالوجی کے عظیم مفکر امام عبدالرحمٰن ابن خلدون کندی کا عبقری نے اپنے مشہور مقدمہ میں قائم کیا ہے کہ۔

" محقق مورخ پر لازم ہے کہ وہ تاریخ کی متعلقہ نصوص پر جم کر نہ بیٹھ جائے بلکہ اس کا فرض ہے کہ وہ نصوص کی جانچ پڑتال کے ساتھ ساتھ واقعات و امور کا میزان عقل سے وزن کرے۔ اور جس بات کو عقل و میزان قبول نہیں کرتے اس کی تصدیق کرنا چھوڑ دے۔ (جیسا کہ ہارون الرشید کی بہن عباسہ کا قصہ ہے) مزید اس پر یہ بھی فرض ہے کہ وہ تاریخی واقعات کی روشنی میں ان حقائق کا استخراج کرے جنہیں تاریخ کی سطور نصوص میں بیان نہیں کیا گیا لیکن ان نصوص کے اسلوب سے ان حقائق کی روشنی کی جانب لے جاتی ہے جیسے یہ ترجیح کرنا کہ احد و حنین کے معرکوں میں مسلمان شہداء کی تعداد اس سے زیادہ ہے جو اصحاب مغازی نے اپنی کتاب میں بیان کی ہے

بدر، اُحد اور حنین کے درمیان

ہمارے اس استنباط اور اندازے کے معارضے کیلئے ایک آدمی کہہ سکتا ہے کہ اصحاب مغازی و سیر نے معرکہ بدر و احد میں فریقین (مسلمانوں اور مشرکوں) میں سے مقتولین کی دقیق فہرست بنانے کی قدرت کیسے حاصل کر لی تھی جبکہ انہوں نے بدر میں مشرکین کے قبیلوں کی تعداد بھی بیان کی ہے اور فریقین کے مقتولین میں سے ہر ایک کا نام اور مشرکین کے قبیلوں کے نام بھی بیان کئے ہیں؟

اس سوال کا جواب درج ذیل ہے۔

۱۔ ان دونوں معرکوں میں جو مقابل فریق ایک ہی نسل کی نمائندگی کرتا تھا۔ جو ایک خاندان کے مشابہ تھا کیونکہ اس خاندان کے تمام افراد ایک دوسرے کو فرداً فرداً جانتے تھے ــــ مثلاً قریش ایک قبیلہ تھے جو ایک ہی شہر سے نکلے اور ہر قبیلہ بلکہ تمام قریشی قبائل قطعیت کے ساتھ دونوں معرکوں میں شامل ہونے والے قریش کے افراد کو جانتے تھے۔

اور یہی بات اہل مدینہ کے مسلمان جانبازوں کے متعلق کہی جا سکتی ہے کہ وہ ایک ہی نسل سے تھے اور ایک ہی خاندان کے مشابہ تھے اور اس خاندان کے افراد ایک دوسرے کو فرداً فرداً جانتے تھے اور بدر و احد کے دونوں معرکوں میں جو جنگ آزما کام آئے اس کا نام معلوم کرنا ان کے لئے بہت آسان تھا۔ اور یہ بات دونوں پارٹیوں' مسلمانوں اور مشرکوں کی نسبت سچی ہے اور انصار بدر و احد کے دونوں معرکوں میں شامل ہونے والے سب فوجیوں کے نام سے واقف نہ تھے۔ بلاشبہ اُن میں مہاجرین (جو سب کے سب قریش تھے) کی تعداد تھوڑی نہ تھی اور ان میں سے ہر ایک دونوں معرکوں میں شامل ہونے والے مشرک سپاہیوں کو پہچانتا تھا۔ اس لئے کہ ان مشرکین اور ان مہاجرین نے ایک ہی شہر یعنی مکہ میں پرورش پائی تھی۔ پس وہ ایک ہی شہر اور ایک ہی قبیلہ یعنی قریش کے آدمی تھے' یا وہ احابیش تھے جو قریش ہی میں سے خیال کئے جاتے ہیں۔

۲۔ اس کے علاوہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے' ان دونوں معرکوں میں مسلمان جانبازوں کی تعداد محدود تھی' معرکہ بدر میں وہ تین سو کے قریب تھے اور معرکہ احد میں سات سو کے قریب تھے اور جب وہ اس محدود تعداد کے ساتھ

بت دونوں معرکوں کی طرح تھی ان کے نام ایک معتبر رجسٹر میں محفوظ تھے، اگرچہ وہ رجسٹر غزوۂ تبوک تک تھا لیکن پھر بھی اہل مدینہ کے مردوں اور عورتوں کے سینے تھے جو بڑی باریکی کے ساتھ ان دونوں معرکوں کی طرف جانے والوں کے اسماء اور انساب کو یاد رکھتے تھے۔ اور یہی بات قریش کے مشرکین پر منطبق ہوتی ہے اس لئے اصحاب سیر و مغازی کے لئے ان کی تعداد بلکہ دونوں معرکوں میں فریقین کے مقتولین کے انساب کو جاننا آسان تھا اور یہی حال مشرکین کے قبائل کے انساب، اسماء اور تعداد کا تھا۔ مگر حنین اور موتہ کے معرکوں کا معاملہ بہت مختلف ہے۔ ان دونوں معرکوں میں متعدد قبائل سے فوج بنی تھی، بالخصوص فتح مکہ میں شامل ہونے والے قبائل کے جیسا کہ ان کے ناموں کی فہرست سے ظاہر ہے (دیکھئے ہماری کتاب فتح مکہ) اور معرکۂ حنین میں شامل ہونے والے قبائل کی اکثریت ان صحرائی باشندوں کی تھی جو جزیرہ کی مختلف اطراف میں پھیلے ہوئے تھے اور خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی پر لکھنے والوں کے لئے یہ بہت مشکل امر تھا کہ دونوں کے شہداء کی تفاصیل کا صحیح صحیح معلوم کر لیں جیسا کہ انہوں نے بدر کے شہداء کی تفاصیل معلوم کیں اور لکھی تھیں

حنین سے حاصل ہونے والے اسباق

معرکۂ حنین سے جو پہلا سبق مستفاد ہوتا ہے اور جس سے مسلمانوں کو مستفید ہونا چاہئے وہ خود پسندی اور کثرت تعداد پر غرور کرنے کا انجام ہے اس خود پسندی کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے ناپسند کیا ہے اور اس سے جو وبال مسلمانوں پر آیا تھا اس سے متعلق مسلمانوں کو بعد میں معاف کرتے ہوئے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے

ویوم حنین ....

بما رحبت ....

خود پسندی، دھوکے کے مترادف ہے اور ساتھ ہی دشمن کو حقیر سمجھنے کے مترادف ہے

اور دشمن کو حقیر سمجھنا بالآخر بہت حد تک اس دشمن کی حربی کارروائیوں کی مدد کرنے تک لے جاتا ہے اور اسے مکمل فتح حاصل ہو جاتی ہے اگرچہ وہ اس کے قابل نہیں ہوتا۔ صورتِ اجمالی طور بیان کردہ نتائج کو معلوم کیا جا سکتا ہے جو مسلمانوں کے اپنی کثرت پر فخر کرنے سے پیدا ہوئے اور وہ یہ ہیں۔

ا۔ ہوازن کی فوجوں کو حقیر سمجھنا

ب۔ فوج کے عناصر کا یہ یقین کہ وہ معرکہ میں ہرگز مغلوب نہیں ہوں گے۔

ج۔ وہ غیر محتاط اور بے پروائی جو مقدمۃ الجیش اور اس امیر کے شکست خوردہ ذمہ دار جاسوس عناصر میں پیدا ہوئی تھی جس نے ان عناصر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس حد تک کہ انہوں نے کرنے والا بنا دیا کہ ہوازن کی کمان کی خطرناک اور ہیبت ناک کارروائی سے بے خبر رہے۔ فریب جنگ کی وہ کارروائی اسلامی فوج کو تباہ کن مصیبت میں ڈالنے والی تھی اور یہ کارروائی گھاٹیوں کی تنظیم کرنے اور تنگ راستوں اور گذرگاہوں میں گھات لگانے سے طلوع فجر کے وقت جیش ہراول کے گزرنا تھا جس سے معرکہ کے پہلے مرحلہ میں اسلامی فوج کی بری طرح شکست ہوئی اور یہ شکست بہت سخت تھی کیونکہ مسلمانوں کی ترتیب بکھر گئی تھی اور تنگ و دشوار گذار جگہ پر اچانک حملہ کرتے تھے۔

آغاز میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب

ا۔ فریب

مسلمانوں کو اپنی کثرت پر فخر تھا جو فوج کے عناصر کے نزدیک دھوکے تک پہنچ گیا تھا اور یہ بڑا سبب تھا کہ فوج کے بہت سے عناصر میں بیداری، چوکسی اور احتیاط کی کمی، غفلت اور سستی آ گئی تھی جس نے دشمن کی گھاتوں کا منصوبہ جو طے تھا، اس کے کامیاب صورت میں نافذ ہونے کا موقع دے دیا۔ جس سے پہلے مرحلے میں مسلمانوں کو بری طرح

شکست کھائی اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فوج کے سالار اعلیٰ میدان میں ثابت قدم نہ رہتے تو قریب تھا کہ یہ شکست مکمل اور عمومی صورت اختیار کر لیتی۔

ب۔ معرکے سے قبل ہوازنی فوجوں کی شاندار تیاری کے مطابق، جیسے دیکھا گیا کہ سالار اور روشن دماغ بادشاہ مالک بن عوف اپنی پریشانی اور تباہ کن غلطی کے باوجود (سپہ سالار کا اپنے اہل و مال کو ساتھ رکھنا)

اپنی فوجوں کی تیاری میں ایک غیر اتفاقی حرکت ظاہر ہوا جس کا مقصد یہ تھا کے دروں میں جب آپ گزریں اور وہ یہ کہ اس نے فوجوں کی کمین گاہیں بنا کر دشمن پر اچانک حملہ کر دیا جب دوران ... پر چڑھ رہیں اور وہ توقع کے خلاف حملہ ہوئیں تیر اور ہوازن کی فوج جب جوش کے ساتھ حملہ کرتیں ... سرعت سے تیر ... ہوتا ... شاندار ... صحابہ میں سے بعض نے ... جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے۔

ج۔ سالار ہوازن کا وادی حنین کی طرف سے مسلمانوں سے مقابلہ کرنا۔ اور اس وادی میں اپنی فوج کے پڑاؤ کے لیے مناسب جگہ منتخب کرنا جس سے واضح ہوتا کہ اس نے مسلمانوں کو تنگ گھاٹیوں اور گھاٹیوں میں گھسنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جو تنگ دشوار، تنگ اور نشیب میں واقع ہونے کی وجہ سے ان کی وجہ سے ان کے ٹکڑے کو اچھا لگتے تھے۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جسے ایک صحابی نے حنین کی طرف جانے کے متعلق بات کرتے ہوئے بیان کیا کہ فوج نرم اور میدانی جگہ میں ہلچل نہیں کر رہی تھی جیسا کہ اونٹ اور سوار اور گھوڑ سوار فوج کی اکثریت کے لیے بہتر ہے بلکہ وہ سخت دشوار اور بہت گہرے نشیبوں میں اتر رہی تھی جس کی وجہ سے اس کی صفوں کی ترتیب بہت حد تک بگڑ گئی اور گھات میں بیٹھے لوگوں کے لئے اس پر حملہ کرنا اور اس خوفناک صورت میں اسے شکست دینا آسان ہو گیا۔

د۔ سالار ہوازن کا گھاٹی کے تیر اندازوں کے انتخاب میں کامیاب ہونا اور

موقعہ وقت جو اسلامی فوج پر الٹ پڑا تھا۔ یعنی اس نے گھاٹیوں کی تنگ راہوں اور نشیب کو منتخب کیا جہاں سے اسلامی فوج کو گزرنا تھا۔ اس نے ان کے اردگرد کمین گاہوں اور چھپنے کی ان جگہوں پر گھاتیوں کو بٹھا دیا۔ نیز اس نے اپنے ساتھیوں کی یونٹوں کو ان گھاٹیوں کے مقابل رکھا۔ تاکہ جب اسلامی فوج ان گھاٹیوں سے نکلنے کا ارادہ کرے تو وہ ہراول دستے پر زبردست مہلک طریقے سے ضرب لگائے اور مسلمانوں کے ہراول دستے کی اکثریت نو مسلم کے حواشیوں پر مشتمل تھی جن کے اسلام کی حقیقت قلوب میں راسخ نہ تھے۔

ھ۔ مسلمان مالک بن عوف کی پیش قدمی کی حس کو نہ پا سکے کہ اس کا ارادہ حملہ آور ہونے کا ہے اور یہ کہ اس نے گھاٹیوں کی خاص پوزیشنوں کو ترجیح دی ہے۔ اسی لیے منتخب جگہ پر جا پہنچا اور مقامات کی تلاش اور انتخاب بڑی مہارت اور باریک بینی سے کی گئی اور ان میں شدید تاریکی میں گھاتیوں کو منظم کیا گیا جس کی وجہ سے اسلامی فوج کے جاسوس مکمل طور پر ان گھاتیوں اور ان کے مقامات سے آگاہ نہ ہو سکے۔ اور یہی وہ وجہ ہے جس نے پہلے مرحلے میں مسلمانوں کو اس خوفناک شکست سے دوچار کیا۔

و۔ مشرکین کے گشتی دستوں اور جاسوسوں کا اسلامی فوجوں کی تعداد اور طے کرنے کے اوقات کے متعلق اس دقیق ترین شکل میں معلومات حاصل کرنا کہ جب ہم اس کے متعلق کہتے ہیں کہ معلومات کی وہ صورت مسلمانوں کے گشتی دستوں اور جاسوسوں کی کارروائیوں سے نہایت دقیق تھی تو ہم دیوانے نہیں ہوتے۔

ز۔ اگر مسلمانوں کے متحرک گشتی دستے اور جاسوس کامیاب ہوتے تو وہ اپنے سالار اعظم کے لئے ان مقامات کی حد بندی کر سکتے جہاں اسلامی فوج پہنچی تھی اور فجر کے وقت اس نے جس جگہ پہنچنا تھا۔ اس بات نے مالک بن عوف کے لئے دقیق حسابات اور اندازوں کے مطابق جیش اسلامی پر مناسب وقت میں کاری ضرب کی صورت میں مناسب مقامات پر گھات مقرر کرنے کا معاملہ آسان کر دیا۔ اور مالک گھاتیوں کی

مہم تک محدود تھی جس سے بڑی اسکیم کا البتہ رکھتا تھا جو اپنی مہم میں صرف اسی حد تک کامیاب ہوئے کہ
ابوبکرؓ عمرؓ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تھوڑے سے صحابہ ثابت قدم نہ رہتے
تو ہوازن کے بادشاہ اور سالار گھاٹیوں کی کامیاب کارروائیوں کا جو پلان بنا
کر ترتیب دیا تھا گھاٹیوں کی اسکیم کی کامیابی سے ملک اتحادی کے جو کے حاصل کیا
تھی۔ — اور پیچھے مڑ کے میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب میں سے بہت
میں بے شک رسول کی فوج میں قریش اور کنانہ کے خراب عقیدہ عناصر بھی موجود تھے جنہوں
نے اسلام قبول کیا تھا مگر ان کے دلوں میں ابھی ایمان داخل نہیں ہوا تھا.....
یہ عناصر جیش نبوی پر مکمل شکست نازل ہونے کے متمنی تھے اور چاہتے تھے کہ ان
دوبارہ مکہ مکرمہ پر جاہلیت کے اقتدار کو قائم کر دیں اس لئے اور یہ دشمنی سے بے
کمزور عناصر تھا جب ہوازن کے گھاتیوں نے فجر کے وقت مسلمانوں پر اچانک حملہ کیا۔
سب سے پہلے شکست کھانے والے تھے — علاوہ ازیں جلد شکست کھانے میں۔
جھوٹی افواہوں اور غم کا عامل بھی تھا — جیسے اس اطلاع بد نیتی سے مسلمانوں کے دلوں
میں خوف اور گھبراہٹ پھیلانے کے لئے اضافہ کیا گیا تھا کہ ان کے اس مرحلہ پر قتل
کر ڈالا جائے جو مسلمانوں کے وسط میں گھاٹیوں کے اچانک اور مہلک حملے کے نتیجہ میں ایک
زبردست دھچکے سے دوچار تھا۔

سم ۔ — فوج میں قریش اور کنانہ کے دوسرے عناصر کا پایا جانا جو بد نیت
نہ تھے۔ لیکن اسلام سے مکمل طور پر بیگانے تھے کیونکہ وہ اس ذیل میں بالکل حدیث العہد
تھے جس کی وجہ سے وہ جیش نبوی میں شامل ہو گئے تھے۔ حالانکہ ان کے اسلام پر
ابھی صرف پندرہ دن گزرے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ عناصر ابھی تک بہت سے جاہلی معتقدات
عقائد پر قائم تھے۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ ان عناصر نے حنین کی طرف مارچ کے
وقت — کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ ان کے لیے

ذات انواط مقرر کر دیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی ذات انواط مقرر کر دیجیے جیسے مشرکین کیلئے ذات انواط ہے۔ ؎

یہ عناصر بدنیت نہ تھے، لیکن عقیدۂ توحید کی اسلامی حقیقت سے بیگانہ تھے۔ جس سے ان کا وجود فوج میں اکثر غم اور کمزوری پیدا کرنے کا باعث بن گیا۔ اس لئے مسلمانوں کے لئے جنگی قوت کا اہم محرک صرف اور صرف عقیدۂ اسلام کی قوت تھی۔

شکست کے بعد مسلمانوں کی فتح کے اہم اسباب

۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی۔

حنین میں بری طرح شکست کھانے کے بعد مسلمانوں کی زبردست فتح کا اولین سبب شکست کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی ہے۔ جبکہ آپ جنگ کے میدان میں ایک مناسب جگہ پر بیٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور شکست خوردہ لوگوں سے اپیل کرنے لگے کہ وہ میدان جنگ کی طرف واپس آ کر آپ کے ساتھ مل جائیں۔

آپ کے ثبات نے مسلمانوں کی شکست کو بدترین ہونے سے بچا لیا حالانکہ اس سے قبل قریب تھا کہ وہ مکمل اور تباہ کن ہو جاتی۔ اور جب شکست خوردہ لوگوں کو علم ہوا کہ ان کے نبی اور رسول اللہ ابھی میدان میں ثابت قدم ہیں۔ وہ کوئی پشت دیئے بغیر آگے بڑھ کر مشرکین سے جنگ کر رہے ہیں تو اپنے دلوں میں خصوصاً انصار، شرمندہ ہوئے اور میدان کی طرف واپس آ گئے۔

اور علی نے از سر نو اپنی تمام بکھری فوجوں کو مرتب و منظم کیا۔ اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں تھے دشمن پر زبردست تباہ کن جوابی حملے کرنے لگے۔ جس میدان کی طرف ان کی واپسی نے فتح کا وہ عمل جسے ہوازن کا قائد سالار حاصل کرنے لگا تھا، ضائع کر دیا۔

؎ ذات انواط کے قصے کی تفاصیل اس کتاب کے گزشتہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیے۔

اور یہ ایک واقعی حقیقت ہے جسے ہر مقدر اور ہر زمانے میں فنِ حرب کا مطالعہ کرنے والے ماہرین نے تسلیم کیا ہے۔ اس سب علماء اور تاریخِ جنگ کے ماہرین نے اس وقت جب کہ فوج ایک زبردست جھٹکے یا شکست سے دوچار تھی جو ثابت قدمی دکھائی اس کے کم از کم حالات کے درست کرنے اور شکست کو زبردست فتح میں بدل دینے کے بارے میں نتیجہ خیز ہوا ہے اور حضور کی اس کمال کی ثابت قدمی کی وجہ سے یہ بات حضورِ نبوی کے لئے اس وقت روزِ روشن ہوئی جب یہ شکست خوردہ مجاہد میں لوٹ اور اپنے سپرد نبی قائد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئی جس نے حنین کے میدان میں ثابت قدمی سے شجاعت رسالت کی شان دار مثال قائم کی۔

اور اس میں کچھ تعجب نہیں کہ حنین سے قبل اور اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عسکری تاریخ، جہاد و غزوات کی تاریخ میں شاندار صفات کی حامل ہے۔ جب بھی مسلمان کسی خوف یا گھبراہٹ سے دوچار ہوئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہراول دستے میں صفوں میں دشمن سے بھی پہلے کر ثابت قدم رہ کر ان کی حفاظت کرتے رہے اور ان کے دلوں کی ڈھارس بندھاتے رہے اور جب ان پر مصائب نازل ہوتے تو وہ آپ کی پناہ لیا کرتے تھے۔ اور اس واضح حقیقت کو حضرت علی ابن ابی طالب نے بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

> جب جنگ شدت اختیار کر لیتی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بچاؤ کیا کرتے تھے اور آپ وہ شخصیت تھے جن کے ذریعے حفاظت کی جاتی ہے[1]

اور حنین میں مسلمانوں کے لشکر کو جو شکست ہوئی، یہ مسلمانوں پر نازل ہونے والی پہلی شکست نہ تھی جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی، موقف کے بدلنے اور مسلمانوں کے آپ کے سامنے سے بھاگنے کے بعد ان کے میدان کی طرف واپس آ کر دشمن سے جنگ کرنے کے باعث شکست کے ناگوار اثرات سے بچنے کا سبب بنی ہو

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۲

پہلا حاصل نتیجہ

حنین کے معرکے میں بھی [illegible] کی طرح ؛ مسلمانوں پر خوفناک حملہ [illegible] تو اول اول شکست خوردہ لوگوں کے ہمراہ [illegible] اطراف مدینہ میں پہنچ گئے۔ لیکن [illegible] صحابہ [illegible] علم و اکابر کے ساتھ [illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں اپنی جگہ ڈٹے رہے [illegible] آپ کے [illegible] ہو گئے تھے [illegible] اس غرض کی تکمیل [illegible] تھے وہ [illegible] مسلمانوں کے ساتھ [illegible] زبردست جنگ میں [illegible] ہوئے تھے [illegible] انہوں نے [illegible] حضرت [illegible] السکینۃ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم [illegible] شکست کے وقت [illegible] کے طفیل — [illegible] دوبارہ حملے کے [illegible] انہوں نے اپنی تلوار کی پناہ لی اور قریش کی [illegible] فتح کا [illegible] مسلمان [illegible] کی [illegible] کو [illegible] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی فتح کو محدود اور [illegible] فتح [illegible] تھا۔ حالانکہ قبل ازیں [illegible] اثرات کی حامل [illegible] تھی جیسے کہ مسلمانوں کے [illegible] تباہ کن اثرات کی حامل [illegible] تھی جیسے کہ مسلمانوں کے انجام پر تباہ کن اثرات پڑتے [illegible] مسلمانوں کی شکست کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدم نہ رہتے تو [illegible] شکست [illegible] ان کی شکست کی [illegible] البتہ [illegible] جاتا۔ اور [illegible] مشرکین کی [illegible] فیصلہ کن [illegible] فتح بن جاتی۔

[illegible] مصنف نے [illegible] کے [illegible] ترتیب [illegible] کے [illegible] کے [illegible] فتح کے [illegible] فتح [illegible] کے [illegible] تھا [illegible] آخر [illegible] اپنے [illegible] مقصد کو پورا کرے۔ مترجم

اصل چیز وہ ہے جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین میں کیا۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مرحلے ہی میں جس میں آپ کی فوج کو زلزلہ انگیز شکست سے دوچار ہونا پڑا، ثابت قدم نہ رہتے تو قریب تھا کہ ہوازن معرکہ کے پہلے مرحلے ہی میں فتح حاصل کر لیتے۔ لیکن اللہ کے رسول اور بہادروں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی نے ہوازن کی فتح کو فقط محدود اور پریشان فتح بنا دیا جس کا انجام بھی ان کو بھگتنا پڑا۔ اور آپ کی ثابت قدمی آپ کے اصحاب کی میدان کی طرف واپسی کا باعث بن گئی اور اس قابل تعریف رائے سے معرکہ میں طاقت کے تمام توازن کو مسلمانوں کے مفاد میں پلٹ دیا۔

یہاں اس بات کی طرف اشارہ کر دینا بھی مناسب ہے کہ حنین کے میدان میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شجاعت اور ثابت قدمی سے جس کٹھن پوزیشن کی درستگی کی وہ اس خطرناک پوزیشن سے جس کی آپ نے اُحد کے میدان میں شجاعت اور ثابت قدمی سے درستگی کی تھی۔ دونوں معرکوں کے آخری نتائج کے لحاظ سے مختلف تھی۔

اُحد کے معرکہ میں اپنے اصحاب کی شکست کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہونے والے فوائد

۱۔ مشرکین کو اپنی فتح کی توسیع سے محروم ہونا کیونکہ یہ ثابت قدمی اس فتح کو پریشان اور محدود فتح کے تنگ دائرے میں محصور کرنے کا سبب بن گئی جس سے مشرکین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کاری زخم پہنچانے کے سوا تو صرف ستر صحابہ کو قتل کرنے ہی کی سکت پا سکے۔

۲۔ اس ثابت قدمی نے قریش کو محدود فتح ہی پر اکتفا کرنے پر مجبور کر دیا۔ اور انہوں نے واپسی کو ہی غنیمت جانا اور وہ میدان سے چلے گئے اور میدان مسلمانوں کے قبضہ میں چھوڑ گئے اور شکست جیسے نتیجے کے ہوتے ہوئے

متعین کر رکھا اس میدان میں پیچھے چھوڑ گئے، جس نے مسلمانوں کے ساتھ کے مخالفین کی قتل کے نتیجہ میں فتح حاصل کر لی تھی اور وہ تیر انداز تھے جنہیں سالار اعلیٰ نے میدان کا اندازہ کر کے والے پہاڑ پر متعین فرمایا تھا لیکن جب مسلمان اپنی بڑی شکست کے بعد میدان کی طرف واپس آئے تو ترتیب ہی ۔ اس فیصلہ کن فتح کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی شکست ۔ ۔ جو مسلمانوں کو میدان کا. نا کی طرف واپسی کے بعد حاصل ہوئی ۔ سے بالکل مختلف تھی ہوئے وہ اپنی فوجوں کے ساتھ صحیح سلامت میدان کو چھوڑ کر اپنے علاقوں میں چلے گئے ۔ جو جس مقتولین کے جانی نقصان کے مقتولین کے مقابل کم رہے تھے تھے ۔

اور حنین کے روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی سے مسلمانوں نے جو فوائد حاصل کیے تھے وہ اس سے بہت بڑے تھے اور دوسرا طریقہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی نے پہلے مرحلے میں ہوازن کی فتح کو صرف محدود فتح کے دائرہ میں محصور رکھنے کا ہی سبب نہیں بنی بلکہ آپ نے اس بیچ ان اس محدود فتح کو مسلمانوں کی ایک اور فیصلہ کن فتح میں بدل دیا۔ جنہوں نے ہوازن کو کامل اور بڑی شکست دے کر جس کے بعد مشرکین کا کوئی نقشہ باقی نہ رہا۔

اور جب حنین میں مسلمان میدان کی طرف واپس آئے تو ہوازن نے اپنی صفوں سے جمع کرنے اور دوبارہ اپنی تنظیم کرنے اور ہوازن کو مرتب کیا جیسا کہ حاصل کرنے سے روکنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ جیسا کہ احد میں ہوا تھا۔ بلکہ مسلمانوں نے ایک زبردست اور ہیبت ناک غلبہ حاصل کیا۔ جس کے نتیجہ میں مشرک ہوازن کی فوج ایک خوفناک ہزیمت اور آخری شکست سے دوچار ہوئی۔ جس سے ہوازن کی فوجیں بھاگ گئیں۔ اور ان کی عورتیں بچے اور اموال کا میدان میں مسلمانوں کیلئے غنیمت چھوڑ گئیں۔

یہ ہے ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی حنین کے روز سے

یکسر بہترین صحابہ کی ثابت قدمی کا سبب بن گئی اور ان سو آدمیوں کی ثابت قدمی نے تو گویا کہ شکست کی تخفیف میں بہت اچھا اثر ڈالا اور یہ ظاہر ہے کہ یہ سو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں ہیں ۔ سخت مصیبت کے وقت ایک محافظ فوج بن گئے ۔ جس نے شکست خوردہ مسلمانوں کے ساقہ کو بہت حد تک بچایا اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سو آدمیوں کی کمان کرتے ہوئے ان ہوازن پر زبردست مخالفانہ حملہ کیا جن کا ہراول مسلمانوں کے تعاقب میں نکلا ہوا تھا اس میں شک نہیں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ان چند ایک اصحاب نے بڑی جان بازی کا مظاہرہ کیا ۔ اور ہوازن کی بعض ٹولیوں کو خطرناک نقصانات پہنچائے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شکست خوردگان اس وقت میدان کی طرف پلٹے جب مشرکین ہوازن کے قیدی رسیوں میں جکڑے ہوئے سالار رسول کے سامنے پڑے ہوئے تھے ۔

ج ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے یہ ثابت قدم اصحاب کی ثابت قدمی ؟ پھر شکست کے وقت ان کا ہوازن کے تعاقب کرنے والے لوگوں پر مخالفانہ حملہ ۔ ہوازن کے اس حملے کی شدت جس کا آغاز کمین گاہوں نے کیا تھا کم کرنے کا سبب بن گیا ۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ ہوازن نے (کیونکہ ان کے ہراول یا ایک چھوٹے سے دستہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں زبردست مخالفانہ حملہ کیا تھا) خیال کیا کہ ساری اسلامی فوج کو شکست نہیں ہوئی ۔ اس بات نے ہوازن کے حملے کی تیزی کو کم کر دیا جس سے ۔ بڑی حد تک ۔ اسلامی فوج کی میدان کی طرف واپسی کا کام آسان تر ہو گیا جو واقعتہً فجر کے وقت پہلے حملے میں مکمل شکست کھا چکی تھی ۔

د ۔ اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا نے بھی جو ایک ثابت قدم اصحاب میں سے تھے ، شکست خوردہ لوگوں کے واپس لانے میں عظیم اور فعال کردار ادا کیا ۔ وہ ایسے طریق پر جو ان کی شجاعت پر دلالت

ترین تھا) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اپنی بلند آواز سے جو کئی میلوں تک سنائی دیتی تھی۔ شکست خوردہ مسلمانوں کو اس شعار حقیقت کی اطلاع پہنچانے پر تیار ہو گئے تھے جس کے متعلق ان میں بہت سے آدمی توقع کیا کرتے تھے کہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں اپنی جگہ پر ڈٹے ہوئے مشرکین کے ساتھ اپنی تلوار سے جنگ کر رہے ہیں۔ پھر اصحاب نے (خصوصاً انصار نے) میدان کی طرف واپس آنے کی اپیل کی۔

اور جب حضرت عباس کی آواز سن کر شکست خوردہ لوگوں نے سالار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپیل سنی تو یہ ان کی شکست خوردوں کو تقویت دینے اور ان کے دلوں میں اس بات کا شعور پیدا کرنے میں بہت اچھا اثر ڈالا۔ اور جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ خود تو بھاگ آئے ہیں اور نبی کو جو انہیں اپنی جانوں اور بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے میدان میں اکیلا چھوڑ آئے ہیں تو وہ واپس لوٹے اور پھر وہ بہت ہی جلد بجلی بن گئے جس نے ہوازن اور ثقیف کے جنگجوؤں کو جو ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے ان کو غیظ و غضب سے اس طرح گھیر لیا جس طرح تیز آندھی خشک تنکوں کو گھیر لیتی ہے۔

اگر مسلمان حضرت عباس کی آواز نہ سنتے جو انہیں ان کے نبی کے حالات کے متعلق اطلاع دے رہے تھے اور ان کے نام سے انہیں میدان کی طرف واپس آنے کی اپیل کر رہے تھے تو ان کی شکست کامل اور تباہ کن شکست ہوتی اور ہوازن کی محدود اور بے ثبات فتح سے گھیراؤ اور مکمل فتح میں بدل جانے سے ہوازن شکست خوردہ اسلامی فوج کی اکثریت کو تباہ کر دیتے۔

پس خوفناک شکست کھانے کے بعد مسلمانوں کی تباہ کن فتح کی اساس اور سبب بلا شبہ اولیاء کے سردار اشرف المخلوقات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبات ہے۔ اور اس شجاعت کی کوئی نظیر بعد میں نہیں ہے۔

۵۔ عقیدہ — ماہرین جنگ کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ سپاہی کا میدان جنگ میں جو بھی عقیدہ ہو اس کا عقیدہ اس کے حوصلہ کی قوت کا سب سے بڑا سرچشمہ ہے۔ اور یہی جانباز سپاہی کا سب سے بڑا اور اعلیٰ ہتھیار ہوتا ہے۔

اور حقیقی مسلمان جب سے کہ اسلام پھیلا ہے — وہ اپنے عقیدے کی طاقت کا کامل وجود رکھتے ہیں اور شاید یہی ترجیح حاصل اور ذکر اور قبول ہو کہ اسلامی عقیدہ ان تمام عوامل میں سب سے مقدم ہے جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجوں کو جنگ میں کامیابی سے سرفراز کیا تھا۔

اور ہمیں معلوم ہے کہ مسلمانوں نے اپنی تاریخی جنگوں میں اپنے عقیدے کے ذریعے ان دشمنوں پر جو ہر مادی چیز میں ان سے فوقیت رکھتے تھے کیسے فتح حاصل کی۔۔۔ وہ نہ صرف جزیرۃ العرب کے اندر فتح مند ہوئے بلکہ اس کے باہر بھی انہوں نے ایسی فتوحات حاصل کیں جن کو عقل ماننے کو تیار نہیں ہوتی۔ اور وہ اس طرح کہ جب وہ توحید کے مضبوط عقیدے کے حامل بنتے ہیں تو وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کی حفاظت و دفاع کی راہ میں موت کا آنا وہ چیز ہے جس کی سچا مسلمان آرزو رکھتا ہے۔۔۔ اور اس حقیقت کا اعتراف بعض غیر مسلم محققین نے بھی کیا ہے

اور اس حقیقت پر اس سے زیادہ دلالت کرنے والی اور کوئی بات نہیں — کہ جب خیر القرون کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں یہ عقیدہ کمزور پڑ گیا — تو ان پر پے در پے مصائب آئے اور ان کی تعداد اور سامان کے زیادہ ہونے اور ان کے دشمن کی تعداد اور سامان کے کم ہونے کے باوجود ان کو ذلت آمیز شکستیں ہوئیں۔ پس ان کو ایسے عقائد کو چھوڑنے کے نتیجے میں بہت سے آخری حدود میں مسلمانوں کے دلوں کو واسطہ پڑا۔ اسلام کی طرف منسوب ہونے والوں کی پوزیشن بدل گئی اور وہ ہر چیز میں پیچھے رہ گئے اور جب مسلمان اصول و عقائد کو ضائع کرنے کے بعد جنہیں انہوں نے عقیدۂ اسلام کی جگہ دیا

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

فتح کے بعد ہوازن کی تباہ کن شکست کے اسباب

اس بارے میں کوئی اختلاف موجود نہیں کہ ہوازن کی ان

کی سربراہی معرکہ کے آغاز سے اس کے اختتام تک ایک نوجوان دماغ مالک بن عوف کرتا رہا تھا جو عسکری تجربہ اور فنون و سیاست جنگ کے معاملے میں سے مطلق بے بہرہ اور بچپن سے انتخاب سے پہلے تک مقام کا حامل تھا۔

اس کی شجاعت کے متعلق ہم نے آغاز میں دیکھا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو کیسے وصیت دی ہے۔ اس نے ان میں ایک پرجوش تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اے ہوازن جنگ کے وقت اپنی تلواروں کے نیام توڑ دینا۔ تو جب جانباز جاں بازی سے اپنی تلواروں کے نیام توڑ دیتے ہیں تب عرب میں جب بڑی سختی ہوتی اور شکست ہو تو تمام تلواروں کے ساتھ مسلمانوں کا سامنا کیا۔ تلواروں کے نیام توڑ دینا ایک ایسی علامت ہے جو شجاعت و جنگ میں موت قبول کرنے کے قطعی ارادے پر دلالت کرتی ہے اور عملی لحاظ سے ہم نے دیکھا کہ مالک بن عوف نے میدان جنگ میں اپنے خاص قبیلے بنی نصر کے سر پر کھڑے ہو کر مسلمانوں سے کیسے جنگ کی ہے۔ باوجودیکہ ہوازن کے دیگر قبائل بھاگ گئے تھے۔ قریب تھا کہ اس کا قبیلہ اس کی کمان میں اپنی ثابت قدمی کے باعث اپنے آخری آدمی تک ختم ہو جاتا اور اس کی عسکری کمزوری، حماقت اور جہالت پر ایک عجیب امر کے ہوتے ہوئے دلالت کرتی ہے یہ کہ وہ اپنی فوج کو مسلمانوں کے مقابلے کے لئے تیار کر رہا تھا۔ گویا وہ مجموعہ تھا ان کے فوجی اداروں کا جو بیت ہم نے دیکھا ہوا سالار کو جب سے علم ہو گیا کہ مسلمان لشکر کے ہراول دستے میں کس قدر دین کی

پہاڑوں حنین کے ذریعے گھیرے مقام کی طرف ان سے پہلے پہنچ کر لے [illegible] فوج کو [illegible] کیونکہ وہ ام محمد سیدہ [illegible] کے بیان کے مطابق کھلی اور [illegible] تنگ تھی اور مزید نشیبی تھی۔ اور [illegible] گھوڑوں کی جولانی کیلئے مناسب حال تھی جو اس [illegible] ہتھیار تھے۔ اور حنین کے دن ہوازن کے پاس ہزاروں گھوڑے تھے۔

اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ اس نوجوان کی عمر جو تیس سال سے متجاوز نہ تھی اور جسے باریک بینی کے ساتھ اسلوب جنگ اور مہارت کے ساتھ ان کی تنظیم [illegible] کی [illegible] حاصل تھی۔ دشمن پر ایسے جوشیلے پن کے ساتھ [illegible]۔ [illegible] کا عنصر بن [illegible] اور صحیح تنظیم کرنے میں مالک [illegible] محدود [illegible] ہم نے یہ دیکھا کہ سالار مالک نے دیکھ وہ وادی میں اپنی فوج کو ترتیب کر رہا تھا کیسے اس نے یہ چال کو اختیار کیا جس سے اس نے اپنی فوج کو مسلمانوں کی نگاہوں سے [illegible] اس کے حقیقی حجم سے کئی گنا بڑا کر دیا۔

مسلمانوں نے حنین کے دن ایسے جانباز دشمنوں کا سامنا کیا جو دلیر اور صف اول کے ممتاز سالار تھے ... اور سالار ہوازن کی ذاتی شجاعت پر دشمنان [illegible] حنین کی شہادت کے مطابق اب تم کو دلالت کرنے والی ایسی کوئی بات نہیں کہ وہ ہوازن کی عام شکست کے وقت میدان میں اپنے خاص خاندان [illegible] کے [illegible] اور قریب تھا کہ مسلمانوں کی تلواریں ان کے آخری آدمی تک کو قتل کر دیتیں اور سالار مالک نے اس وقت شکست کھائی جب اس نے دیکھا کہ جنگ جاری رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں مگر اس کے باوجود وہ میدان سے کھسکنے والے بزدل کی طرح نہیں بھاگا بلکہ اس کی شکست منظم واپسی کے مشابہ تھی اور ہم نے اس کتاب کے گزشتہ صفحات میں دیکھا جبکہ یہ سالار اپنے جنگی دستے کے ساتھ [illegible] آ سکتا ہوگا اگر وہ [illegible] نہ [illegible] تو تعاقب کرتے رہتے مسلمانوں کا دستہ جس کی قیادت حضرت زبیر بن العوام کر رہے تھے اسے گھیر لیتا تو وہ [illegible] ایسا نہ [illegible] اپنے [illegible] کے [illegible]

منتشر ہو گیا اور مسلسل پیچھے ہٹتے ہٹتے وادی لیہ میں اپنے قلعہ میں پہنچ گیا۔ پھر ثقیف کے پاس چلا گیا اور ان کے ساتھ طائف میں قلعہ بند ہو گیا۔

پس جب ہوازن کی جنگی بنیادی سطح اس درجہ تک ممتاز تھی تو کن اسباب کی بنا پر انہیں شکست ہوئی؟

۱۔ عقیدے کی عدم موجودگی۔ مسلمان جس عقیدہ (عقیدہ توحید) کے حامل تھے جس کے زیر سایہ وہ موت کو خیر ہی خیال کرتے تھے۔ وہ اسے سب سے زیادہ عزت دار موت سمجھتے تھے جس کی کوئی مسلمان آرزو کر سکتا ہے۔ اور یہ خیال انتہائی زبردست تقویت دینے والا ہے جو موت تک جنگ میں استقلال کے لئے لازمی ہے۔ ہوازن سپاہی اپنی شجاعت کے باوجود کوئی ایسا عقیدہ نہ رکھتے تھے جس کی راہ میں موت کو خیر ہی خیال کرتے بلکہ وہ اس کے بارے میں تحقیق کر رہے تھے تاکہ وہ یکبارگی ضرور شہید بنیں جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں معرکوں میں حصہ لینے والا ہر کا حامل تھا۔

ہوازن کا بھی ایک عقیدہ (ایک بت پرستانہ عقیدہ تھا) معدوم کے حکم میں تھا کیونکہ وہ عقیدہ کمزور، غیر واضح، غیر راسخ اور تقلیدی سا تھا۔ اور اس کے ضمن میں یہ اعتقاد شامل نہ تھا کہ اس کی راہ میں قتل ہونے والا جنت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیگا۔ اور ہوازن فوج میں ایک سپاہی بھی ایسا نہ تھا جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اگر وہ لات اور عزیٰ یا کسی اور بت کے دفاع میں مارا گیا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہو گا۔۔۔

پس ہوازن کے متعلق یہی بات کہی جا سکتی ہے کہ وہ دینی عقیدے کے بغیر معرکے میں شامل ہوئے۔ بلکہ ان کے سالار مالک بن عوف تھے۔ ایک بت پرست کیلئے اس عقیدہ کو پانا جبکہ اس عقیدہ (عقیدہ توحید) کے مقابلے میں جو دلوں کو بچانے اور اموال کے دفاع کو جنگ کا یہ طرز لوگوں کے پاس تو تھا اور ہوازن اسے تلاش کر رہے تھے پس

تمام سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اہل و اطفال کو میدان کی طرف لے جائیں تاکہ ان کے دفاع میں جنگ کر لیں کیونکہ ان کے پاس ان کے سوا اور کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کے دفاع میں وہ موت قبول کرنے پر مجبور ہوتے مگر یہ اسلوب کچھ بھی سود مند نہ ہوا اور ہوازن کو ایک عبرتناک و کامل شکست ہوئی۔ اور وہ اپنے اہل و اموال کو پیچھے چھوڑ گئے اور اپنے پختہ عقیدے کی عدم موجودگی وہ سبب ہے جس کی بنا پر سپاہی کے لئے اہل و مال کی محبت کچھ بھی ترقی کے لئے ضروری ہے، اور کوئی چیز سود مند نہیں ہو سکتی۔

ب۔ جنگ قبائلی عصبیت اور اس کی تاثیر ـــ بت پرست قبائلی ہے ہوازن کے کسی بھی معرکہ میں عصبیت کے اثرات کا تجزیہ کرنے کے دوران یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جنگ قبائلی عصبیت پر مبنی قبیلہ کے دفاع کی آئینہ دار ہوتی ہے اور غیر قبیلہ پر حملہ کرنے کی خواہش پیدا کر دیتی ہے۔ عربی بت پرست سپاہی کو جنگ پر آمادہ کرنے کے دو عظیم محرک ہیں اور یہ دونوں محرک (ذوقی نہ کہ شعوری) موت تک ثابت قدم رہنے میں مدد دینے کے لئے کافی ہیں۔

پس عصبیت اگرچہ انتہائی مؤثر محرک ہے مگر جانباز کے نزدیک موت تک ثابت قدم رکھنے کا محرک نہیں ہے۔ لیکن بلا شبہ وہ اس شخص کی جانب سے لڑے گا، جو اس کے قبیلے سے تعلق رکھتا ہوگا۔ اور شجاعت کے ساتھ لڑتا رہے گا اور قربانی دے گا لیکن وہ اسے اس حد تک نہیں لے جا سکے گا کہ رضاکارانہ طور پر موت کا سامنا کرے تاکہ دوسرے لوگ زندہ رہیں۔

(اور یہ اور شاذ و نادر مثال میں کوئی تعجب کی بات نہیں) پس جب تک اسے فتح کی امید رہے گی وہ جنگ کرتا رہے گا، لیکن جب جنگ اس پر مصیبت ڈال دے اور میدان جنگ کی سختی اس حد تک پہنچ جائے کہ اسے موت یا فرار میں سے ایک بات کو اختیار کرنے کے سوا چارہ نہیں رہے گا تو بلا شبہ وہ فرار کو ترجیح دے گا۔

ب۔ بڑی بات قوت ارادی [illegible] عزیمت بھی کمزور تو ترک بھاگ جیسے لے کر جانباز جنگ میں قوت ارادی کی وجہ سے مشہور ہیں اس لئے مقابلہ پیچھے ہٹ جاتے مر کر بھاگنے سے زندہ رہ کر تازہ انقلاب کے سبب سے اچھی طرح یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ جنگ جانیں۔ جنگ میں اس کا انجام موت ہو گا تو وہ کس قدر دلیر اور جنگ کا ماہر ہونے جو شہر زادہ ہونے کی طرف آ جائے گا اور یہی کام ہوازن نے کیا۔

ث۔ خود رائی اور فریب — سالار ہوازن مالک بن عوف کو یہ دونوں صفات موجود تھیں۔ اگرچہ یہ نوجوان سردار بہادر اور روشن دماغ تھا مگر خود رائے اور فریب خوردہ بھی تھا۔ اور عرب کے سرداروں میں [illegible] خود رائی اور فریب کا پایا جانا افواج کو کمزور کرنے کا سب سے خطرناک باعث ہے اور ان کی شکست کا سبب بن جاتا ہے جیسا کہ صلیبی کی تاریخ نے بتا دیا ہے۔

اور مالک بن عوف کی خود رائی کی یہ مثال ثابت ہے جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ جب دریدؒ بن الصمہ جیسے مجرب جانباز نے اس پر تنقید کی کہ اس نے سپاہیوں کو میدان جنگ کی طرف بیوی بچوں اور اموال ساتھ لے جانے پر مجبور کیا ہے تو اس نے اس کے مشورہ کو رد کر دیا۔ حالانکہ اس نے اسے یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ عورتوں بچوں اور اموال کو ہمراہ [illegible] کی طرف [illegible] ہوازن کی شکست کی صورت میں وہ محفوظ رہیں تو اس نے [illegible] انداز میں اس مشورہ کو ٹھکرا دیا۔ اور جب قبائل ہوازن کے سرکردہ اور سالار حضرات دریدؒ بن الصمہ کا مشورہ درست سمجھا اور وہ اسے اختیار کرنے کی طرف مائل ہوئے تو ان کے سالار نے انہیں دھمکی دی کہ اگر انہوں نے اس کے مشورہ پر عمل کیا اور اس کے مزاج کے مطابق نہ چلا تو وہ خودکشی کر لے گا تو انہوں نے اس کی بات مان لی اور ان کو اس کے [illegible] میں [illegible] غلطی پائی جاتی تھی کیونکہ وہ ان کے پاس محبوب تھا اور جب جنگ ان کے خلاف ہو گئی تو وہ بھی میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے۔

اور اس کے فریب کے متعلق مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ [illegible]
لشکر [illegible] تھا۔ وہاں سے مسلمانوں کی افواج کے [illegible] مقابلے [illegible] اعلان کیا تھا
اسی سبب اس کا فریب [illegible] ہے اور یہ حقارت اس کی تعریف میں بھی [illegible] ہے جو اس نے
معرکے سے [illegible] اپنے سپاہیوں میں کی تھی [illegible] تھا۔

"اس [illegible] سے قبل [illegible] جنگ نہیں کیا [illegible]
تجربہ کار لوگوں سے لڑنا ہے [illegible] جنگ کے فن [illegible]
سالار لشکر دریدبن الصمہ نے مالک کو مشورہ دیا تھا [illegible] فریب [illegible] کیونکہ وہ ایک
آدمی سے جنگ کر رہا ہے جو عام آدمیوں جیسا نہیں ہے [illegible] اس نے کہا تھا
اے مالک تو ایک شریف آدمی ہے [illegible] ہے اور [illegible]
بھی [illegible] ہے اور آج کے دن کے بعد [illegible] کے لیے ایک حادثہ [illegible]

مالک کا فریب اور اسلامی فوج کے سپاہیوں کا اس کا [illegible]
[illegible] اشارہ دیکھ کے [illegible] ہو جاتیں [illegible]
[illegible] ان کے قبائل میں [illegible] پہلے مرحلے میں مسلمانوں کی
شکست کے بعد اور [illegible] فریب اور حقارت [illegible] کے بعد [illegible] ذلت
کے اہم اسباب میں سے ہے اور یہ وہ ذلت ہے [illegible] شکست میں
بدل گئی تھی۔

ہوازن کے درمیان پھوٹ

اگرچہ حنین میں ہوازن [illegible] زبردست قوت [illegible] تھے [illegible] لڑائی کے پہلے مرحلے میں انھیں [illegible] کا سامنا کرنا پڑا جس کا ان کے [illegible] پر بہت بڑا [illegible] اور ہوازن کے دو قبیلوں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں

---

(۱) مغازی الواقدی جلد [illegible]

شرکت کرنے سے انکار کر دیا۔ اور وہ دونوں قبیلے کعب اور کلاب ؎ قبائل ہوازن میں سے دلیر و طاقتور تھے۔ بلکہ [illegible] کی شہادت کے مطابق یہ دونوں قبیلے ہوازن کے قبائل کے درمیان سب سے طاقتور تھے۔ وہ یہ بات اس کے قول سے معلوم ہوتی ہے کہ جب اس بتایا گیا کہ یہ دونوں قبیلے ہوازن کے ساتھ جنگ میں شامل نہیں ہوں گے۔ تو اس نے کہا۔

سنو خوشی اور تیزی غائب ہو گئی ہے اب اگر سخت و برتری کا دن
ہوتا تو کعب و کلاب اس سے غائب نہ ہوتے۔

کعب، کلاب اور بنی ہلال کی اکثریت کے مالک بن عوف کی فوج میں شامل نہ ہونے کے باوجود ہوازن کے دیگر قبائل میں کوئی تردد پیدا نہیں ہوا۔ اس کعب، کلاب اور بنو ہلال کی عدم شمولیت کا ہوازن کے دیگر قبائل کے حوصلہ پر نقصان دہ اثر پڑا کیونکہ مالک بن عوف کی فوج ؟ تمام قبائل سے بنی تھی۔ اس نے ان تین قبائل کے

ثلہ ۔ کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن۔ یہ جاہلیت کا ایک عظیم قبیلہ تھا اور ان کا وطن نجد تھا۔ [illegible] شام کے درمیان پھیلے ہوئے تھے۔ [illegible] میں اپنی شرافت و تعلیمات میں مشہور و معروف تھے۔

ثلہ ۔ کلاب ہوازن کے عظیم بطون میں سے ایک بطن ہے جو کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن میں سے ہے۔ ان لوگوں کی [illegible] جو نجد میں واقع ہے اور [illegible] کی جہت میں [illegible] اور [illegible] شام میں پھیلے ہوئے جب [illegible] تو اس کے بعد ان کی شان عظیم ہو گئی اور انہوں نے حلب اور اس کے نواح اور شام کے بہت سے شہروں پر قبضہ کر لیا۔ کعب اور کلاب کی شرافت و عظمت کو دیکھ کر ایک شاعر دوسرے کو کہتا ہے کہ تو نمیر قبیلے سے ہے [illegible] تو کعب اور کلاب کو نہیں پہنچ سکتا۔

اختلاف کی وجہ سے اپنے ایک اہم جنگی عنصر کو کھو دیا تھا جس سے اس فوج کا حوصلہ گر گیا۔ یہاں تک کہ ایک سو سالہ عمر رسیدہ ماہر دُرید بن الصمۃ جس نے عمر کا ایک حصہ جنگوں میں گذارا تھا جب آئے تو پتہ چلا کہ کعب اور کلاب ابن ہلال مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں شامل نہیں تو اس نے ہوازن کی فوج پر شکست نازل ہونے کی توقع کی اس نے کہا:

> "اگر یہ کوئی بھلائی کی بات ہوتی تو تم سب کی طرف ان سے سبقت کرتے اور اگر یہ کوئی شرف و شہرت کی بات ہوتی تو وہ اس سے پیچھے رہتے، اے گروہ ہوازن میری مانو اور واپس چلے جاؤ اور جو کچھ انھوں نے کیا ہے وہی کرو[1]"

اور جنگ میں (دُرید بن الصمۃ کی توقع کے مطابق) ہوازن کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شکست کے سوا کچھ نہیں ملا۔ اور یہ بہت بڑی اور تباہ کن شکست تھی۔

۵ــ اچانک رعب کا چھا جانا ـــ ہوازن نے خصوصاً معرکے کے پہلے مرحلے میں بڑی جنگی قوت کا مظاہرہ کیا۔ جب شکست خوردہ مسلمان واپس آئے اور انھوں نے زبردست جوابی حملہ کیا تو ہوازن نے بھی بڑی شدید جنگ کی۔ ہوازن کا سالار مالک بن عوف میدان میں ثابت قدم رہ کر مسلمانوں کے ساتھ بڑی بے جگری سے لڑتا رہا۔ قریب تھا کہ اس کا تمام قبیلہ اس کے پہلو میں اس کی ثابت قدمی کے باعث فنا ہو جاتا۔

لیکن ہوازنی فوج کو ـــ مسلمانوں کے ساتھ زبردست جنگ کرتے وقت ـــ ایک پوشیدہ ہتھیار کا سامنا کرنا پڑا جس کا ہوازن کو جبر شکست دینے میں بڑا اثر تھا۔۔۔ اور وہ ہتھیار اچانک رعب کا چھا جانا تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے ہوازن کے دلوں

---

[1] مغازی الواقدی جلد دوم صفحہ [illegible]

فائدہ ہوا تھا۔ ایسا ہی پیشتر دیگر ازلی سپاہی اسلامی فوج کے پیچھے بھی خوفناک صورت برداشت سپاہیوں کو دیکھتے تھے۔ اور اسلامی مورخین نے رفقہ نسوں پر اعتماد کر کے بتایا ہے بیان کیا ہے کہ جو سپاہی ہوں گے ہوازن کے سپاہی تھا۔ ان کی صورت جو دیکھتے تھے وہ مشرکین کے دلوں میں رعب ڈالنے والے ملائکہ تھے اور ان اچانک رعب پڑنے کی حقیقت کو: قرآن مجید کے ان آیات سے ثابت کیا ہے جن میں مشرکین کے ساتھ شامل تھے جو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی طرف ان کی راہنمائی کی جیسا کہ اس کتاب میں اوپر کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

طائف کے محاصرے میں مسلمانوں کی ناکامی کے اسباب

جیسا کہ قبل ازیں اس کتاب میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے ہوازن کے تعاقب میں اپنی تمام فوج کی کمان کر رہے تھے حتیٰ کہ آپ طائف پہنچ گئے، جہاں ہوازن کا امیر بازو ثقیف موجود تھا۔ آپ نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور اس محاصرے کے ذریعے آپ پر امید کر رہے تھے کہ ثقیف مسلمانوں کی اطاعت کر لیں گے۔ لیکن ثقیف نے بڑی شدت کے ساتھ مقاومت کی اور وہاں سے ٹلنے پر مصر ہو گئے۔ بیس دن محاصرے کو ہو گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹ گئے اور ثقیف کو اسی حال پر چھوڑنے کیلئے مجبور ہو گئے۔ مسلمانوں کے کوئی مثبت نتیجہ حاصل ہوئے بغیر جلدی سے محاصرہ توڑنے کے کیا اسباب تھے۔ منجملہ ذیل میں ان اسباب کو مختصر طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ طائف کے قلعے بڑے مضبوط تھے اور یہ دیوار مسلمانوں کے لئے ان امور میں دشمن جن کا شمار تھا۔ اور اسلامی فوج کے پاس بھاری ہتھیار تھے جیسے وہ عام طور پر قلعہ دل پر حملہ کرنے میں استعمال کرتی تھی اور جیسے منجنیق اور ٹینک کے آلات اور ٹینک تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قلعہ بندیوں میں نے حسن

ہو سکا ہم کو سامان کرنے کے ارادے سے ان بھاری ہتھیاروں کو استعمال کیا۔ لیکن ثقیف کے دفاع پر اثر نہ ہوا۔ اور ان کی فصیلیں مضبوط تھیں اور آتش اور تیر اندازی کو وہاں قلعوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔

ج:- شدید مقاومت۔ اس سلسلے میں کئی شہادتیں موجود ہیں کہ ثقیف ایک مضبوط جانباز قوم تھے اور مضبوط قلعے میں بند تھے۔ ان کی شجاعت پر اس سے بڑھ کر دلالت کرنے والی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ثقیف کے [illegible] ایک سو ستر دن تک ڈٹے رہے جن میں ان کا سردار عبد یالیل بن عمرو ثقفی تھا۔ انہوں نے قلعوں میں مقاومت کی تیاری کرتے ہوئے اپنے قلعوں میں ایک سال کا غذائی ذخیرہ جمع کر لیا تھا۔ [illegible] قلعوں میں بڑی کثرت سے موجود تھے۔ ہیں جنہوں نے محاصرے کی شدید مقاومت کی اور تیر اندازی اور منجنیقوں کے مقابلے میں جٹے رہے۔ بعض عمارتوں اور فصیلوں میں سوراخ کرنے کے حفاظتی تدبیروں کی طرح استعمال کرتے ہیں لیکن تیر کمان میں ان کا کامل تجربہ تھا۔ دشمن نے پوری مہارت کے ساتھ مسلمانوں پر تیر برسائے اور اس کثرت سے تیر اندازی کی جس سے مسلمانوں کو بہت سے مہلک زخم آئے۔ اسباب نے انہیں مجبور کیا کہ وہ تیروں کی زد سے دور کسی جگہ پر واپس چلے جائیں۔

د:- غریب میں: مسلمانوں کا خیال تھا کہ جو دبابے لکڑی سے بنے ہوئے تھے (قلعے کی فصیلوں پر) لائے جاتے ہیں انہیں استعمال کرنے کی کوشش کی گئی۔ مسلمان جونہی ان سے داخل ہو جاتے تو ثقیف نے [illegible] ان بھاری ہتھیار کا مقابلہ کیا۔ ان [illegible] پگھلے ہوئے لوہے کے ٹکڑے تھے وہ انہیں دبابوں پر پھینکتے تو وہ انہیں جلا کر رکھ دیتے اس وجہ سے جو سپاہی ان کے اندر ہوتے تھے بغیر ڈھکے رہ گئے اور تیروں کا نشانہ بن گئے۔ پس وہ واپسی پر مجبور ہو گئے۔ اور [illegible]

فصیلوں میں شگاف کرنے کیلئے جو تجربہ بھی کیا گیا وہ ناکام ہو گیا تھا۔ اس طرح طائف کے قلعوں میں بزور قوت داخل ہونے کیلئے اسلامی فوج نے جو کوششیں کیں وہ ناکام رہیں۔

ج ۔ محاصرے کی مدت طویل کرنے کی صورت ۔ طائف کو طاقت سے زیر کرنے کے لئے اب اسلامی فوج کے سامنے ایک ہی صورت رہ گئی تھی اور وہ یہ کہ طائف کے پاس جو غلہ موجود ہے اس کے ختم ہونے تک مسلمان ان کا محاصرہ کئے رہیں۔ اور یہ کم از کم ایک سال کا منصوبہ تھا۔ اور مسلمان مجاہد ابھی تک اتنی مدت اپنے اہل و عیال سے دور رہنے کا عادی نہیں ہوا تھا۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرے کو باقی رکھنے اور اتنی طویل مدت تک فوج کو طائف کے قلعوں کے آگے مقیم رکھنے کو مناسب خیال نہ کیا۔

د ۔ طائف کی اہمیت کا خاتمہ ۔ محاصرۂ طائف کی ناکامی کا ایک سبب یہی ہے کہ طائف دراصل ان کی قوت کے استحکام کے بعد اسلام کے لئے ایسا خطرہ نہ تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں پر یہ لازم ہو کہ پورے ایک سال تک ان کے محاصرے کی پریشانیاں برداشت کرنا ضروری تھا کیونکہ تمام قبائل کے اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد طائف مکمل طور پر الگ تھلگ ہو گیا تھا۔ اسلام دشمنوں کے گروہ میں تنہا جو مشرکین کے دوست رہ گئے تھے اور یہ لوگ صرف طائف میں اکیلے ہی ثقیف کو دست کاری اور سامان کا تبادلہ کرنے کے قابل تھے اور عملاً یہ کچھ ہوا تھا خصوصاً مالک بن عوف کے اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد جو حنین کے روز ان کا سالار تھا اور وہ بہادری اپنی قوم کا شجاع اور مطاع تھا) ثقیف پر زبردست حملے کرنے لگا۔

۵ — یہ ایک اہم سبب ہے، ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آسمان سے حکم آیا کہ آپ ثقیف کے محاصرے کو ترک کر دیں کیونکہ علم الٰہی میں یہ بات پہلے ہی تھی کہ عنقریب ثقیف بخوشی بغیر کسی دباؤ کے اور رغبت سے قبول اسلام کا اعلان کرنے والا تھا۔ یہی سبب ہے کہ جب آپ کے چند صحابہؓ نے (جب آپ ثقیف کا محاصرہ ترک کر رہے تھے) آپ سے ثقیف کے متعلق بد دعا کرنے کی اپیل کی تو آپ نے دعا سے رد کر دیا اور فرمایا۔

"اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے اور لے آ۔"

جزیرۂ عرب میں بت پرستی کا خاتمہ

تمام جزیرۂ عرب کے بت پرستوں
عرب — اسلامی معاشرے کی طاقت

اہل قبیلے کے حلقوں سے بت پرستی کو بچانے کیلئے، بحیثیت اہل کعبہ کے قدیم اور مشاعر[1] کے محافظین قریش سے زیادہ وابستہ کئے ہوئے تھے، اور جب کعبہ اسلامی حکمران کے قبضے میں آگیا تو قبائل ہوازن کے سوا جو کثیر تعداد میں اور عسکری قوت کے حامل تھے اور کوئی قابل ذکر حربی قوت باقی نہیں رہ گئی تھی جس کی طرف توحید کے مقابلے بعد اس کی مسلح افواج پر تسلط حاصل کرنے کے لئے جزیرۂ عرب میں بت پرستی پر قائم رہنے والوں کی نگاہیں اٹھتیں لیکن آخرکار ان ہوازن کا بھی سقوط ہو گیا۔ اور اسلام دشمن حربی قوت کے لحاظ سے ان کا خاتمہ ہو گیا۔ بلکہ یہ سب قبائل اسلام کے مددگار بن گئے۔

پس جزیرۂ عرب کے دور دراز کے علاقے میں شرک کی بیکار و بلا بنیاد ادھر ادھر پراگندہ پھیلی کیا کر سکتی تھی جبکہ حنین کے روز ہوازنی فوج کے شکست کھانے سے [illegible]

---

[1] مشاعر حج کی رسوم ادا کرنے کے مقام کو کہتے ہیں۔ — مترجم

بت پرستی کا آخری قلعہ مسمار ہو گیا۔ اور اس طرح یہ قول حقیقی طور پہ صحیح ثابت ہو گیا کہ

“معرکۂ حنین کے بعد جزیرۂ عرب سے بت پرستی
کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا ہے۔”

اس کی دلیل یہ ہے کہ اس معرکے کے بعد عرب کے وفود مدینے میں اسلام میں داخل ہونے کے لئے آنے لگے۔ اور جن پاکٹوں نے مقابلہ اختیار کیا وہ انتہائی شمالی علاقے میں تھیں جیسے تبوک میں، یا انتہائی جنوب میں تھیں جیسے نجران کی جانب کے علاقے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف چھوٹے چھوٹے فوجی دستے بھیجے جنہوں نے ان کی مقاومت کا خاتمہ کر دیا۔ اور ابھی ہجرت کا دسواں سال نہیں آیا تھا کہ جزیرۂ عرب ایک طرف سے دوسری طرف تک اسلام میں داخل ہو گیا۔ اب وہاں ایک بھی بت پرست موجود نہ تھا۔ ہاں کچھ چھوٹی چھوٹی غیر ملکی یہودی اور نصرانی جماعتیں تھیں جو اسلام کی حکومت کے ماتحت اپنے دین پر قائم رہیں۔ کیونکہ وہ اہل کتاب تھے جن سے اسلام کی حکومت کی اطاعت کے اقرار کے بعد جزیہ لینا کافی ہوتا ہے۔

اس طرح معرکۂ حنین، غزوۂ تبوک کی طرف اشارے کے ساتھ ساتھ — وہ آخری سخت عرب معرکہ تھا جس میں مسلمانوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں حصہ لیا۔ غزوۂ تبوک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے ساتھ جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا۔ لیکن اس کی کامیابی کا اسلام کے مستقبل کے مضبوط کرنے اور شام کے بازنطینی حکمرانوں اور عرب عیسائیوں پر جو ان کے دوست تھے ان کے دلوں میں مسلمانوں کی ہیبت ڈالنے کے بارے میں عظیم معنوی اثر پڑا۔

نیز حنین میں فیصلہ کن عسکری فتح اور لوگوں کے اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہونے کے لئے آنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے — جزیرۂ عرب میں صلح

کشمکش کے خاتمہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں جن میں مسلمانوں کو ان معنوی فتوحات کی راہ ہموار کرنے کے بعد حسی فتوحات حاصل ہوئیں۔ جو حسیہ کی طرف اسلام میں داخل ہونے کے لئے سبقت حاصل کرنے والے قبائل پر مشتمل تھیں ۔ یہ آیات نازل ہوئیں۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ
دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ، فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا

اختر فتح پوری
پوسٹ آفس فتح پور
تحصیل و ضلع گجرات

اس کتاب کے اہم ماخذ

نام کتاب	نام مؤلف
تفسیر ابن کثیر	ابن کثیر
فتح القدیر	محمد بن علی شوکانی
فی ظلال القرآن	سید قطب
کشاف	زمخشری
صحیح بخاری	بخاری
صحیح مسلم	مسلم
زاد المعاد	ابن قیم
تاریخ عرب قبل الاسلام	ڈاکٹر جواد علی
سیرۃ ابن ہشام	محمد بن اسحاق
اغانی	ابوالفرج اصبہانی
الصداقۃ والصدیق	ابوحیان توحیدی
صبح الاعشیٰ	احمد بن علی قلقشندی
المغنی فی الفقہ	ابن قدامہ
الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف	علاء الدین المرداوی

نام کتاب	نام مؤلف
کشاف القناع	منصور بن یونس البہوتی
شبہات حول الاسلام	محمد قطب
مجمع الفوائد	محمد بن محمد بن سلیمان
زاد المسلم	ابن جوزی
سقوط الجولان	خلیل مصطفیٰ
غایۃ المنتہی	شیخ مصطفیٰ السیوطی
طبری	محمد بن جریر طبری
مقالات الوحی الاسلام	ڈاکٹر محمد فریق العادۃ
محمد نبی و رجل دولۃ	ڈاکٹر منٹگمری واٹ
حقائق الاسلام و اباطیل خصومہ	عباس محمود العقاد
مایقال عن الاسلام	عباس محمود العقاد
فقہ السنۃ	سید سابق
الرسول القائد	محمود شیت خطاب
تفسیر امام محمد عبدہ	سید رشید رضا
حیاۃ محمد رسالتہ	مولانا محمد علی
سیرت حلبیہ	ابن برہان الدین
فقہ السیرۃ	محمد الغزالی
سمط النجوم العوالی	عبدالملک بن حسین العصامی
البدایۃ والنہایۃ	اسماعیل بن کثیر
الکامل فی التاریخ	محمد ابن الاثیر

نام کتاب	نام مؤلف
جوامع السیرۃ	علی ابن حزم
آثار المدینہ	عبد القدوس الانصاری
وفاء الوفا	علی بن احمد سمہودی
دائرۃ المعارف القرن الرابع عشر والعشرین	محمد فرید وجدی
لسان العرب	ابن منظور افریقی مصری
نیل الاوطار	محمد بن علی شوکانی
الیہود فی القرآن	عفیف عبد الفتاح طبارہ
الطبقات الکبریٰ	ابن سعد
معجم البلدان	یاقوت حموی
مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع	صفی الدین عبد المؤمن بن عبد الحق
معجم النساء	عمر رضا کحالہ
الاعلام	خیر الدین زرکلی
دیوان الحماسہ	ابو تمام طائی
العرب قبل الاسلام	جرجی زیدان
الابطال	ٹامس کارلائل
حضارۃ العرب	گستاف لیبان
التشریع الجنائی فی الاسلام	شہید عبد القادر عودۃ
الاصابہ	ابن حجر عسقلانی
الاستیعاب	ابن عبد البر
ایام العرب فی الاسلام	محمد ابو الفضل ـ علی البجاوی

نام کتاب	نام مؤلف
الروض الانف	سہیلی
نہایۃ الارب	قلقشندی
معجزہ محمد رسول اللہ	عبدالعزیز قعامی
قصص الانبیاء	عبدالوہاب نجار
تاریخ ابن خلدون	عبدالرحمن بن خلدون
مروج الذہب	مسعودی
معجم قبائل العربیہ	عمر رضا کحالہ
معجم البکری	البکری
تاریخ الامۃ العربیہ	محمد اسعد طلس
عجائب الاقالیم السبعہ	محمد بن موسیٰ خوارزمی
حیاۃ محمد	محمد حسین ہیکل
بہجۃ المحافل	یحییٰ بن ابی بکر عامری
امتاع الاسماع	مقریزی
تہذیب تاریخ ابن عساکر	عبدالقادر بن احمد مصطفیٰ دمشقی
عصر النبی	محمد عزہ دروزہ
البدء والتاریخ	ابو زید احمد بن سہل بلخی
مغازی واقدی	محمد بن عمر واقدی
صورۃ الارض	ابن حوقل
الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ	محمد بن احمد البیرونی
احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم	المقدسی المعروف بالبشاری

نام کتاب	نام مؤلف
انساب الاشراف	احمد بن یحییٰ بلاذری
جمہرۃ انساب العرب	علی بن احمد بن حزم
جمہرۃ رسائل العرب	احمد زکی صفوت
مجمع البیان فی تفسیر القرآن	فضل بن حسن طبرسی
جامع الاصول من احادیث الرسول	مبارک بن محمد بن الاثیر جزری
مسند امام زید	زید بن علی بن حسین
نصب الرایۃ	عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی
النہایۃ فی غریب الحدیث	مبارک محمد بن الاثیر جزری
منہاج السنۃ النبویہ	احمد بن تیمیہ
جزیرۃ العرب	الہمدانی
صفۃ جزیرۃ العرب	الہمدانی
نسب قریش	مصعب بن عبداللہ زبیری
المجتمعات الاسلامیہ فی القرن الاول	شکری فیصل
فتوح البلدان	ابوالحسن بلاذری
الحرب عند العرب	ابراہیم صادق
تاریخ یعقوبی	احمد بن ابی یعقوب
جزیرۃ العرب	جان ہاک برک
الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی و الخلافۃ الراشدہ	ڈاکٹر محمد حمید اللہ
المحبر	محمد بن حبیب بن امیہ ہاشمی

نام کتاب	نام مؤلف
قصۃ الحضارۃ	ول ڈیورانٹ
فجر الاسلام	احمد امین
عیون الاخبار	محمد بن عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ
معالم تاریخ الانسانیہ	ھ۔ ج۔ ویلز
تاریخ الشعوب الاسلامیہ	کارل بروکلمان
شفاء الغرام باخبار البلد الحرام	محمد بن احمد بن علی الفاسی
تاریخ الامم الاسلامیہ	محمد الخضری
المختصر فی تاریخ البشر نخبۃ الدہر فی عجائب البر والبحر	شمس الدین محمد بن ابی طالب انصاری
عبقریۃ محمد	عباس محمود العقاد
غزوۂ بدر الکبریٰ	مؤلف
غزوۂ احد	"
غزوۂ احزاب	"
غزوۂ بنی قریظہ	"
تہذیب الصحاح	محمود بن احمد زنجانی
مجمع الزوائد	علی بن ابی بکر الہیثمی
الجامع الصغیر	امام سیوطی
صحیح الاخبار عما فی بلاد العرب من الآثار	محمد بن بلیہد
صحیح ترمذی	امام ترمذی
سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد

نام کتاب	نام مؤلف
خلوت البقاء	محمد بشیر خواب
تاریخ المسعودی	محمد بن علی نجی
زاد مجید اصفہانی	ابو منصور طوری
فتوحات عزیزیہ الکبری	جرجی کوب پاشا
التنبیہ والاشراف	علی المسعودی

[illegible]

غزوہ بنی قریظہ

یہ غزوہ
تاریخ اسلام میں اس لحاظ سے اہم ہے
کہ اس سے یہودیوں کا غرور اور گھمنڈ
یکسر ختم ہو گیا تھا اور ان کی کمر
ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئی تھی۔ اس اہم
واقعے کی تفصیلات اس کتاب میں
مختلف اہم ماخذوں سے جمع کر دی
گئی ہے

تالیف
محمد احمد باشمیل

ترجمہ
مولانا اختر فتح پوری

ضخامت ۲۰۰ صفحات مجلد

اسلام کے
فیصلہ کن معرکے

غزوۂ
بدر

اس غزوہ میں مسلمانوں نے
قلیل تعداد میں ہونے کے
باوجود اپنے سے تین گنا بڑے
لشکر کو شکست فاش دی تھی
اور اسلام کا بول بالا کیا تھا
درحقیقت اس غزوہ کے بعد ہی
اسلام کو پھلنے پھولنے کا موقع
ملا۔ اس غزوہ کے تفصیلی حالات
اور واقعات اس کتاب میں
جمع کر دیئے گئے ہیں۔

تالیف: محمد احمد باشمیل
ترجمہ: مولانا اختر فتح پوری

۲۰۰ صفحات مجلد

اسلام کے
فیصلہ کن معرکے

غزوۂ
موتہ

غزوۂ موتہ تاریخ اسلام کے ان
فیصلہ کن غزوات میں سے ایک ہے
جب سرزمین شام میں عیسائی قوتوں
نے اسلام کے خلاف محاذ قائم کر لیا
تھا۔ اس غزوہ میں ان کی تمام تدابیر
ناکام ہو گئیں اور مسلمان سرخرو
ہوئے۔ اس کتاب میں ہر پہلو
سے غزوہ کا تجزیہ کیا گیا ہے اور اس
غزوہ کے اسباب و عوامل تحقیق سے
بیان کئے گئے ہیں

تالیف محمد احمد باشمیل
مترجم مولانا اختر فتح پوری

[illegible] صفحات

سیرۃ
رسول کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی
نے سیرت نبوی پر یہ کتاب اس
انداز سے لکھی ہے کہ اس سے عام
قاری کے علاوہ طلبہ بھی استفادہ
کر سکتے ہیں۔ اس کتاب کا انداز
اور واقعات کی تحقیق بھی اپنا
منفرد اور دلکش ہے

تالیف
ابوالقاسم محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی

صفحات ۲۱۷ مجلد

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

صلح حدیبیہ

یہ مسلمانوں کی تاریخ کا عظیم الشان واقعہ ہے جس کے نہایت مفید اور دوررس نتائج رونما ہوئے۔ اس واقعہ کو تمام تفصیل اور کوائف کے ساتھ عہد حاضر کے مشہور عربی مورخ محمد احمد باشمیل نے قلم بند کیا ہے اس کتاب کو پہلی مرتبہ مولانا اختر فتح پوری نے اردو میں منتقل کیا ہے۔

تالیف: محمد احمد باشمیل   قیمت   صفحات
ترجمہ: مولانا اختر فتحپوری

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

فتح مکّہ

صفحات [illegible]
تالیف: محمد احمد باشمیل

تاریخ اسلام کا انتہائی حیرت ناک اور انقلاب انگیز واقعہ ہے۔ جس کے وقوع پذیر ہونے کے بعد مسلمانوں کی کامیابیوں اور فتح مندیوں کے دروازے کھلتے ہوئے جزیرۃ العرب کے قبیلوں نے اسلام قبول کیا اور اسلام کی دعوت تبلیغ عام ہوئی۔ اس واقعہ کو تمام جزئیات و تفصیلات کے ساتھ مشہور مورخ محمد احمد باشمیل نے مستند حوالوں کی روشنی میں قلمبند کیا ہے اور مولانا اختر فتح پوری نے اردو میں منتقل کیا ہے۔